Collector & Magistrate Buland

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے کارساز قبلۂ حاجات کار ما
آغاز کردہ ام تو رسانی بانتہا

تاریخ جدید عزیزی

ایشیا و یورپ

مؤلفہ

سید عبد العزیز [illegible] صیراوت ضلع بلندشہر مصنف [illegible] ئن عزیزیہ
و تاریخ [illegible] و تاریخ ہندوستان معہ موازنہ تاریخ یورپ

باہتمام

ڈاکٹر نہالچند سکسینہ

در سکسینہ بکل پریس بلندشہر طبع شد

بار اول [illegible] ۱۰۰۰

تمہید

نوشتہ مسٹر سید حسن برنی بی۔اے۔ ایل ایل۔بی (علیگ)

میں اس کتاب کے مصنف اور ناظرین کے مابین حائل نہیں ہونا چاہتا نہ کوئی تنقید یا تقریظ لکھنا چاہتا ہوں۔ دیباچہ میں مصنف نے اپنا نقطۂ نظر اور وجوہات تالیف وضاحت سے بیان کر دیئے ہیں۔ البتہ چند خیالات جو کتاب کے مبحث کے متعلق اس وقت سرسری طور پر ذہن میں آئے پیش کرتا ہوں۔

انسانی تاریخ ابتدائی آفرینش سے اس وقت تک عیوب و محاسن کا مجموعہ رہی ہے اور اس میں نیکی اور بدی کے دونوں پہلو بہ پہلو یا تقدیم و تاخیر سے پائے جاتے ہیں۔ اس کلیہ سے کسی قوم یا ملک کے تاریخ مستثنیٰ نہیں کی جا سکتی۔ یہ ایسا صحیح اور واضح امر ہے جو مورخ سے کسی طرح مخفی نہیں رہ سکتا لیکن کتنے مورخ ہیں جو اسے یاد رکھتے یا اس پر عمل کرتے ہیں۔ تاریخ کو اکثر یا تو فخر و مباہات کا سرمایہ بنایا جاتا ہے یا طعن و لعن کا آلہ۔ اور اس کا باعث سب سے زیادہ قومی و مذہبی تعصبات ہوتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ دونوں صورتیں عدل کے منافی ہیں اور تہذیب نفس و ترقی تمدن کے مضر ہیں۔ تاریخ مطالعہ بصیرت و آگاہی حاصل کرنے اور گزشتہ واقعات سے سبق سیکھنے اور عبرت حاصل کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔ مورخ کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہونا چاہئے کہ وہ تاریخ کے باب میں نامناسب حمایت یا معاندت کا پہلو اختیار کرے اور اپنے تعصبات کے مطابق اور اصلیت کے خلاف واقعات اور نتائج کے ترتیب دے۔

اس موقع پر کہا جا سکتا ہے کہ اس قدر ضبط و عدل کے ساتھ تاریخ کا لکھنا انسانی قوت سے باہر ہے اور مورخ جو ہر انسان کی طرح نفرت اور محبت کے جذبات رکھتا ہے وقتاً فوقتاً و موقع بموقع پسندیدگی اور ناپسندیدگی کے اظہار سے باز نہیں رہ سکتا۔ ایسے موقعوں پر غلطی کا امکان ہو سکتا ہے لیکن ناگزیر ہے یہ قطعاً صحیح ہے لیکن شرط یہ ہے اور کم از کم اسکی توقع کی جا سکتی ہے کہ مورخ کا معیار عدل ہر جگہ یکساں ہو یہ نہ ہو کہ کہیں بیجا جانبداری نظر آئی اور کہیں بے جا مخالفت ایک ملک کی تاریخ ایک معیار سے

جانچی جائے اور دوسرے ملک کی دوسرے معیار سے۔ ایک قوم کی تاریخ کو ایک نظر سے دیکھا جائے اور دوسری قوم کی تاریخ کو دوسری نظر سے۔ جس قوم یا ملک سے مورخ تعلق رکھتا ہو اس کو مناسب طور پر فخر و مباہات کے لئے مخصوص کیا جائے اور جس سے اس کا تعلق نہ ہو اُسے ملامت کا نشانہ بنایا جائے۔ بدقسمتی سے تاریخ لکھنے کا رواج ابھی تک اسی طرح چلا آتا ہے جو بین طور پر اصلاح کا محتاج ہے۔ یہ اصلاح اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک تاریخ کے لکھنے اور پڑھنے والے چند باتیں اچھی طرح نہ سمجھ لیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ انسانی تاریخ کا مطمح نظر مستقبل ہے ماضی نہیں ہے۔ ہمیں اور آنیوالی نسلوں کو اپنی زندگی گزشتہ زمانے میں بسر کرنی نہیں ہے بلکہ موجودہ اور آئندہ زمانے میں۔ ماضی ہمارے لئے سرمایۂ بصیرت و تجربات ہے جن سے ہم فائدہ اٹھا سکتے اور مشعل ہدایت کا کام لے سکتے ہیں لیکن وہ اس لئے نہیں ہے کہ ہم اُس کے اعادہ کے کوشاں ہوں۔ ہماری نظر سامنے اور پیچھے دونوں طرف رہنی چاہیئے لیکن قدم آگے بڑھنا چاہیئے۔ یہ نہ ہو کہ ہم صرف پیچھے کی سمت دیکھیں اور اُلٹے قدموں چلیں اور منزل سے قریب ہونے کے بجائے بعید تر ہوتے چلے جائیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہماری تاریخ کا ماضی معایب و نقائص سے کم و بیش اتنا ہی پُر ہے جتنا کہ محاسن و فضائل سے۔ کسی قوم یا مُلک کی پوری تاریخ بے عیب نہیں ہے اور نہ اُسکی ہمیشہ اور ہر موقع پر تائید و حمایت کی جاسکتی ہے۔ نہ ہونی چاہیئے۔ پچھلے زمانہ کے واقعات کی ذمہ داری موجودہ نسلوں پر عاید نہیں ہوتی اور نہ جو کچھ ہو گیا وہ اب محو ہو سکتا ہے۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم ماضی کو اپنی رزمگاہ قرار دیں اور پچھلی نسلوں کی لڑائیاں موجودہ اور آئندہ زمانے میں لڑیں۔ اس سے بڑھکر کوئی حماقت نہیں ہو سکتی۔ محض حماقت ہی نہیں ہے بلکہ اُس میں سخت مضرت ہے۔ تاریخ سے ہمیں صلح و امن اور محبت و یگانگت کا سبق سیکھنا چاہیئے نہ کہ جنگ و فساد کا۔ اگر تاریخ کوئی سبق دیتی ہے تو سب سے پہلے یہ کہ زیادہ تر باہمی نفرت و مخالفت ہی جنگ و تباہی و بربادی کا باعث ہوئی ہے۔ آئندہ کی

فلاح اور دنیا کی بہتری کی امید صلح و امن و یگانگت پر منحصر ہے۔ جس حد تک اس میں کامیابی ہوگی اُسی حد تک ہماری تاریخ بھی بہتر ہوتی جائے گی۔ لیکن حیرت کی بات ہو کہ تاریخ کا سبق اُس کے برخلاف لیا جاتا ہے اور اس سے نفرت و مخالفت کے شعلے بھڑکانے کے کام میں لایا جاتا ہی۔ اس طریقہ عمل سے ہم بہت کچھ نقصان اور تلخ نتائج برداشت کر چکے ہیں آنکھیں کھول کر دیکھنا چاہیئے اور اس بے مصرف کے لئے تاریخ کو قطعاً طے کر کے رکھ دینا چاہیئے۔

تیسری بات یہ ہے کہ پچھلے زمانے کے واقعات، حالات و افعال کو جانچتے وقت اُس دور کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے جس میں کہ وہ واقعات پیش آئے۔ اس کو اکثر فراموش کر دیا جاتا ہے۔ ہم پچھلے زمانے کے انسانوں سے بعض اوقات ایسی چیزوں کی توقع کرتے ہیں جو اُن کے لیے ممکن نہ تھیں اور جب وہ چیزیں اُن میں موجود نہیں پاتے تو نکتہ چینی کرنے لگتے ہیں۔ یہ جانچنے کا بدترین طریقہ ہی۔ مثال کے طور پر سولھویں صدی کے ہندوستان کے مطلق العنان حکمرانوں کو اس بناء پر کوئی الزام نہیں دے سکتے کہ ان کا طرز سلطنت جمہوری یا آئینی کیوں نہ تھا۔ اس بناء پر الزام دینا بالکل ایسا ہی ہوگا جیسا کہ یہ الزام کہ اُنھوں نے تار اور ریل کا کوئی انتظام نہیں کیا تھا۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ مادی اشیاء کی طرح خیالات اور جذبات بھی مختلف ادوار میں مختلف صورتیں رکھتے ہیں۔ مورخ کا فرض ہو کہ گرد و پیش کے تمام حالات کو سامنے رکھ کر جانچے اور رائے قایم کرے۔ اور ہر عہد کے انسانوں سے اُن کے حالات کے مطابق امید رکھے۔ اگر اس طرح تاریخ کو دیکھا جائے تو بہت سی غلط فہمیاں اور جھگڑے دور ہو جائیں اور تاریخ صحیح طور پر سمجھ میں آنے لگے۔

چوتھی بات یہ ہو کہ کسی قوم کی تاریخ اُس کے مذہب کی کسوٹی قرار نہیں دیا جا سکتا بہت کم ہوتا ہے کہ دونوں میں مطابقت رہی ہو۔ اول تو اصلی مذہب خود زمانہ کے ساتھ کچھ سے کچھ ہو کر رہ جاتا ہی پھر سب سے بڑھکر یہ بات ہو کہ مذہب کے پیرو مذہب کو بعض اوقات صحیح طور پر نہیں سمجھتے اور اکثر ایسا ہوتا ہی کہ مذہب پر عمل نہیں کرتے ان کے افعال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے کارساز قبلہ حاجات کارہا ٭ آغاز کردہ ام تو رسانی بانتہا

دیباچہ

بعد حمد ایزد غفار وصلوٰۃ وسلام بر سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کے فقیر ناچیز سید عبد العزیز عرض پرداز ہے کہ مسلمانوں کے عروج و زوال کی تاریخ اور حکمرانی کے حالات اہل اسلام اور بہت سے غیر مسلم مورخوں نے لکھے ہیں اور چونکہ اسلامی سلطنت وسیع مملکت ہند میں عرصہ دراز تک رہی ہے اور تاریخ ہند کا یہ زمانہ گوناگوں واقعات وسیاسیات سے معمور رہا ہے۔ اسلئے عموماً تمام مورخوں نے تاریخ ہند کے اس زمانہ سے زیادہ بحث کی ہے۔ اور مسلمانوں کی تاریخ کا یہ حصہ مورخوں کی جولانی طبع کا سب سے زیادہ جولان گاہ رہا ہے۔ اور ہر ایک مورخ نے حکومت اسلامی کے تمام امور پر اپنے معلومات کے موافق پوری روشنی ڈالی ہے ہر چند کہ مورخ کی شان یہ ہے کہ وہ تمام امور اور واقعات پر نیک نیتی و دیانت اور انصاف سے بحث کرے اور جو کچھ بھی لکھے سچائی اور تحقیق سے لکھے لیکن صد افسوس کہ غیر مسلم مورخوں نے اسلامی سلطنتوں کے حالات لکھتے ہوئے اسکا ذرہ بھر خیال نہیں کیا اور مورخ کی شان کے برخلاف ذاتی و قومی جذبات سے متاثر ہو کر واقعات میں رنگ آمیزی کی اور واقعات کچھ کے کچھ کر دکھائے ان مورخوں نے واقعات

کی اصلیت پر پردہ ڈالنے میں یہانتک غضب کیا کہ عادل و انصاف پسند مسلمان
بادشاہوں کی شخصیت کو خوفناک دکھانے میں اور ان کے طرز حکومت و سیاست
میں جبر و ظلم نمایاں کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا خصوصاً سلطان محمود
غزنوی اور شہنشاہ اورنگزیب تو ان کے نشانہ ملامت ہمیشہ سے رہے ہیں سلطان محمود
کے متعلق ان کا خیال خام ہے کہ اوسنے ہندوستان پر بلا وجہ مختلف وقتوں میں
بارہ حملے کئے صدہا بتخانے مسمار کرلئے اور ہزاروں بت جنکو ہندوستان کے
باشندے اپنا معبود مانتے تھے تباہ و برباد کئے بیشمار ہندوؤں کو قتل و غارت کیا اور
ملک کی دولت لوٹ کھسوٹ کر لے گیا شہنشاہ اورنگزیب کی نسبت اُن کا بیان ہے کہ وہ
نہایت جابر و ظالم اور متعصب و طماع بادشاہ ہندوؤں کا جانی دشمن تھا اوسنے سب سے
پہلے ہندوستان میں ہندوؤں پر جزیہ قایم کیا (جزیہ پہلے وقتوں سے جاری تھا شہنشاہ
اکبر نے بند کر دیا تھا۔ عالمگیر نے اوسکے بعد جاری کیا لیکن شرعی تعداد سے نصف
کر دیا یعنی چھ روپیہ دو آنہ سالانہ) دکن کی سلطنتیں تباہ کیں پچاس برس تک مطلق العنانی
و بے رحمی و جبر و ظلم کی ساتھ ہندوستان پر حکومت کی اگرچہ جبر و ظلم کی یہ ناخوشگوار
بے سروپا کہانی مسلمانوں کے لئے بہت زیادہ تکلیف دہ تھی لیکن وہ اس خیال سے
عرصہ دراز تک اس تکلیف کو برداشت کرتے رہے کہ بظاہر اس کا اثر متعدی نہیں تھا
لیکن اردو میں جب ان تالیفات کا حصہ آیا خصوصاً وہ اقتباسات جو اسکولوں میں
بچوں کو پڑھانے کے لئے کتابی صورت میں جمع کئے گئے تو ایک طرف اس سے تمام
تمام ہندوؤں میں مسلمانوں کے خلاف ایک جوش پیدا ہو گیا اور بچے سے لیکر بوڑھے
تک مسلمان بادشاہوں کے جبر و ظلم کی بے بنیاد داستان وحشت نشان سنکر اور پڑھکر

مسلمانوں سی نفرت کرنے اور انتقام لینے کا موقع بہم پہنچانے لگے اور دوسری جانب اون غلط بیانیوں اور اُنکے نتائج نے مسلمانوں کو نہ صرف تکلیف پہنچائی بلکہ ایک مدت تک ملکی باہمی تعلقات و معاملات کو بھی نقصان پہنچا اور سب سی زیادہ خرابی یہ پیدا ہوئی کہ وہ آیندہ نسلیں جنہوں نے آنکھیں کھولتے ہی مسلمانونکی تاریخ میں وہ ہی خیالی جبر و ظلم کی کہانی پڑھی تو مسلمانوں سی ناکردہ گناہ نفرت کرنے لگے اور پھر حقارت سے پیش آنے لگے اور بچپنے کے خیالات بڑھتے بڑھتے یہانتک نوبت پہونچی کہ جب وہ اپنے کام کرنے کی عمر پر پہونچے تو ہر طرح مسلمانوں کو بیگناہ نقصان پہونچانے اور اُن کے قومی اور مذہبی جذبات پامال کرنیکی کوشش کرنے لگے۔ ہندوستانکی تاریخ پڑھنے والے خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان جب مسلمان بادشاہوں کے اُن واقعات کو جنمیں جبر و ظلم کی رنگ آمیزی کی گئی ہے پڑھتے ہیں تو علاوہ اُن نقصانات کے جن کا اوپر ذکر ہوا خواہ مخواہ اُن کے قلب میں ان منصف اور عادل رعایا پرور بادشاہونکی طرف سی بھی نفرت پیدا ہوتی ہے اور جو وقعت انکی بحیثیت ایک عالی شان و عادل بادشاہ ہونیکے سوقت تک اُن کے دلوں میں تھی وہ یک لخت جاتی رہتی ہے لیکن کیا غیر مسلم نا انصاف مورخوں کا یہ بیان یعنی جبر و ظلم کے مصنوعی داستان صحیح ہے کیا سلطان محمود اور شہنشاہ اورنگ زیب ایسے ہی جابر و ظالم بادشاہ اور ناخدا ترس حکمران تھے جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے اوسکی تصدیق و تکذیب واقعات سی کر سکتے ہیں عرصہ دراز تک ہم اس پر غور کرتے رہے کہ ان غلط بیانیوں کو دلنشین طریقہ پر کسی طرح دور کیا جاوے اور ان داستانوں کے نقصان رسانی اثر کو جو جبر و ظلم سے منسوب کیجاتی ہیں کس طریقہ پر

رفع کیا جائے۔ تاکہ نفاق و عداوت کی وہ خلیج جو ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان حائل
ہو گئی ہیں دور ہوں اور یہ دونوں بردست تو ہیں ایک دل ایک جان ہو کر ملک کی
ترقی و سر سبزی میں حصہ لیں بہت سے غور و تامل کے بعد ہمیں صرف یہ صورت نظر آئی
کہ ہم مورخوں کے بیان کردہ واقعات کی تشریح اسی قوم کے مورخوں ہی کے
بیان سے کریں جنھوں سے وہ حوالہ قلم کئے ہیں اس قسم کی ایک کتاب کی ترتیب کا
خیال تو عرصہ سے تھا لیکن یہ خیال عملی صورت میں اس طرح آیا کہ علمی کتب کے مطالعہ کی
سلسلہ میں جب میری نظر سے بعض ایسی کتابیں گذریں جو فلسفہ تاریخ پر مبنی تھیں
تو میرے دل میں تاریخ کے مطالعہ کا شوق بے اختیار پیدا ہوا اور میں نے انگریز
مورخوں کی تصانیف پڑھنی شروع کیں ان تصانیف میں زیادہ حصہ یورپ کی
تاریخ کا تھا یورپ کے حکمرانوں کے طریق حکومت غیر ملکی و قومی رعایا کے ساتھ ان کے
برتاؤ اور جبر و ظلم کے چشم دید واقعات پڑھکر میری آنکھیں کھلیں اور بلا اختیار
دل میں جوش پیدا ہوا کہ اب کام کو انجام دینا چاہئے اس سے پہلے تو صرف
یہی ارادہ تھا کہ واقعات کی تردید و تصحیح واقعات سے کر دی جاوے اور کچھ
تسکین بخش دلائل اس کے ساتھ تحریر کئے جائیں لیکن تاریخ یورپ کے مطالعہ نے
اس میں اضافہ کی ایک اور صورت پیدا کر دی اور وہ یہ ہے کہ شاہان اسلام کے زمانہ حکومت
میں جو بادشاہ یورپ میں حکمراں تھے اونکے طریقہ حکمرانی سے بھی انکا مقابلہ کر کے
دکھایا جائے کہ سیاست کی گوناگوں مصلحتیں کیا کچھ دکھا چکی ہیں ہمعصر بادشاہوں کے
موازنہ کا پہلو اگرچہ بالکل نیا نہیں ہے لیکن غالباً اردو میں جس طریقہ پر میں نے
اسکو لکھا ہے وہ جدت سے خالی نہیں ہے میرا منشا اس مقابلہ سے کمتری

و برتری یا عزت و ذلت نہیں ہے بلکہ صرف یہ دکھانا ہے کہ یورپ و ایشیا میں
حکمرانوں کا طریق وعمل و طرز سیاست ایک وقت میں کیا رہا ہے اور حکمرانی
کے فرق یا خرابی و خوبی نے ملک پر کیا اثر کیا ہے اور ملک کی سرسبزی
و امن و امان و صنعت و حرفت و تجارت پر حکمرانوں کے طریق حکومت کا کیا اثر
پڑا ہے اور کتنی تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ افسوس کہ تاریخ جیسے موضوع پر قلم اٹھانے
اور معلومات بہم پہنچانے کیلئے جس قدر ذخیرہ کتب کی ضرورت ہوتی ہے اتنا ذخیرہ
میں فراہم نہ کرسکا اگرچہ بعنایت ایزدی میرے کتب خانہ میں معقول تعداد مستند
کتب تواریخ انگریزی۔ فارسی۔ عربی۔ و اردو کی موجود ہے اور بعض کتب مجھکو
احباب کے ذریعہ سے دستیاب ہوئیں لیکن میرے نزدیک وہ ناکافی تھیں اس لئے
بہت ممکن ہے کہ جس موضوع پر میں نے قلم اٹھایا ہے یا کتاب میں جس امر پر بحث
کی ہے اسمیں پورے طور پر کامیاب نہ ہوسکا ہوں۔ میں اپنے صمیم قلب سے
عالی جناب مسٹر ڈبلو۔ ای۔ جے۔ ڈابس صاحب بہادر آئی سی۔ ایس
W.E.J. Dobbs Esqr I.C.S مجسٹریٹ و کلکٹر ضلع بلندشہر
کی خدمت میں ہدیہ شکر پیش کرنے پر اپنی فطرت سنت گزین سے جو شرافت
انسانی کیلئے طغرائے امتیاز ہے مجبور ہوں جناب کے اوصاف حمیدہ اور
اخلاق پسندیدہ و کمالات علمی کا اعتراف درحقیقت وہ اصحاب صحیح طور پر کرسکتے
ہیں جنکو آپ سے شرف باریابی حاصل ہے مجھکو جسقدر اعانت آپکی ذات
والا صفات سے اس تاریخ کی ترتیب و تالیف میں ملی وہ ہر آئینہ قابل ستائش
و تحسین ہے پروردگار عالم نے اس ذات خجستہ صفات کو رحمدل و خوش اخلاق و

و با مروت و عادل و منصف پیدا کیا ہے - گریک لیٹن - اور فرنچ مضامین کا ترجمہ
کتب تواریخ کی فراہمی اور کار اہم کی تکمیل میں مختلف ذرائع سے ہمت افزائی
آپ ہی کی ذات بابرکات کے فیوض تھے - بالخصوص تاریخ اسپین جو مجھکو بطور نذر
عنایت فرمائی جس سے مجھکو بہت مدد ملی اگر صاحب موصوف کی ہمت افزائی اور
سچی ہمدردی میری دستگیری نہ کرتی تو مجھ ضعیف و ناتوان ناقص الذرائع و ہیچمدان
کو طاقت نہ تھی کہ اس راہ دشوار گذار پُر خار کو طے کرتا - ہزاروں ٹھوکریں قدم
بقدم کھاتا - بلکہ عجب نہ تھا کہ ناشاد و نامراد اس دار فانی سے راہی عدم
ہو جاتا - صاحب بہادر کے شکریہ میں یہ شعر پڑھتا ہوں - بیت
اگر ہر موے من گردد زبانے :. ز تو رانم بہر یک داستانے
علاوہ اس کے میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ مسٹر سی ایم کالٹ صاحب بہادر آئی
سی - ایس - C.M. Collett esq. I.C.S. کا تہ دل سے
شکریہ ادا کروں صاحب موصوف نے میرے ساتھ بہت ہمدردی فرمائی
انگلینڈ England سے میرے لئے تاریخ انکویزیشن -
(Inquisition بطور نذر بھیجی یہ کتاب نہایت بیش قیمت اور کمیاب ہے
باوجود تلاش بسیار ہندوستان میں دستیاب نہوئی اس سے مجھکو بہت زیادہ
مدد ملی - اس تاریخ سے عجیب و غریب و ہولناک واقعات خونخوار انکویزیشن کے
معلوم ہوتے ہیں جنکو پڑھکر انسان کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں بزرگ
پادریان دین عیسوی نے کس قدر ظلم و ستم کئے ہیں اور ہزارہا بے گناہ زن
مرد کی خوں ریزی کی ہے یہ بزرگ خونریزی میں بڑے خونخوار و سفاک تھے

بیرحمی و سنگدلی میں بیباک تھے اُن کے سزاؤں کے طریقے بہت ہولناک تھے
میں اصحاب ذیل کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ بعض صاحبوں نے زبانی
واقعات وہدایات سے میری امداد فرمائی اور بعض صاحبوں کی توجہ سے بہت
سی نادر اور قیمتی کتابوں کے مطالعہ کا موقع بہم پہونچا۔

(۱) مسٹر سی۔ اے ممفورڈ صاحب آئی سی۔ ایس۔ C. A. Mumford Esq. I.C.S.

(۲) مسٹر ای ڈی ایم ہمفریز صاحب آئی سی۔ ایس E. de. M. Humphries Esq. I.C.S.

(۳) مولوی محمد ذکاء اللہ خانصاحب ایم اے ڈپٹی کلکٹر

(۴) مولوی محمد مظہر الحق صاحب ڈپٹی کلکٹر

(۵) مولوی محمد عبد الحلیم صاحب بی اے سب جج

(۶) منشی محمد خانصاحب رئیس اعظم و آنریری مجسٹریٹ بلندشہر۔

(۷) لکھو کا بابو صاحب سکرٹری ڈسٹرکٹ بورڈ

(۸) مسٹر سید حسن صاحب برنی۔ بی اے ایل ایل بی۔

(۹) چودھری چیتر سنگھ صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل بی

(۱۰) کنور محمد تحسین علی خانصاحب رئیس کھیلیا ضلع بلندشہر۔

(۱۱) سید عباس علی صاحب سبزواری بلندشہر۔

(۱۲) منشی عبد الرحمن صاحب بلندشہر

(۱۳) حکیم فیض الحسن صاحب بلندشہر۔

(۱۴) مولانا حبیب اللہ عرف آغا رفیق صاحب ایڈیٹر اخبار مدینہ بجنور۔

ڈیڈی کیشن

گر قبول افتد زہے عز و شرف - میں اپنی اس ناچیز تالیف کو جو میری عرصہ دراز کی محنت شاقہ کا نتیجہ ہے اپنے جلیل القدر مربی و محسن عالی جناب نواب الاشان سرفخر قوم راجپوتان قدر دان ہر علم و فن و زینت بخش انجمن شعر و سخن خورشید اوج حشمت و تاجداری رونق افزائے اکلیل ریاست و کامگاری سحاب عدل انصاف امیر ابن امیر عالی جناب معلی القاب آنریبل لفٹنٹ نواب حافظ محمد احمد سعید خانصاحب بہادر دام اقبالہٗ و زاد اللہ حشمتہ۔ سی۔آئی ای۔ ایم۔ بی۔ ای وزیر صیغہ زراعت و حرفت ممالک متحدہ کے اسم گرامی پر معنون کرنا اپنے جذبہ سپاس گذاری کا فرض اولین خیال کرتا ہوں۔ حضرت ممدوح کی عنایات خسروانہ و عطیات حاتمانہ نے مجھ جیسے بے بضاعت ہستی کو اس کار خطیر پر آمادہ کیا۔ ورنہ بہت ممکن تھا کہ میرے پراگندہ خیالات معرض ظہور میں آنے سے قاصر رہتے۔ دنیا میں اکثر قابل اشخاص مالی مشکلات کی وجہ سے اپنے جواہر طبع کو عملی جامہ پہنانے سے مجبور رہتے ہیں اور مجھکو بھی افسوس ناک کلیہ کا تابع ہونا پڑتا اگر نواب صاحب ممدوح کی فیاضی اور دریا دلی میری معاونت نہ کرتی اس دعا پر ختم کرتا ہوں ؎

الٰہی در جہاں باشی با قبال ٭ جواں بخت و جواں دولت جواں سال

احقر العباد سید عبدالعزیز عباسی الہاشمی رئیس چھپراوت ضلع بلند شہر

یکم اگست ۱۹۲۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شہنشاہ بابر ہندوستان

سنہ ۱۵۲۶ء لغایت سنہ ۱۵۳۰ء

مسلمانان ہند کے ادبار کا زمانہ تھا۔ باہم نااتفاقی پھیل گئی۔ نزاکت اور عیش و آرام کی طبیعت خوگر ہوگئی۔ قطعاً نکمّے اور بیکار ہوگئے۔ قدیمی جفاکشی اور زور و قوت جس کے ذریعہ سے ان پہاڑی آدمیوں نے اہل ہند کو مسخر و فرماں بردار کیا تھا معدوم ہوگئی یہ فاتح قوم ایک گروہ مفسدو نکما بن گیا۔ بادشاہت کے عیش و عشرت حاصل کرنے کے لئے جان دیتے تھے مگر حکمرانی کی قوت و قابلیت نہ رکھتے تھے۔ عزت و حرمت جو غیر ملک والوں کی ہوتی ہے۔ جو حفظ مراتب رکھتے ہیں اور قواعد مذہبی اور اخلاقی صحبتوں کی شرائط کی بہت احتیاط سے پابندی کرتے ہیں۔ جب ان قواعد کی پابندی ترک کر دیتے ہیں تو حقیر ہو جاتے ہیں۔ مسلمانوں کی محلسرائے میں بکثرت ہندو عورتیں داخل ہوگئیں اور اہل ہنود نے جو منافقانہ مسلمان تھے بڑے بڑے عہدوں پر ترقی پائی اور مسلمانوں کے اختیارات مخلوط النسل لوگ استعمال کرنے لگے تو سلطنت دہلی عالم بالا کو رخصت ہوئی بڑے صوبوں میں جداگانہ بادشاہ بن گئے چھوٹے اضلاع حتی کہ بعض شہروں میں وہاں کے حاکم خود مختار ہو گئے جو کسی کے مطیع فرمان نہ تھے۔

احکام شاہی کی کچھ وقعت نہ رہی۔ طوائف الملوکی ہو گئی۔ تیمور کے حملہ و خاندان تغلق کی بربادی کے بعد جو صدی گذری اوسمیں دہلی کی عظمت رفتہ کی واپسی کی بہت کوشش کی گئی۔ مگر شاہان سادات بالکل ناکام رہے۔ لیکن ان کے بعد شاہان لودی نے شروع شروع میں بہت دانشمندی اور قابلیت ظاہر کی سلطان بہلول لودی جو سنہ ۱۴۵۱ء میں کمزور سادات کی حکومت ختم ہونے پر حکمراں ہوا۔ نہایت بہادر سپاہی اور سادہ مزاج تھا۔ اوس نے صرف اس پر اکتفا کیا کہ بادشاہ کہلایا جائے بجائے اس کے کہ شان و شوکت شاہی کا اظہار کیا جائے اُس نے دہلی کے قرب و جوار پر قبضہ کیا اور چوتھائی صدی تک جنگ کرنے کے بعد مملکت جونپور معہ صوبجات ملحقہ کے ملک بہار تک فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا اوسکے بیٹے سلطان سکندر نے جو اسکا قابل جانشین تھا جو سنہ ۱۴۸۹ء میں تخت نشین ہوا بہار کے ملک کو پورے طور پر تسخیر کیا جہاں کہ شاہ حسین آخری بادشاہ جونپور پناہ گزیں ہوا تھا۔ اور بادشاہ بنگال سے معاہدہ ہوا کہ قدیمی طریقہ سے سلطنت دہلی اور بنگال میں دوستانہ مراسم جاری رہیں گے۔ راجپوت۔ راجگان دھولپور۔ چندیری۔ اور گوالیار نے سلطان سکندر کی اطاعت قبول کی اور سلطان کے سلطنت دہلی معہ پنجاب۔ دوآب۔ جونپور۔ اودھ۔ بہار ترہٹ اور ممالک درمیان ستلج اور بندھیل کھنڈ زیر حکومت تھی جسکی وجہ سے سلطنت دہلی کی عظمت و شان قائم ہو گئی۔

اگرچہ اس وسیع سلطنت پر بظاہر ایک بادشاہ حکمراں تھا مگر حقیقت صوبونکی

گورنر اور جاگیردار اور دیگر حکام اپنے اپنے ممالک پر خودمختار حکمراں تھے
اور چونکہ رعایا کی سزا و جزا نفع و نقصان انکے ہاتھ میں تھا۔ لہذا وہ لوگ
انکو اپنا مالک سمجھتے تھے رعایا نے نہ کبھی بادشاہ کو دیکھا تھا نہ اوس سے
کچھ تعلق تھا۔ ہر صوبہ کا حاکم اپنی مرضی کے موافق حکومت کرتا تھا۔ قانون
شاہی کی پابندی نہیں کی جاتی تھی۔ شاہان لودی نے نہ صرف اپنی قوت
بڑھانے کیلئے بلکہ ملکی ضروریات کی وجہ سے افغانوں کو جو انکی ہم قوم
اور ہم ملک تھی عام طور پر بڑے عہدے دیئے تھے اور بڑے صوبوں کی
حکومت سپرد کی تھی۔ چنانچہ لودی اور لوہانی قوم کے لوگ بڑی بڑی جاگیروں کے
مالک تھے جسکو اپنے خیال کے مطابق وہ اپنی ملکیت سمجھتے تھے اور بجائے اسکے
کہ بادشاہ کی عطا و بخشش سمجھتے اپنی قوت بازو اور تلوار کے زور سے اوس پر
اپنا قبضہ تصور کرتے تھے۔ جو سلطنت ایسے امرا کی پشت پناہی کی محتاج ہو
جو انتہا درجہ کے خونخوار و مفسد ہوں اونکے ساتھ بادشاہ کو خاص طور پر
سلوک و مہربانی کرنا و عطیات کرکے اونکو مطیع و رضامند رکھنا چاہئے تھا۔
افغانوں کو حد سے زیادہ یہ امر ناگوار ہے کہ کوئی شخص اپنی غیر واجبی بزرگی
اور فرضی برتری کا اونپر اظہار کرے اور تکلیف دہ قواعد دربار اور فرمانبردارانہ
آداب شاہی بڑی دشواری اور اکراہ سے برداشت کرتے تھے۔ اونکے نزدیک
بادشاہ بحیثیت ایک سردار اعلی اونمنظورشدہ لڑائی کے افسر کے تھا لیکن یہ
کسی طرح جائز نہیں تھا کہ وہ خودنمائی یا شیخی کرے اور اپنے معزز
آزاد ہم قوموں کی ساتھ بیجہ سختی کا برتاؤ کرے جس کی قوت بازو اور

زورِ شمشیر پر اوسکی سلطنت کا دار و مدار تھا۔ بدقسمتی سے دہلی کا جدید بادشاہ سلطان ابراہیم بن سکندر شاہ ۹۲۴ھ ۱۵۱۸ء میں اپنے باپ کی جگہ تخت نشین ہوا۔ یہ بادشاہ قواعد دربار اور آداب شاہی کی سختی سے پابندی کرانا چاہتا تھا۔ اُسنے حکم دیا کہ بڑے بڑے افغان سردار دربار میں اوسکے روبرو دست بستہ خاموش و سرنگوں کھڑے رہیں اور دیگر قواعد دربار کی پابندی کرانے سے سخت پریشان کیا ان کی قوت سے خائف ہوکر چونکہ افغانوں کی ایک باثر گروہ نے شاہزادہ جلال سلطان کے بھائی کے جو جونپور کی حکومت کے واسطے نامزد ہوا تھا مدد کی تھی جبکہ اوسنے نادانی سے نصف سلطنت کی خواہش کی تھی جس میں وہ ناکامیاب رہا بجائے اسکے کہ سلطان افغانوں کو اخلاق و محبت برادرانہ و بخشش و عطاسے رضامند کرکے اپنا مطیع و فرمان بردار بناتا اُس نے اپنی رعایا کے اونی درجہ کے لوگوں سے وہ برتاؤ شروع کیا جو افغان امرا اُنکے ساتھ کرتا تھا جب کہ ناراضگی پھیلی اور ہنگامے پیدا ہونے لگے تو اُس نے ایک اور حماقت کی کہ ان بھڑکتے ہوئے شعلوں کو چند سربرآوردہ امیروں کے خون سے بجھانیکی کوشش کی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام ملک میں آتش بغاوت مشتعل ہوگئی۔ اضلاع مشرقی اودہ۔ جونپور۔ اور بہار کے باشندوں نے جہاں افغانوں کی قوت بہت زیادہ تھی دریا خاں لوہانی کو اپنا سردار بنایا اور بادشاہ کی مخالفت اور مقابلہ کو آمادہ ہوگئے۔ پنجاب میں دولت خاں جو افغانوں میں نہایت سربرآوردہ تھا اور جس نے ستر برس پہلے

خاندان لودی کی تخت نشینی میں مدد کی تھی۔ بادشاہ کے چند معزز اور نامی امیروں کو بے گناہ قتل کرانے سے خائف ہوکر باغی ہوگیا۔ سلطان ابراہیم کی حکومت ناقابل برداشت ہوگئی حتی کہ اوسکی قوم کے لوگ بھی ناخوش ہوکر اوس سی علیحدہ ہوگئے اور اسکا چچا علاؤالدین بھاگ کر کابل پہونچا اور تیموری خاندان کے جانشین سلطان بابر سے امداد کا خواستگار ہوا بادشاہ کابل ایسا شخص نہ تھا کہ ایسے موقع سے نفع اٹھانے میں تامل کرتا یہ بادشاہ نہایت دلیر و شجاع اور نہایت متواضع و با اخلاق تھا اوسمیں دو بڑے زبردست مشہور خونخوار بادشاہوں مغل اور ترک یعنی چنگیز خاں اور تیمور کا خون ملا ہوا تھا دلیر تاتاری خصلت میں اوس نے ایرانیوں کی شائستگی طبیعت اور تہذیب و اخلاق اور مغلوں کی متانت اور ترکوں کی بے مثل جرءت و استعداد یکجا کرکے ہندوستان کی تسخیر کا سامان کیا یہ خوش نصیب سپاہی اگرچہ سلطنت کا بانی نہ تھا لیکن اُسنے ایک بڑی زبردست سلطنت کا پہلا بنیادی پتھر قائم کیا۔ جسکو اوسکے پوتے مشہور اکبر نے اتمام کو پہنچایا۔ ہندوستان سے اوسکے تعلقات جبکہ اوسکی آخری عمر کے بارہ برس باقی رہے تھے شروع ہوئے۔ اوسکی عمر کا شروع حصہ اپنی موروثی جائداد کے حاصل کرنے کی لڑائی جھگڑوں میں بیکار صرف ہوا۔ نوجوانی کا زمانہ سلطنت کابل کے انتظام میں گذرا لیکن ہمیشہ اسکو اپنی آبائی ملک کی حاصل کرنیکا خیال رہا چھتیس ۳۶ برس کی عمر میں اُسنے اوس سلطنت کی واپسی کے خیال کو جو دریائے فراط و جیحون پر واقع تھی ترک کیا اور ہندوستان کی فتح کرنے پر متوجہ ہوا۔

پانچ حملے اُس نے شمالی حدود ہندوستان پر کئے مگر پانچواں حملہ فتح کامل تھا پانچ برس وہ ہندوستان میں رہا جسکو اُسنے اپنی ملکیت بنالیا تھا اور اڑتالیس برس کی عمر میں اوسنے وفات پائی بابر کی مستقل جگہہ تواریخ میں اوسکی ہندوستان کی فتوحات سے شروع ہوتی ہے ۹۳۲ھ ۱۵۲۶ء جس سے خاندان شاہی کی سلطنت کی راہ کھلی۔ اوسکا رتبہ سوانح عمری اور علوم میں اوسکے شروع میں پر خطر حادثوں میں استقلال و ثابت قدمی سے صبر و تحمل کرنے اور ایک دلچسپ تاریخ کے تصنیف کرنے سے ہے۔ بابر نہ صرف خوش قسمت سپاہی تھا بلکہ نہایت مہذب اور تعلیم یافتہ شخص تھا۔ فارسی جو نہایت شائستہ زبان ہے اور وسط ایشیا اور ہندوستان کی (دیلیٹن) زبان ہے بابر اسکا عالم تھا اور فارسی کے اشعار نہایت عمدہ کہتا تھا ترکی میں جو اسکی مادری زبان تھی اوسکو مہارت کامل تھی اسمیں نظم و نثر نہایت عمدہ لکھتا تھا اوسکے زمانہ میں شاہزادے بڑی محنت سے علم حاصل کرتے تھے اور نظم وغیرہ لکھتے تھے جسپر اونکو بڑا فخر تھا۔ بابر فارسی کے رباعی اور دیگر اشعار فی البدیہ خوب کہتا تھا اور نہایت خوشنویس تھا تعلیم یافتہ لوگ اور عالموں کی صحبت رکھتا تھا اور علم کا قدردان تھا۔ تاریخ بابری اوسنے نہایت قابلیت سے لکھی ہے بڑی دلچسپ کتاب ہے۔ بابر نہایت زود فہم و ذہین اور مردم شناس تھا اور شیرین کلام بردبار و متحمل مزاج تھا بااخلاق دلیر و شجاع مستقل مزاج اور محبت و مروت میں بے مثل تھا۔ لوگوں کے دلوں کو تسخیر کر لیتا تھا نہایت دیانتدار اور ایماندار تھا۔ شہنشاہوں کا سلسلہ جو بابر کی نسل سے تھے

معدوم ہوگیا۔ لفظ مغل کا اثر دریائے فراگا کے کناروں سی بالکل جاتا رہا۔ جن روسیوںکو کہ ترک ذلیل وخوار سمجھتے تھے اب وہ اُن کے غلام ہیں۔ ہندوستان میں خاندان تیمور کے آخری بادشاہ بہادرشاہ نے جلاوطنی کی حالت میں بمقام رنگون ذلت وپریشانی سے اپنے ایام زندگی ختم کیے جس طرح سی کہ نپولین فرانس کے بادشاہ کی آخری عمر کا حصہ جزیرہ سینٹ ہلیناؔ میں نظربندی میں بسر ہوا چنگیز خان کی اولاد نے روس کے افسرونکی اطاعت قبول کرلی۔ بابر کے خاندان کی شان وشوکت بالکل جاتی رہی مگر بابر کی سوانح عمری اور دیگر واقعات زندگی ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ وہاں میں کچہہ ترمیم ہوگی نہ فنا ہوں گے۔ بابر کے ابتدائی واقعات کتب تواریخ کے پڑھنے سے معلوم ہوں گے کیونکہ وہ ہندوستان سے بہت دور دریائے جیحون کے اس پار واقع ہوئے ہیں جہاں تیمور کی اولاد نے اوسکی وسیع سلطنت جو اوسکے قوی فولادی بازو کی ہوتے ٹھنڈا ہوتے ہی ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی تھی حاصل کرنے میں بہت کوشش کیں تیمور کی فتوحات جو جدید تہیں اور بہت جلد حاصل ہوئی تھیں اونکو مستقل سلطنت کے طورپر قائم رکھنا نہایت دشوار تھا یہ فتوحات بالکل ایسی تہیں کہ جیسے یکایک ایک زبردست ہوا کے جھونکے نے آگ مشتعل کرکے کچہہ عرصہ کے واسطے ایک سرسبز جنگل کو جلادیا ہو۔ لیکن جب وہ شعلہ آتش گذر گیا تو وہ جنگل سوختہ پھر سرسبز وشاداب ہوگیا۔ حتی کہ اپنے اصلی وطن دریائے جیحون کے نواح میں ایک صدی کے اندر خاندان تیموری تباہ وبرباد ہوگیا۔ اوس آگ کی کچہہ چنگاریاں باقی رہ گئی تھیں جو کچہہ عرصہ تک روشن رہیں۔ مگر چونکہ اونکی

رونق قائم رکھنے والا کوئی نہ تھا وہ رفتہ رفتہ بالکل گل ہو گئیں اس کے بعد اس وسیع اور زبردست سلطنت کی یادگار وہ چھوٹی سی بادشاہت رہ گئی جو تیموری خاندان کے ایک جلا وطن مگر بہادر و پرجوش شاہزادے نے کابل کی دروں اور پہاڑیوں میں اپنی قابلیت سے قائم کی جہاں سے زبردست مغلوں کا نکاس ہوا جو دہلی و آگرہ کے فخر تھے۔

اس بڑی آگ کی باقی ماندہ چنگاریوں میں سے بابر تھا جس نے ۱۴۹۴ء میں گیارہ برس کی عمر میں یکایک اپنی آپ کو صوبہ فرغانہ کا بادشاہ پایا۔ یہ صوبہ دریائے فرات کے نواح میں ہے۔ چھٹی پشت میں موروثی حق سے یہ سلطنت بابر کو ملی۔ آجتک اس عمر کے کسی لڑکے کو ایسے خوفناک و پرخطر راستے کا سامنا ہوا تھا۔ جس کے ذریعہ سے نوجوان بادشاہ فرغانہ عظمت و شان کی بلندی کی انتہا پر پہونچ گیا اوسکی تمنا تھی کہ سمرقند اپنے دادا تیمور کی سلطنت پر حکمرانی کروں۔ مگر اس عظیم الشان سلطنت کے درمیان میں حاسد رشتہ دار اور دغاباز سردار اور باغی رعایا اور وزرا قزلوں مخالف قوم اُزبک سدراہ تھے۔ دو مرتبہ بابر تیمور کے تخت پر بیٹھا مگر دونوں دفعہ جلا وطن کیا گیا اور آوارہ و پریشان حال جنگلوں اور پہاڑوں میں مارا مارا پھرا۔ چرواہوں کی جھونپڑیوں میں پڑتا تھا۔ یا اپنی ماں کے مغل رشتہ داروں میں پناہ گزین ہوتا جو شمالی درہ ہائے کوہ میں آباد تھے اور اُنکی ناپسندیدہ اطوار اور کج خلقی کے برتاؤ کی برداشت کرتا۔ متواتر دس برس کی کوششیں چند روزہ فتح کی خوشی پھر سخت شکست کا صدمہ اور طرح طرح کی مصیبتوں

اور آفتوں کا سامنا اس شیر دل نوجوان نے نہایت استقلال اور
تحمل سے برداشت کیں یہ صفات منجملہ اوسکے دیگر اعلیٰ درجہ کی خوبیوں کے
تھیں۔ آخر اوس نے اپنی چھوٹی سی سلطنت کابل پر اکتفا کیا۔ یہ سلطنت
بمقابلہ موجودہ امیر افغانستان کی سلطنت کے بہت چھوٹی تھی لیکن اس
پہاڑ کی سرداری ایسے بادشاہ کی حوصلہ اور ہمت کے آگے ناکافی تھی۔
جو دو مرتبہ سمرقند کی سلطنت پر حکمران رہ چکا تھا۔ بابر کے دل سے اپنی
آبائی سلطنت پر حکمرانی کرنیکا خیال ابھی دور نہ ہوا تھا مگر تیسرے حملہ کی سخت
ناکامیابی نے جو سمرقند حاصل کرنیکو اوسنے ۱۵۱۲ء میں کیا تھا اوس کو
بالکل ناامید کر دیا اور وہ ہندوستان کی فتوحات کی طرف متوجہ ہوا جبکہ وہ
اپنی پہاڑی مملکت کے انتظام اور سرکش قوام کے مطیع کرنے میں مصروف
تھا اوسکا خیال ہمیشہ مشرقی ملک کی طرف رہتا تھا چند مرتبہ اوس کے
حملے ہندوستان کی سرحد تک ہوئے بیس برس کابل میں سلطنت کرنیکے
بعد اوس نے ہندوستان کی فتح کا مستقل ارادہ کیا۔ ۱۵۱۹ء ۹۲۵ھ میں جو اوسنے
باجور پر حملہ کیا تھا جو ہندوستان میں چترال کے قریب ہے اوسکا
ابتدائی حملہ تھا جسمیں بھیرا پر جو دریائے جہلم پر واقع ہے اوسکا قبضہ
ہو گیا۔ اس طرح بابر نے ملک پنجاب میں اپنا قدم جمایا۔ اور اوس ملک پر
اپنا آبائی استحقاق ظاہر کیا کیونکہ ایک سو بیس برس پہلے تیمور نے اس
ملک کو فتح کیا تھا لیکن یہ استحقاق برائے نام تھا کیونکہ بابر کے کابل
واپس ہوتے ہی ہندوستانیوں نے پھر اپنے ملک پر قبضہ کر لیا

لیکن ۹۳۰ھ ۱۵۲۴ء میں جبکہ اوس نے ہندوستان پر فوج کشی کرکے فتح کرلیا
تو اوسکا مستقل طور پر قبضہ ہوگیا۔ سلطان ابراہیم کے چچا علاء الدین کی درخواست
امداد جسکا اوپر ذکر ہوچکا ہے ایک چنگاری تھی جس نے عرصہ دراز کی تیار شدہ
فلیتہ کو روشن کردیا۔ یہ دعویدار تخت دہلی ایسے امر کی ترغیب کیواسطے
کابل آیا۔ جسکو بابر کی طبیعت پہلے سے منظور کرچکی تھی اس سے زیادہ
مناسب موقعہ اور کیا ہوسکتا تھا۔ عام ناراضی پھیلنے اور گروہ بندی سے
ہندوستان میں بہت بدنظمی ہورہی تھی۔ بابر ہر طرح تیار اور قوی تھا
خاندان لودی کا ایک با اثر شخص اوسکا ساتھی اور مددگار تھا۔ بابر نے
طبل جنگ بجوایا اور بہیرا کے راستہ بہت جلد لاہور کی نواح میں پہونچگیا
فوج دہلی نے باغی دولت خاں کو لاہور سے خارج کردیا تھا لیکن فوج کابل
نے اوسکا بدلہ پورے طور پرلیا۔ دہلی کی فوج کو شکست دیکر بہت آدمیوں کو
قتل کیا اور انکا تعاقب کرکے لاہور کے بازارونکو لوٹا اور آگ لگادی۔
بابر پنجاب کی دارالسلطنت لاہور میں چار روز قیام کرکے بہت تیزی
سے چلکر دیبالپور پہونچا اور اس شہر کو فتح کرکے غارت کیا اور یہاں کی
متعینہ فوج کو قتل کرایا اوس نے اس صوبہ کی حفاظت اور نگرانی کیواسطے
ایک معتبر سردار کو مامور کیا اور دیبالپور علاء الدین کے سپرد کیا۔ ایک
مغل افسر کو اوسکی نگرانی کے واسطے تعینات کیا اور خود فراہمی لشکر کے
واسطے کابل کو واپس ہوا۔ نومبر ۹۳۲ھ ۱۵۲۵ء میں ہندوستان کی آخری فتح کیواسطے
بابر روانہ ہوا اوسکا بڑا بیٹا شاہزادہ ہمایوں بدخشاں سے فوج

لیکر حاضر ہوا۔ اور خواجہ کلاں جو اوسکا بڑا بہادر اور تجربہ کار جرنیل تھا افواج غزنی کا سپہ سالار مقرر ہوا۔ دولت خاں نے امداد کا وعدہ کرکے دغا کی اور چالیس ہزار فوج لیکر بابر کے مقابلہ کو آمادہ ہوا اور اپنی کمر سے دو تلواریں باندھیں جسکا مطلب یہ تھا کہ یا تو فتح کرونگا یا مرونگا۔ لیکن بابر کے پہنچتے ہی یہ زبردست لشکر شکست کھاکر نیست و نابود ہوگیا اور بابر آگے کو روانہ ہوا۔ ۲۱ اپریل ۱۵۲۶ء ۹۳۲ھ کو میدان پانی پت میں فریقین کی درمیان فیصلہ کن لڑائی ہوئی یہ وہ مشہور تاریخی مقام ہے جہاں ہندوستان کی قسمت کا تین مرتبہ فیصلہ ہوا ہے۔ کئی روز تک بابر لڑائی کی تیاریوں میں مصروف رہا۔ اوسنے سات سو گاڑیاں جمع کیں اور اونکو چمڑے کی رسیوں سے آپس میں باندھ کر لشکر کے چاروں طرف حصار بنایا تاکہ سواروں کے حملہ سے لشکر محفوظ رہے اور ہر گاڑی کے درمیان میں ٹٹیاں اور ڈھالیں رکھوادیں تاکہ بندوقوں سے حفاظت رہے اوس کی داہنی جانب شہر پانی پت تھا اور بائیں طرف خندقیں اور درختوں کی قطار اوسکے لشکر کی محافظ تھیں۔ توپیں اور بندوقیں وسط لشکر میں رکھیں اسنے بڑی ہوشیاری یہ کی تھی کہ لشکر کی صفوں میں اتنا فاصلہ رکھا تھا کہ بوقت ضرورت ان میں سے نکل کر سو دو سو آدمی حملہ کر سکیں کوئی چیز سدراہ نہ ہو ۲۰ اپریل کی رات کو بابر کی فوج نے ابراہیم شاہ کی فوج پر شبخون مارا۔ لیکن تاریکی اور حملہ کی بے ترتیبی سے ناکامیابی رہی لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کیمپ کے محفوظ مقام سے دشمن باہر نکل آیا سلطان ابراہیم کو دشمن کی

فوج کے آسانی سے پس پا کر دینے سے جرأت ہوئی۔ اور ۲۱ تاریخ کی صبح کو اپنی فوج کا جو تعداد میں ایک لاکھ سوار و پیادہ اور سو جنگی ہاتھی تھے میدان مین لاکر پرا جمایا جس وقت بابر کو میدان میں دشمن کی صف آرائی معلوم ہوئی تو اوسنے اپنی فوج کو حکم دیا کہ خود آہنی (لوہے کی ٹوپی) سر پر رکھیں اور بدن میں زرہ پہنیں اور اپنے اپنے مقام پر کھڑے ہو جائیں۔ حصار کے اندر اسنے نہایت جنگی قابلیت سے صف بندی کی داہنی اور بائیں وسطی صفیں اور دلنے اور بائیں بازو کی صفیں صف پیشیں اور وقت ضرورت کے پس انداختہ حصہ فوج کو قاعدہ سے ترتیب دیا اسکے علاوہ دو زبردست گروہ تیر انداز مغلوں کی سب سے آخر داہنی اور بائیں طرف تعینات کئے کہ جب موقع دیکھیں تو چکر لگا کر دشمن کے پیچھے پہونچیں اور تیرباراں کریں۔ جسکا تباہ کن نتیجہ بابر خوب جانتا تھا فوج دہلی نہایت تیزی سے حملہ آور ہوئی جس جگہ سے چلی تھی بابر کی فوج تک کہیں درمیان میں قیام نہ کیا اور نکا رخ بابر کی داہنی طرف کی فوج پر تھا۔ اپنی فوج کی مدد کے واسطے بابر نے کچھ حصہ فوج پس انداختہ لشکر کا بھیجا۔ جب دشمن کا لشکر حصار بابری کی قریب پہونچا جہاں خندق اور ٹٹیوں وغیرہ کی روک تھی تو رکا لیکن پچھلے آدمیوں کے ریلے نے رکنے نہ دیا قدم اکھاڑ دئے اور بے ترتیبی ہو گئی دشمن کی سراسیمگی دیکھکر بابر نے اُن مغلوں کو جو اسوقت کے واسطے تعینات تھے حکم دیا کہ دشمن کے عقب میں پہونچکر تیرباراں کریں۔ چنانچہ یہ لوگ چکر دیکے اُن مقامات سے جو اس کام کے واسطے

خالی چھوڑے گئے تھے نکل کر دشمن کے عقب میں پہونچے اور ایسی تیر باری کی کہ دشمن کے حواس باختہ ہو گئے - استاد علی گولہ انداز دشمن پر سامنے سے اور مصطفی نے بائیں طرف سے گولہ برسا کر صفوں کی صفیں بچھادیں - اسوقت دشمن کی فوج چاروں طرف سے گھری ہوئی لڑ رہی تھی مغلوں کے حملے کے سخت حملے سے بدحواس ہو کر سب کا جماؤ وسط میں ہو گیا آدمیوں کی اتنی کثرت ہو گئی کہ تلوار چلانا دشوار ہو گیا - اس جکڑی ہوئی بے ترتیبی میں وہ مغلوں اور ترکوں کے ہاتھ میں تھے جنہوں نے ایک زبردست حملہ کر کے ہزارہا آدمیوں کو خاک و خون میں ملا دیا دوپہر تک سخت کشت و خون ہوا دہلی کی فوج شکست کھا کر بھاگ نکلی - بادشاہ ابراہیم مارا گیا - پندرہ بیس ہزار آدمیوں کی نعشیں اوسکے آس پاس پڑی ہوئی تھیں - اوسکا سر کاٹکر بابر کے سامنے پیش کیا گیا - صدہا قیدی اور ہاتھی اور گھوڑے اور ہر قسم کا مال غنیمت اوسکے سامنے لایا گیا - بابر لکھتا ہے کہ آفتاب ایک نیزہ آسمان پر بلند ہوا تھا کہ لڑائی شروع ہوئی اور دوپہر کے وقت دشمن کو شکست فاش نصیب ہوئی اور وہ بھاگ گئے اور میری فوج فتحیاب و کامیاب ہوئی خدا کے فضل و کرم سے یہ سخت مہم میرے واسطے آسان ہو گئی اور نصف دن میں یہ زبردست فوج خاک میں ملگئی - فوج کے دو دستے آگرہ اور دہلی پر قبضہ کرنے کے واسطے بھیجے گئے اور ۲۷ اپریل کو جمعہ کے دن دارالسلطنت کی جامع مسجد میں نئے شہنشاہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا جو شاہان مغل میں پہلا شہنشاہ تھا - دہلی اور آگرہ کے شاہی خزانوں میں بیشمار روپیہ تھا

بابر نے سب سے پہلے مال غنیمت سرداروں اور سپاہیوں کو تقسیم کیا شاہزادہ ہمایوں کو جس نے اس لڑائی میں بڑی شجاعت اور بہادری دکھائی تھی بابر نے ستر لاکھ روپیہ اور ایک خزانہ سربمہر جو کسی نے شمار نہ کیا تھا عطا فرمایا۔ بڑے مغل سرداروں کو کسی چھ لاکھ اور دس لاکھ روپیہ دیا گیا اور کوئی سپاہی بخشش و عطا سے محروم نہ رہا۔ حتی کہ تجارت پیشہ لوگ اور تمام ہمراہیان فوج کو انعام دیا گیا۔ اس فتح عظیم کی خوشی میں بہت سا روپیہ کابل بھیجا گیا تاکہ عورت مرد غلام و آزاد جوان و پیر سب رعایا کو تقسیم کیا جاوے۔ جب شاہزادہ ہمایوں نے وہ مشہور و معروف ہیرا (الماس) جسکی قیمت تمام دنیا کے نصف خراج برابر تھی جو راجہ بکرماجیت کے خاندان نے ہمایوں کو امداد کے شکریہ میں نذر کیا تھا بابر کے روبرو پیش کیا تو اوس نے خوش ہو کر نذر قبول کی مگر شاہزادہ ہمایوں کو وہ ہیرا بخشدیا۔ بابر کو زر و جواہر سے بالکل محبت نہ تھی۔ دہلی کے شاہی خزانوں اور دیگر مال غنیمت سے اوسنے اسقدر بخشش و عطا کی کہ سب لوگ غنی ہو گئے۔ وہ صرف اپنی شہرت پر اکتفا کرتا تھا۔ بابر دہلی کا بادشاہ ہو گیا مگر ابھی ہندوستان کا بادشاہ نہ تھا حتی کہ دہلی کی سلطنت کا بھی جسکی حدود دریائے سندھ سے ملک بہار تک اور گوالیار سے کوہ ہمالیہ تک تھیں وہ برائے نام مالک تھا اگرچہ خاندان لودی تخت حکومت سے علیحدہ کر دیا گیا اور اسکا بادشاہ مارا گیا مگر اسکا بھائی تاج کا دعویدار باقی رہ گیا اور آگرہ کے مغربی اور جنوبی ممالک مطیع نہیں ہوئے تھے۔

یہاں کے باشندے غیر زبان بولنے والے پردیسیوں کے سخت مخالف تھے اور ہر شہر کی رعایا اور حاکم مخالفت کے واسطے آمادہ تھے۔ دوآب اور راجپوتانہ کے قلعے دشمن کے حملہ سے محفوظ رہنے کے واسطے سامان جنگ وغیرہ سے آراستہ کر لئے گئے ان پردیسیوں کے نکالنے کو سب لوگ متفق تھے۔ باوجود بے تعداد دولت ملنے کے بابر کی فوج کو فاقہ کشی کی نوبت پہنچی۔ بابر لکھتا ہے کہ جب میں آگرہ آیا تو گرمی کا موسم تھا خوف سے تمام لوگ بھاگ گئے تھے پس نہ ہمکو آدمیوں کے واسطے ناج نہ جانوروں کے واسطے چارہ ملتا تھا۔ دیہاتیوں کو ہم سے اسقدر نفرت تھی کہ انھوں سے لوٹ مار چوری۔ اور ہلڑ مچا کر بد عملی کر رکھی تھی راستے غیر محفوظ ہو گئے تھے تقسیم خزانہ کے بعد مجھکو موقع نہ ملا تھا کہ کسی سردار کو بھیجکر دیہات اور پرگنات کا بندوبست کراتا۔ اس سال گرمی حد سے زیادہ سخت تھی اور بہت آدمی گرمی کی شدت سے بیمار ہو کر مر گئے۔ سپاہیوں نے شکایت کرنا شروع کی اور کابل کی سرد ہوا کی خواہش کرنے لگے اور اپنے ملک کی واپسی پر آمادہ ہو گئے یہ لوگ ہندوستان کو اس نظر سے دیکھتے تھے جیسے کہ ڈاکو کسی ایسے جہاز مغروقہ سے مال و اسباب لیا اور چلتے پھرتے نظر آئے لیکن اونکو ایک مستقل مزاج زبردست طبیعت والے آدمی کا سامنا تھا۔ بابر نے تمام سرداران اور افسران فوج کو جمع کیا اور سب سے گفتگو کی۔ اوس نے انکی گذشتہ محنتیں اور مشقتیں اور سفر کی تکلیفیں اور مصیبتیں جو انھوں نے برداشت کیں یاد دلائیں اور کہا کہ جس قدر دشمن

حاصل کرنے کے واسطے یہ اذیتیں گوارا کیں وہ خدا نے اپنے فضل وکرم سے عنایت فرمائیں۔ ایک زبردست دشمن مغلوب ہوا اور ایک عظیم الشان سلطنت اُن کے قدموں میں ہے۔ اور اب ہم جبکہ منزل مقصود پر پہونچ گئے اور بازی جیت لی تو کیا ہم اس دولت وحشمت کو جو اسطرح جانفشانی کرکے حاصل کی ہے بزدلوں اور شکست یافتہ لوگوں کی طرح چھوڑ کر کابل کو بھاگ جائیں۔ آیندہ سے جو شخص مجھکو عزیز رکھتا ہے کبھی اس امر کا ذکر زبان پر نہ لائے اور تم میں سے جو شخص یہاں ٹھیرنیکے واسطے رضامند نہیں ہے وہ اپنے گھر کو چلا جائے۔ بادشاہ کی تقریر سنکر سب لوگ نہایت شرمندہ ہوئے اور آیندہ کسیکو ایک لفظ کہنے کی جرأت وہمت نہوئی بابر کے ایام زندگی میں چند کام بھی ایسے مشکل دلیری کے ہیں جیساکہ ہندوستان کے بیچ میں مخالف قوموں اور بیدل اور ناخوش سپاہیونکے درمیان یہ جوانمردی کا ارادہ قیام کا تھا لیکن اوس کے اس استقلال کا نیک نتیجہ بہت جلد ظاہر ہوا کہ نہ صرف اوسکے آدمی بلکہ دشمن بھی اسکے مطیع ہوگئے سب سے پہلے دوآب سے ایک بڑا افغان سردار معہ دو تین ہزار فوج کے بابر کے پاس حاضر ہوا اور اطاعت قبول کی پھر ایک دوسرا زبردست سردار اپنے گرفتار شدہ لڑکوں پر بادشاہ کی رحمدلی اور مہربانی دیکھکر مطیع وفرماں بردار ہوگیا اس اثنا میں شاہزادہ ہمایوں نے ایک حیلہ سے سنبھل پر قبضہ کرلیا اور ان مفسد افغانوں پر جو مغرب کی طرف فوج لیکر روانہ ہوا جو دوآب کی جانب جمع ہوگئے تھے

لیکن شاہزادہ کی فوج کشی کی خبر سنکر وہ لوگ دریائے گنگا کو عبور کر کے
بھاگ گئے۔ مگر شاہزادہ نے اونکا تعاقب کیا اور جونپور اور غازی پور
پر قبضہ کیا اور وہاں کی حفاظت کے واسطے معمولی حصہ فوج کا چھوڑ کر کالپی
ہوتا ہوا اپنے باپ کی امداد کے واسطے جو ایک سخت لڑائی کے خطرہ میں
تھا پہونچا۔ چتوڑ کا رانا سنگھا جو تمام راجپوتوں کا سردار تھا اور بڑا
لشکر اوسکے پاس تھا ہندوستان میں بابر کا دشمن باقی رہا تھا۔
جس سے اب لڑائی کی نوبت پہونچی ایک سو بیس بڑے بڑے سردار
اسی ہزار سوار اور پانسو جنگی ہاتھی لیکر رانا کے ساتھ میدان جنگ میں آئے
مارواڑ آمیر و گوالیار اور اجمیر کے راجہ اور بہت سے اور لوگ معہ اپنی
فوجوں کے رانا کے شریک ہوئے رانا پورا تجربہ کار تھا اوسکے جسم پر
اسی نشان زخموں کے تھے۔ ایک ہاتھ اور ایک آنکھ لڑائی کی نظر کر چکا
تھا۔ اس بے شمار لشکر کو لیکر بیانہ پر حملہ آور ہوا شہنشاہ بابر نے تھوڑی سی
فوج قلعہ بیانہ کی طرف روانہ کی اور حکم دیا کہ وقتاً فوقتاً حملہ کر کے دشمن کو
لڑائی میں مشغول رکھیں۔ اور خود مع لشکر کے ۱۱ فروری ۱۵۲۷ء کو کوچ کیا
ابھی تک بابر کی لڑائیاں مسلمانوں سے ہوئی تھیں۔ یہ پہلی لڑائی ہندوؤں سے
ہوئی۔ علاوہ بریں یہ لوگ اعلیٰ درجہ کے جنگجو سپاہی تھے۔ بابر کو مختلف
قوموں کی لڑائی کی قابلیت معلوم تھی وہ مغلوں کے چکر لگا کر زبردست
جھپٹ اور اوزبکوں کے سخت حملہ اور افغانوں کی جنگ اور ترکوں کی استقلال
کی لڑائی سے واقف تھا۔ لیکن اب اسکا ایسے اعلیٰ قسم کے جنگجو سپاہیوں سے

مقابلہ ہوا کہ اب تک ایسے آدمیوں سے لڑائی کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ راجپوت بڑے بہادر ہیں لڑائی اور خون ریزی کے شائق ہوتے ہیں۔ قومی جوش میں بھر کر دشمن بھی فوج کے پورا تجربہ کار بہادر سپاہیوں سے لڑتے کے واسطے تیار تھے اور عزت و آبرو پر اپنی جان نثار کرتے تھے شہنشاہ نے سیکری میں مقام کیا جو بعد کو شہنشاہ اکبر کے وقت میں شاہی عمارت بنجانے کی وجہ سے فتح پور کے نام سے مشہور ہوا۔ بیانہ کی فوج بھی اسجگہ لشکر شاہی سے آملی۔ ان کی ایک دو لڑائیاں راجپوتوں سے ہوئی ہوئی تھیں۔ اور یہ انکی بہادری کی بہت تعریف کرتے تھے۔ یہ لوگ معمولی دشمن خیال کیے جانیکی لائق نہ تھے۔ اس خیال کا بہت جلد تجربہ ہو گیا۔ بابر کے لشکر کا ایک ناتجربہ کار امیر تھوڑے سے آدمی اپنے ساتھ لیکر لشکر کی حد سے کچھ آگے بڑھ گیا تھا راجپوتوں نے اونکو سخت نقصان پہونچایا اور مار کر بھگا دیا۔ چونکہ دشمن کا لشکر بہت قریب تھا شہنشاہ بابر نے اپنے لشکر کو فوجی ترتیب سے آراستہ کیا۔ مثل پانی پت کے اوس نے بیان ہی توپوں اور گاڑیوں کو پانچ قدم کے فاصلے سے زنجیرہ بند کر کے اپنے لشکر کے سامنے کے حصہ کو محفوظ کیا۔ مصطفی ترک نے لشکر کے بائیں بازو پر اپنا توپخانہ نہایت عمدگی سے قائم کیا۔ اوستاد علی گولہ انداز نے اپنے توپخانہ کو دوسرے طریقہ سے ترتیب دیا۔ جس موقع پر توپیں اور گاڑیاں نہ تھیں وہاں خندق کھودی گئی۔ اور اوسکے پیچھے روک کا سامان قائم کیا گیا ان انتظامات میں پچیس ۲۵ روز صرف ہوئے۔ بابر کے سپاہی جو راجپوتوں کی

کثیر تعداد اور غیر معمولی بہادری کے افسانے سنکر دل شکستہ ہو رہے تھے
اس عرصہ میں انکا عقیدہ درست ہوگیا۔ اس موقع پر بابر نے شراب پینے
سے توبہ کی اور گلاس وغیرہ توڑ ڈالے اور شراب زمین پر پھینکدی گئی
اور اپنے دل برداشتہ افسروں کو جمع کر کے یہ تقریر کی۔ کہ سپاہیان
اور افسران فوج جو شخص دنیا میں آتا ہے اوسکو ضرور ایک دن یہاں سے
رحلت کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ زندہ جاوید ہے۔ اوسکو کوئی تبدل و تغیر نہیں ہے
جو زندگی کے دسترخوان پر بیٹھا اوسکو آخرکار موت کا جام پینا پڑا۔ اس
سپنجِ فانی میں آنیوالے ایکدن اس اندوہناک مقام کو چھوڑ جائیں گے
ذلت کی زندگی سے عزت کے ساتھ مرنا بدرجہا بہتر ہے۔ خدا کا شکر ہے
کہ یہ نعمت عظمیٰ اُسنے ہمکو عطا فرمائی ہے کہ اگر ہم شکست کھاکر مارے جائینگے
تو اوسکی راہ میں شہید ہوں گے اور اگر فتح ہوگی تو جہاد کا ثواب پائیں گے
اور غازی ہوں گے۔ لہذا سبکو اس قادر و توانا خدا کی قسم کھاکر
عہد کرنا چاہئے کہ ہم ایسی موت سے ہرگز نہ ہٹیں گے اور نہ اس لڑائی
سے منہ موڑیں گے جبتک ہمارے جسم میں جان باقی رہے گی۔ اسکا
جواب سب نے بڑے جوش و خروش سے دیا۔ ہر شخص نے قرآن شریف
پر ہاتھ رکھکر قسم کھائی۔ اور تمام فوج کی ہمت بڑھ گئی۔ بابر نے دشمن پر
حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ شنبہ کے دن ۱۲ مارچ ۱۵۲۷ء کو بابر لکھتا ہے
میں نے لشکر اور توپوں اور گاڑیوں اور آلات جنگ کو جو پہلے تیار ہو گئے
تھے لیکر فوجی ترتیب سے آگے کو بڑھا۔ داہنا اور بایاں بازو اور وسطی

فوج سب اپنی جگہ پر تھے سامنے گاڑیاں اور توپیں اور دیگر آلات حرب تھے اوسکے پیچھے اوستاد علی گولہ انداز معہ اپنے بندوقچیوں کے تھا تاکہ فوج پیدل اور توپ خانہ کا سلسلہ جو پیچھے تھا منقطع نہو اور اونکو صف باندہ کر آگے بڑہنے کا موقع ملے جبکہ صف بندی ہوگئی اور سب آدمی اپنی اپنی جگہ کھڑے ہوگئے تو میں گھوڑا اوڑا کر ہر صف کے سامنے گیا اور افسروں اور سپاہیوں کی ہمت بڑھائی اور داہنی بائیں اور وسطی صفوں میں بھی گیا اور انکو جنگ کے متعلق ہدایات کیں جب سب انتظام ہوگیا تو وسیل کے قریب مینے اپنی فوج کو بڑہا کر قیام کیا بروز شنبہ ۱۶ مارچ ۱۵۲۷ء بمقام کنواہا دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا شہنشاہ بابر کی فوج کے داہنی بازو پر راجپوتوں نے سخت حملہ کیا اوسکی مدد کے واسطے فوراً شہنشاہ نے امدادی فوج بھیجی اور وسطی فوج نے دشمن پر گولہ باری شروع کی لیکن غول کے غول راجپوتوں کے بڑھے چلے آتے تھے اور لڑائی بہت سخت ہونے لگی کئی گھنٹہ تک دست بدست لڑائی ہوتی رہی بابر نے بازوؤں والے مغلوں کے گروہ کو حکم دیا کہ قاعدہ مقررہ سے چکر لگا کر دشمن پر عقب سے حملہ کریں اور توپوں کو آگے بڑھایا۔ اور خاصہ کی فوج کو وسطی بندوق والونکی مدد کے واسطے بہت تیزی سے بھیجا اور اُنکو بھی آگے بڑہنے کا حکم دیا۔ اس یکجائی حملہ سے دشمن کے حواس باختہ ہوگئے ہندوستان کے آدمی جب اونکے پیچھے سے حملہ کیا جاتا ہے تو بدحواس ہو جاتے ہیں۔ اس سراسیمگی میں راجپوتوں کی

صفوں کی ترتیب بگڑگئی اونکی اعلیٰ درجہ کی بہادری نے کچھ دیر تک لڑائی کو قایم رکھا بعد کو قتل گاہ بن گیا۔ استاد علی کے بڑے گولوں نے دشمنوں کو خاک و خون میں ملا دیا۔ آخر کار ہندوستان کی بہادری ناامید ہو کر آسمان کو پرواز کر گئی اور بہادر راجپوت جان بچاکر چاروں طرف بھاگنے لگے لیکن ترکوں نے کشتوں کے پشتے لگا دئیے۔ سارے بڑے سردار مارے گئے بعد کو اُن کے سروں کا مینار بطور یادگار وہاں بنایا گیا رانا سانگا بہت زخمی ہوا اور بمشکل اپنی جان بچاکر ایسا بھاگا کہ پیچھے پھر کر نہ دیکھا۔ چند روز کے بعد مر گیا آیندہ کبھی اوسکے خاندان کے کسی راجہ نے بابر کے خاندان کے بادشاہوں کا جنگ میں بذات خود مقابلہ نہیں کیا ایک سال کے اندر اس فاتح نے دو فیصلہ کن شکستیں دیں جن سے دو زبردست فوجوں کی قوت غارت ہو گئی پانی پت کی لڑائی میں مسلمان افغانوں کا خاتمہ ہو گیا اور کنواہا کی جنگ میں متفقہ بہادر ہند و نیست و نابود ہو گئے۔ مالوہ کے راجپوت وزیر اعظم میدنی راؤ کے زبردست قلعہ چندیری کی فتح سے ہندوؤں کی شکست کی تکمیل ہو گئی۔ قلعہ کے بالائی حصہ کے فتح کے وقت ناامید مجنون راجپوت سپاہیوں نے اپنی بی بی اور بچوں کو قتل کیا اور خود مرنے کے واسطے مسلمانوں کی تلواروں کے نیچے آپڑے۔ اور بہت سے آدمی بدحواسی کی حالت میں قلعہ کی فصیل پر سے کود کر مر گئے۔ راجپوتوں کی طرف سے اب کوئی اندیشہ باقی نہ رہا۔ مگر افغانوں کی دوسری حالت تھی اگرچہ دہلی میں مغلوب

ہو گئے تھے لیکن ملک بہار میں اونکی طاقت بہت زیادہ تھی حتی کہ انہوں
نے شہنشاہ کو راجپوتوں سے لڑائی میں مشغول دیکھکر لڑائی کی دہمکی
دی لیکن اُن کے ادبار کا زمانہ آگیا تھا۔ چندیرے کی فتح کے بعد فروری
۱۵۲۹ء میں بابر نے ممالک مغربی پر فوج کشی کی اوسکے پہنچتے ہی افغان
قنوج سے بھاگ گئے اور گنگا کے دوسرے کنارے پر اسکا انتظار کرنے
لگے۔ بابر اُن کے مقابلہ میں دریا کے اس پار خیمہ زن ہوا اور اس
بڑے دریا پر پانٹون (لوہے کے پیپے) کا پل بنانیکا حکم دیا۔ افغان
اس لغو حرکت پر مضحکہ اڑاتے تھے لیکن پل کی تیاری جلد ہی رہی۔
توپوں کی گولہ باری اور بندوقوں کے فیروں نے جو گنگا کے کنارے
اور قریب کے ایک چھوٹے جزیرہ سے کئے جاتے تھے پل بنانیوالے
انجنیروں کو دشمنوں کے حملہ سے محفوظ رکھا۔ اوستاد علی گولہ انداز
نے بڑی بھاری توپ سے جسکا نام ڈگ غازی تھا (یہ لقب اُس کو کنواہا
کی لڑائی میں دیا گیا تھا) سولہ مرتبہ روزانہ فیر کرنے میں بہت کامیابی
اور نام آوری حاصل کی اوس زمانہ میں توپ کے فیروں کی یہ اعلی
تعداد تھی ۱۳ مارچ ۱۵۲۹ء کو پل تیار ہو گیا اور تھوڑی فوج اوس
پل پر ہوکر لڑائی کے واسطے اوس پار گئے اور تین روز کے اندر
توپخانہ اور تمام لشکر بخیریت پل اوتر کر اوس پار پہونچ گیا۔ مگر دشمن
تھوڑی لڑائی کرنے کے بعد بھاگ گئے اور تعاقب نہایت سرگرمی
سے اور تنگ کیا گیا۔ صدہا آدمی مارے گئے اور اُن کا مال اسباب

ہاتھ آیا اور عورتیں اور بچے گرفتار ہوئے تمام افغانی فوج متفرق ہوگئی۔
موسم برسات کے شروع ہو جانے سے بابر آگرہ کو لوٹ آیا۔ آگرہ کی
کچھ اور ہی صورت ہوگئی تھی۔ بابر آب رواں کو دیکھکر بہت خوش ہوتا تھا
جمنا کے قریب املی کے درختوں میں اس نے کنوئیں اور تالاب بنوائے
اور گلاب اور نرگس باقاعدہ روش اور پٹیوں میں لگائے۔ ہندوستان
میں باغ کے اندر رہنے کا مکان بھی شامل ہے۔ بابر کا چار باغ جس میں
سنگ مرمر کی خوشنما عمارات بنی ہوئی تھیں اور جا بجا کیاریوں میں گلاب
لگا ہوا تھا۔ بڑا خوشگوار اور فرحت انگیز مقام تھا۔ ہندوستانیوں نے
چونکہ ایسا تفریح کا مقام کبھی نہ دیکھا تھا اوسکا نام کابل رکھا۔ بابر زیادہ
دن تک آرام سے نہ بیٹھنے پایا بہار کے افغان ابھی مطیع نہ ہوئے تھے
سلطان ابراہیم مرحوم کا بھائی محمود لودی انکے پاس آیا وہ لوگ
اپنے موروثی بادشاہ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوگئے جونپور اور
بہار کے زیادہ حصہ نے اوسکی اطاعت قبول کی اور سب سرداروں نے
برائے چندے باہمی مخالفت ترک کرکے افغانی سلطنت کے آخری
بادشاہ کی امداد میں شریک ہوئے۔ جنوری سنہ ۱۵۲۹ کے وسط میں بابر کو
جب کہ وہ دھولپور میں مقیم تھا اور سندہ پر فوج کشی کی تیاری کر رہا تھا
یہ خبر معلوم ہوئی وہ فوراً آگرہ چلا آیا اور اپنے لشکر کو کوچ کا حکم دیا
بابر کے آنے کی خبر سنکر افغانی فوج جسکی تعداد ایک لاکھ بیان کیجاتی ہے
منتشر ہوگئی اور لودی جھوٹا مدعی چنار سے فرار ہوگیا۔ جبکہ اوس نے

محاصرہ کر رکھا تھا - اور شیر خاں بنارس سے بھاگ گیا بابر تعاقب کناں بکسر پہونچا سب سے بڑا آور دہ افغان سرداروں سلتے حاضر ہو کر بابر کی اطاعت قبول کی اون کے بادشاہ نے جب دیکھا کہ سب لوگوں نے میرا ساتھ چھوڑ دیا تو اُس نے بنگال کی فوج میں پناہ لی سلطنت بنگال جیسا کہ ہم سابق میں بیان کر چکے ہیں خود مختار تھی دہلی کی ماتحت نہ تھی سردست بابر کا ارادہ اسکی تسخیر کا بھی نہ تھا تاوقتیکہ وہ کوئی دراندازی نہ کرے مگر اوسکا باغیوں کو پناہ دینا دوستانہ برتاؤ کے خلاف تھا اور سرحد پر بکثرت فوجوں کا جمع کرنا خطرناک تھا - جونپور سے بیس ہزار لشکر ساتھ لیکر بابر نے بنگالیوں کے مقابلہ میں دریائے گھاگرہ عبور کرنے کا ارادہ کیا - اوسنے حد سے زیادہ احتیاط سے فوجی تیاریاں کیں کیونکہ اوسکو معلوم تھا کہ بنگالی بڑی تعداد سے جمع ہوئے ہیں اور نہایت عمدہ گولہ انداز ہیں اُستاد علی کو حکم تھا کہ اپنی فرنگی توپیں اور چکر کھانے والی توپیں دونوں دریاؤں کے درمیان میں ایک بلند مقام پر قائم کرے اور اپنے بندوقچیوں سے بنگالی کیمپ پر جو گھاگرا کے مغربی کنارے پر تھا خوب آتش فشانی کرائے اور دونوں دریاؤں کے ملنے کی جگہ سے تھوڑی دور نیچے کی طرف مصطفٰی اپنی توپوں سے دشمن کی فوج کے بازوؤں پر گولہ باری کرے اور بندوقچی والے اسکی مدد کریں - اور دشمن کی فوجی کشتی پر جو ایک جزیرہ سے کچھ فاصلہ پر تھی آگ برسائیں کل فوج کے چھ حصے کرے - چار حصے (ڈویزن) شاہزادہ عسکری اپنے بیٹے کو

سپرد کرکے گنگا کی شمال کی طرف بھیجدیا اوسکو حکم تھا کہ کشتیوں یا گھاٹ کے ذریعہ سے گھاگرا عبور کرکے دشمن کو اپنی طرف متوجہ رکھیں تاکہ توپ خانہ دریا سے عبور کر جائے۔ اور ایک زبردست حصہ فوج کا بھی آگے بھیجا تاکہ دشمن کو لڑائی میں مشغول رکھے پانچواں حصہ بابر کے زیر کمان تھا جو دریاؤں کے ملاؤ سے اوپر کی طرف اوستاد علی کے توپخانہ کی امداد کو گیا۔ پھر توپ خانہ کے زیر سایہ گھاگرا کو عبور کر گیا۔ چھٹا حصہ مصطفی کے توپخانہ کی مدد کو گنگا کے داہنے کنارہ پر گیا۔ اتوار اور پیر کے روز ۲ اور ۳ مئی ۱۵۲۹ء کو ان دونوں حصوں نے گنگا کو عبور کیا اور منگل کے روز انہوں نے گھاگرا کی جانب کوچ کیا۔ دریاؤں کے ملاؤ پر اوستاد علی نے بنگالیوں کی کشتیوں پر سخت گولہ باری کی اسی اثنا میں خبر پہونچی کہ شاہزادہ عسکری معہ اپنے لشکر کے گھاگرا کے پار اتر گیا اور ۶ مئی ۱۵۲۹ء کو لڑائی شروع ہوئی۔ بنگالی فوج جیسا کہ خیال تھا شاہزادہ عسکری کے مقابلہ کو گئی۔ بابر نے حکم دیا کہ پانچواں اور چھٹا حصہ جس طرح ممکن ہو دریا کو عبور کریں تیر کر جائیں یا کشتیوں اور بیڑوں میں جائیں اور دشمن کے عقب میں پہونچکر حملہ کریں۔ باوجود سخت مخالفت کے نہایت دلیری سے یہ لوگ پار اتر گئے۔ آگے اور پیچھے اور بازوؤں کے سخت حملہ سے دشمن بدحواس ہوکر بھاگ نکلا۔ جرنیل کی اعلیٰ فوجی قابلیت سے یہ فتح نمایاں حاصل ہوئی نتیجہ یہ ہوا کہ افغانوں کی بغاوت فرو ہوگئی اور سلطنت بنگال سے

صلح کا عہدنامہ ہو گیا۔ تین لڑائیوں میں بابر نے شمالی ہندوستان کو مطیع و فرماں بردار کر لیا۔ یہ اوسکی آخری لڑائی تھی۔ ڈیڑھ برس جو اوسکی عمر کا باقی رہا تھا وہ زیادہ تر آگرہ میں نئی سلطنت کے انتظام میں صرف ہوا۔ مستقل بندوبست کرنیکا درحقیقت وقت باقی نہ رہا تھا سلطنت کے بڑے حصے پر سست کمزور حکومت تھی اوسکے زمانہ میں ہندوستان کا انتظام صرف زبردست فوجی طاقت کی وجہ سے تھا۔ ملک کے اس حصہ میں جہاں بندوبست اچھا تھا قصبے اور زمینیں بطور جاگیر افسروں اور جاگیرداروں کو دیے گئے۔ وہ کاشتکاروں سے مالگذاری وصول کرتے تھے۔ اور سوداگروں اور دوکانداروں سے محصول و ہندوؤں سے جزیہ لیتے تھے۔ اور مقررہ رقم بادشاہ کو ادا کرتے تھے۔ اور فوجی خدمات انجام دیتے تھے لیکن بڑے رئیس اور زمیندار اسقدر زبردست ہو گئے تھے کہ برائے نام بادشاہ کے ماتحت رہ گئے تھے حسب بیان ارسکائن[1] کے ہندوستان ابھی تک ایک بادشاہ کی ماتحت چھوٹی ریاستوں کا مجموعہ تھا۔ بجائے اس کے کہ ایک بادشاہ کے زیر حکومت باقاعدہ سلطنت ہو۔ سرحدی گروہ اور پہاڑی اضلاع برائے نام بادشاہ کے مطیع تھے سندھ میں مغرب اور پہاڑ میں مشرق کی طرف بادشاہی احکام کی معمولی تعمیل ہوتی تھی بابر نے جو اپنی تاریخ میں فہرست لکھی ہے اوس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مختلف صوبوں کی مالگذاری کی آمدنی پورب سے پچھم تک بہیرا اور

1. Erskine

اور لاہور سے بہرایچ اور بہار تک اور اتر سے دکھن تک سیالکوٹ سے
رنتھمبور تک باون کروڑ ٹنکہ یا دام تھے جو بیس لاکھ پونڈ انگریزی ہوتی ہیں
اسکی آمدنی کی تعداد اوسکے پوتے اکبر کے وقت میں ایک کروڑ آٹھ لاکھ
پونڈ یعنی دس کروڑ بیس لاکھ روپیہ لیکن ملک بہت بڑھ گیا تھا۔ غالباً
اپنی عمر کے آخری سال میں نہایت اطمینان اور فرصت میں اس نے
ہندوستان کے بیش بہا حالات لکھے ہیں۔ جن سے اوسکی لازوال
دلچسپ تاریخ خواص الایشیا سے اور اوسکی عجیب ذہنی اور علمی لیاقت
ظاہر ہوتی ہے۔ اگرچہ اوس نے اس سلطنت کو تسخیر کیا لیکن اسکو
اس سے محبت نہ تھی وہ لکھتا ہے کہ ملک ہندوستان اور اوس کے
شہر نہایت بدنما اور بھیانک ہیں تمام قصبات اور زمینوں کی ایک
سی صورت ہے۔ اوسکے باغوں کی چار دیواری نہیں ہے زیادہ حصہ
اوسکا ہموار میدان ہے بمقابلہ کابل کے خوشنما پر فضا پہاڑی نظاروں
اور فرغانہ کی سیر آب اور خوشگوار چمنستانوں کی یہاں کے میدان
اوسکو پسند نہیں آئے وہ لکھتا ہے کہ ہندوستان میں بہت کم ایسے
تفریح کے مقام ہیں جو کسی کی دل بستگی کا باعث ہوں۔ یہاں کے
آدمی خوبصورت نہیں ہیں۔ دوستانہ صحبتوں کی جلسوں کی وہ قدر نہیں
جانتے اونمیں عقل و شعور بالکل نہیں ہے نہ ذہانت کا مادہ ہے نہ تہذیب
ہے۔ نہ محبت و انسانی ہمدردی ہے نہ کوئی ہنر آتا ہے نہ کلونکی ایجاد
کا مادہ ہے۔ جن کے ذریعہ سے اشیاء دستکاری تیار کر لیا جا

اونہیں ترقی کریں نہ عمارت بنانے کے فن میں اونکو مہارت نہ نقشہ بنانیکی لیاقت - نہ اونکے پاس عمدہ گھوڑے ہیں نہ یہاں اچھا گوشت ملتا ہے نہ انگور نہ تربوز نہ عمدہ میوے یہاں ہوتے ہیں نہ برف ملتا ہے نہ سرد پانی میسر آتا ہے نہ عمدہ کھانا بازار میں ملتا ہے - نہ حمام ہیں نہ مدرسے نہ قندیل نہ مشعل نہ موم بتی ہوتی ہیں - اگر بابر ہندوستان میں زیادہ قیام کرتا اور یہاں کے آدمیوں سے واقفیت حاصل کرتا تو ایسی سخت مذمت نہ کرتا اگرچہ اوس نے یہاں کے چند امور کی تعریف بھی کی ہے - یعنی کام کرنیوالے آدمیونکا بکثرت دستیاب ہونا اور ایام برسات کا خوشگوار موسم لیکن اوسکی رائے میں سب سے زیادہ خوبی ہندوستان میں یہ تھی کہ وہ بڑا ملک ہے جہاں سونا اور چاندی بکثرت ہوتا ہے - یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے تختگاہ آگرہ سے نہایت افسوس سے اپنے ملک کی طرف دیکھا کرتا تھا وہ شہروں میں جہاں میوہ جات اور سرد پانی ہوتا ہے اور اس جلاوطنی کی حالت میں وہ اون آرام کے دنوں کو جو کابل کے دریا پر عیش سے گذارتا تھا یاد کرتا تھا - بابر کی حالت جو سابق میں تھی وہ اب نہ رہی تھی - بخار اور دن رات کا سفر و بے آرامی شراب انگوری اور افیون کے استعمال نے اوسکی اعلیٰ درجہ کی تندرستی کو کمزوری سے بدل دیا تھا - لیکن بخار کی حالت میں بھی اوسکی ہمت و قوت قائم رہتی تھی - اسقدر قوی تھا کہ دو آدمیوں کے سر اپنی بغلوںمیں دباکر قلعہ کی فصیل پہ دوڑتا تھا - اور

فصیلوں میں جو توپوں کے واسطے فاصلہ چھوڑا جاتا ہے اسکو جست کرکے مع اون دونوں آدمیوں کے نکل جاتا تھا - وہ لکھتا ہے کہ مارچ کے مہینہ میں تقریبًا دریائے گنگا کو میٔنے تیر کر عبور کیا اور میں نے تیرنے میں ہاتھوں کی ضربات کو شمار کیا تو تینتیس ۳۳ ضرب میں دریا کے اوس پار پہونچگیا تھا کچھ دیر دم لیکر پھر تیر کر واپس چلا آیا سوائے گنگا کے اور سب دریاؤں کو جو مجکو ملے ہیں میٔنے تیر کر عبور کیا ہے - وہ زیادہ تر گھوڑے پر سواری کرتا تھا - اکثر اسّی میل روزانہ گھوڑے پر سفر کرتا تھا لیکن باوجود ان ساری ورزشوں کے اوسکی عمر کچھ زیادہ نہوئی اور جوانی کی موسم بہار میں دنیا سے کوچ کر گیا - آگرہ کے خوبصورت باغ میں اُسنے ۲۶ دسمبر ۱۵۳۰ع کو وفات پائی - اڑتالیس ۴۸ برس کی اسکی عمر ہوئی اور چھتیس ۳۶ برس اسکی سلطنت کے بہت سختی اور گڑبڑ اور سرگرمی میں گذرے - اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝ اب وہ کابل کے پہاڑ پر اپنے باغ میں قبر کے اندر آرام کی نیند سو رہا ہے - یہ مقام بہت خوشنما ہے اسکو اسنے اپنی آخری قیام کی جگہ تجویز کیا تھا اوسکے چاروں طرف نہایت خوشبودار پھول جو اوسکو بہت پسند تھے لگے ہوئے ہیں اور اسکے آس پاس وہ لوگ سو رہے ہیں جو اوسکو بہت عزیز تھے اور ایک خوبصورت چشمہ ٹھنڈے پانی کا وہاں جاری ہے - اوسکی قبر پر ایک میلہ ہوتا ہے اور ایک چھوٹی سی مسجد ہیں جو اس ہندوستانی سلطنت کے بانی کی یادگار ہیں اسکی نسل میں ایک بزرگ بادشاہ نے بنوائی ہے سب لوگ نماز پڑھکر اوسکے واسطے دعا مغفرت کرتے ہیں

۱؎ کابل سے آگرہ تک دریائے گنگا حائل نہیں ہوا بعد میں کسیوقت تقریبًا گنگا پر تشریف لیگئے تھے ۱۲

ہمعصر بابر

ہنری ہشتم شاہ انگلستان

سنہ ۱۵۰۹ء لغایت سنہ ۱۵۴۷ء

یہ بادشاہ سنہ ۱۵۰۹ء میں اپنے باپ ہنری ہفتم کے بعد جسکی موت پر تمام رعایا نے خوشیاں منائی تھیں بادشاہ ہوا۔ ۳۸ اڑتیس برس نہایت ظلم اور سختی سے حکمرانی کی یہ بادشاہ نہایت سنگدل تھا۔ اسکاٹ لینڈ۔ آیرلینڈ۔ فرانس۔ اسپین وغیرہ سے ہمیشہ جنگ و جدل میں مصروف رہا۔ پوپ اٹلی سے اسی کے وقت میں انگلینڈ کا قطع تعلق ہوا ہے۔ جنگ کی ضرورت سے ایک بڑی تعداد سپاہیوں کی ملازم رکھتا تھا۔ اور جنگ کے ختم ہو جانے پر سب لوگ برطرف کر دیئے جاتے تھے یہ لوگ اور کام کرنا بھول جاتے تھے جب بیکاری سے بھوکے مرنے لگتے تب مجبوراً ناجائز طریقوں سے رزق حاصل کرتے تھے۔ اپنی بسر اوقات کی ضرورت سے قتل و غارت لوٹ مار کرتے تھے اوس وقت کے سخت قانون کی رو سے چور کو سزائے موت دیجاتی تھی اس سلطنت میں ہزاروں آدمیوں کو تھوڑے جرائم میں سزائے موت ہوئی مگر قتل و غارت میں ذرا کمی نہ ہوئی بعض موقعوں پر اس سخت سزا نے معاملہ کو اور زیادہ بدتر کر دیا۔ اگر کوئی شخص ڈاکہ زنی

کرتا تھا تو یہ سمجھتا تھا کہ اگر پکڑا گیا تو پھانسی ہوگی اور اگر قتل کروں کا تو بھی
سزائے موت ہوگی تو وہ جس شخص کو لوٹتا تھا اسکو بیدریغ قتل کرتا تھا
تاکہ بعد کو وہ اسپر شہادت نہ دیسکے - زمین کے انتظام کے تبدل و تغیر سے
ایک اور مصیبت اور خرابی پیدا ہوئی زمینداروں نے اس خیال سے کہ زمین
کے کاشت کرانے اور غلہ کے فروخت کرنے کے مقابلہ میں بھیڑونکی اون
(پشم) کی فروخت سے بہت زیادہ نفع حاصل ہوگا - پس انہوں نے ہزاروں
بیگہ زمین کو جو زیر کاشت تھی چراگاہ بنا دیا - جن پر بھیڑیں چرتی تھیں اس
عمل سے صدہا آدمی بیکار ہوگئے کیونکہ دو چرواہے بہت بڑے بھیڑونکی
گلہ کی نگہبانی کرسکتے تھے جبکہ اوس زمین کی کاشت کرنے میں بہت سے
آدمیوں کی ضرورت ہوتی تھی یہ بیکار لوگ بھی مثل برخاست شدہ فوجی
سپاہیوں کے قتل و غارت سے بسر اوقات کرتے تھے - اس زمانہ میں
زراعت و تجارت بالکل تباہ ہوگئی تھی ملک کی حالت نہایت خراب تھی
رعایا میں امن و امان آسایش و آرام مطلق نہ تھا - آئے دن
دوسرے ملکوں سے جنگ ہوتی رہتی تھی - اخراجات جنگ و دیگر ضروریات
کی وجہ سے بادشاہ طرح طرح کے ظالمانہ ناجائز ٹیکس رعایا پر
جاری کرتا تھا اور نہایت سختی اور ظلم سے وصول کراتا تھا - ہنری ہشتم
نہایت عیاش مزاج اور سنگدل و خونخوار تھا - ملکہ کیتھراین آف آراگون[1]
اپنی بیوی سے کچھ عرصہ کے بعد بیزار ہوگیا اور اینی بولین[2] ایک نوجوان
خوبصورت عورت سے دل بستگی پیدا ہوگئی - ملکہ کیتھراین کے طلاق

[1] Catharine of Aragon. [2] Anne Boleyn.

دینے کے واسطے یہ حیلہ تجویز کیا کہ چونکہ وہ اس کے بڑے بھائی کی بیوہ تھی اس سے نکاح ناجائز تھا اور اسی بنا پر پوپ[1] روم کو درخواست بھیجی کہ وہ کیتھراین سے علٰحدگی کا فتویٰ دے اور یہ بھی اظہار کرے کہ یہ شادی قانوناً جائز نہ تھی۔ پوپ کلیمنٹ[2] ہفتم اس معاملہ میں نہایت حیص بیص ہوا کہ کیا کرے۔ قدیمی زمانے کے پوپ جو بزرگ اور با اختیار تھے بلا خیال کسی کی ناخوشی کے ایمانداری سے اس معاملہ کا تصفیہ کرنے میں ذرا تامل نہ کرتے لیکن پوپ کلیمنٹ نہایت بزدل اور کمزور طبیعت کا آدمی تھا اوسکو جرأت نہوئی اور بہت اندیشہ ہوا کہ ہنری مجھسے ناخوش ہوکر پرا[3]ٹسٹنٹ ہو جاوے گا لیکن اوس سے زیادہ اندیشہ ملکہ کیتھراین کے بھتیجے شہنشاہ چارلس کا تھا جس کی فوجیں بہت کثرت سے ملک اٹلی میں موجود تھیں اوس نے ہنری کو جواب دینے میں حتی الامکان توقف و لیت و لعل کیا آخر ہنری کے تقاضوں سے عاجز آکر اوسنے اپنے ماتحت کارڈنیل[4] ولزی کو جو لندن میں تعینات تھا حکم دیا کہ اس مقدمہ کی تحقیقات کرے اور فریقین کے حالات سنکر مفصل طور پر پوپ کو اطلاع دے چنانچہ ۱۵۲۹ء میں بمقام بلیک فرایرس[5] اس مقدمہ کی سماعت شروع ہوئی بادشاہ اور ملکہ اجلاس میں بلائے گئے۔ ملکہ کیتھراین بادشاہ ہنری کے قدموں پر نہایت عاجزی سے گری دو مرتبہ بادشاہ نے اوسکو اٹھانا چاہا مگر وہ نہ اٹھی اور اپنی بے محاورہ شکستہ انگریزی بانیں

[1] Pope of Rome. [2] Clement VIII. [3] Protestent. [4] Cardinal Wolsey. [5] Block friers.

بادشاہ سے اپنے اوپر رحم کرنیکی درخواست کی مگر اس ظالم سنگدل پر ذرا
اثر نہوا۔ ملکہ نے کہا کہ وہ ایک غیر ملک کی رہنے والی بیکس و تنہا بے یار
و مددگار غریب عورت ہے بیس برس تک وہ اوسکی نہایت وفادار اور
خدمتگزار باعفت و عصمت بیوی رہی ہے۔ مگر جب ملکہ نے اپنی عاجزی
کا کچھہ نتیجہ نہ دیکھا تو مجبوراً وہاں سے اپنے مکان پر چلی آئی اور پوپ
سے درخواست کی کہ اوس کے مقدمہ کا فیصلہ وہ خود کرے۔ اور
سوائے پوپ کے اور کسی کے روبرو اوس نے اپنا بیان دینے سے
انکار کیا آخر یہ امر قرار پایا کہ حسب خواہش ملکہ کے مقدمہ کا فیصلہ
روم میں پوپ کے سامنے ہوگا۔ پادریوں کی مجلس کے اس تصفیہ سے
بادشاہ ہنری نہایت ناخوش ہوا۔ اوسکو یقین تھا کہ پوپ کے دل میں
شہنشاہ چارلس کا بہت خوف ہے۔ اسوجہ سے اپنے حسب خواہش
مقدمہ کے فیصل ہونیکی اوسکو امید نتھی۔ سب سے پہلے بادشاہ کی
غصہ کا نشانہ پادری ولزی بنا کیونکہ پادریونکی مجلس کا ایک ممبر
یہ بھی تھا۔ جس میں مقدمہ کا پوپ کے سامنے روم میں طے ہونا قرار
پایا تھا۔ پادری ولزی عہدے سے علیحدہ کیا گیا اور اسکا مال و اسباب
ضبط ہوا بظاہر اس پر یہ جرم لگایا گیا کہ وہ بادشاہ کا وفادار خیرخواہ
نہیں ہے۔ چندروز کے بعد اوس پر نمکحرامی اور بغاوت کا جرم لگایا
گیا۔ بمقام لائی سیسٹر[1] لندن جاتے ہوئے وہ سخت بیمار ہوا اور
مرگیا۔ وقت مرگ اوسنے کہا کہ میں نے نہایت ایمانداری کیساتھ بادشاہ

[1] Leicester

بادشاہ کی خدمت کی ہے اور خدا کا فرمان بردار رہا خدا نے نہ چاہا کہ ضعیفی
میں میری ذلت و خواری ہو۔ بادشاہ ہنری نے ارادہ کر لیا تھا کہ خواہ
پوپ رضامند ہو یا نہ ہو وہ ملکہ کیتھرائن کو ضرور طلاق دے گا۔ اس نے
پہلے تو پوپ کو اپنی حسب خواہش مقدمہ طے کرنے پر ڈرایا دھمکایا
مگر جب اسمیں ناکامیاب رہا تو اس نے پارلیمنٹ سے ایک قانون پاس
کرایا جسکی رو سے تمام مذہبی معاملات کا انگلینڈ میں فیصلہ ہوا کرے۔
روم سے کچھ تعلق نہ رہے۔ اس کے بعد ہنری نے اینی بولین سے نکاح
کر لیا۔ پادری تامس کرانمر جسکو شاید یہ یقین تھا کہ درحقیقت بادشاہ
کا نکاح ملکہ کیتھرائن سے خلاف قانون ہے کینٹربری کا آرک بشپ مقرر
کیا گیا اور مقام ڈنسٹیبل میں اس نے اجلاس کیا جہاں اس نے
اس امر کا اظہار کیا کہ بادشاہ کا موافق قانون شرعی کیتھرائن سے نکاح
نہیں ہوا۔ ملکہ کیتھرائن نے کرانمر کا فیصلہ قبول کرنے سے انکار کیا
اور کہا کہ وہ ہمیشہ سے بادشاہ کی بیوی تھی اور اب بھی ہے تا وقتیکہ
پوپ اسکے خلاف فیصلہ نہ کرے۔ اس نے کہا کہ مجھکو منظور ہے کہ
ایک محتاج فقیر کی بیوی ہوں بشرطیکہ بہشت میں جاؤں بمقابلہ اسکے
کہ تمام دنیا کی ملکہ ہوں اور بوجہ اپنی منظوری کے جہنم میں جاؤں۔
بادشاہ نے اسکی ساتھ نہایت ذلیل برتاؤ کیا اور اینی بولین کا اپنی
منکوحہ بیوی ہونے کا سب پر اظہار کیا۔ اب یہ امر قطعی غیر ممکن
تھا کہ ہنری کسی طرح پوپ روم کا مطیع رہتا لیکن اسکا ارادہ

Anne Boleyin[1] Thomas Cranmer[2] Archbishop of Counterbury[3]

پراٹسٹنٹ ہونیکا بالکل نہ تھا نہ اپنا مذہبی رعایا کا مذہب تبدیل کرنا
چاہتا تھا اسکی خواہش تھی کہ میری رعایا قدیمی مذہب کی بہت زیادہ
پابندی کرے۔ اس خونخوار بادشاہ نے ہزاروں آدمیوں کو جو پراٹسٹنٹ
تھے کافر اور گمراہ سمجھکر زندہ آگ میں جلوا دیا اور ہزاروں رومن کیتھلکوں کو
جو یہ کہتے تھے کہ پوپ روم بمقابلہ بادشاہ کے زیادہ بزرگ اور معاملات
مذہبی میں زیادہ بااختیار ہے۔ توپ دم کرایا اور پھانسی دیا اور قتل
کرایا اور بہت سے لوگ زندہ درگور کیئے گئے۔ ۵ مئی کو بحکم ہنری ہشتم
جان ہوٹن[1] John Houghton چارٹر ہوس Charter
House لندن کا بزرگ پادری اور اوگسٹاین ویبسٹر[2]
Augustine Webster بیلول Belval
کا پادری اور طامس لارنس[3] Thoomas Lawrence ایکسہم
Exham کا پادری اور رچرڈ رینالڈس[4] Rechard Reynolds
سیون Sion کا بزرگ پادری اور جان ہیلس John Hailes
ہیلورتھ Thselworth کا پادری نہایت ذلت و خواری سے شدید عذاب
دیکر چوک بازار میں قتل کیئے گئے اور اُن کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے
کر کے شہر کے مختلف دروازوں پر لٹکائے گئے ۱۸ جون ۱۵۳۵ء کو چار پانچ
کارتھوسن Carthuscon بزرگ پادری نہایت ہولناک طریقہ سے
ہلاک کیئے گئے۔ پہلے اُنکو پھانسی پر لٹکایا گیا ہنوز جان نکلنے پائی تھی کہ
پھانسی سے اتار لیے گئے اور پیٹ چاک کر کے آلائش نکال لی گئیں

ڈالی گئی اور پہر سر کاٹا گیا اور تمام جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے اور جلا کر خاک سیاہ کر دیئے گئے۔ سر تامس مور نہایت بزرگ عالم پادری تھا جب اوس سے کہا گیا کہ وہ قسم کہا کر اقرار کرے کہ اینی بولین بادشاہ کی جائز بیوی اور اوسکی اولاد جائز وارث ہے تو اوس نے جواب دیا کہ اولاد کی نسبت میں اقرار کر سکتا ہوں کہ وارث تخت ہو سکتے ہیں کیونکہ بادشاہ کے اختیار میں ہے کہ پارلیمنٹ سے اس امر کی رضامندی حاصل کرے مگر اینی بولین کے جائز بیوی ہونیکے متعلق میں اقرار نکروں گا۔ یہ سنکر وہ بزرگ پادری قیدخانہ میں بھیجدیا گیا۔ چند روز کے بعد پارلیمنٹ نے ایک قانون پاس کیا کہ جو شخص بادشاہ کے واجبی خطابات سے انکار کرے گا۔ وہ مستوجب سزا ہوگا۔ منجملہ اون خطابات کے ایک خطاب یہ تھا کہ بادشاہ کلیسائے انگلینڈ کا افسر اعلیٰ ہے۔ پادری تامس مور نے اس خطاب کے اقرار کرنے سے انکار کیا اوسکی رائے میں سوائے پوپ کے کوئی شخص مذہبی معاملات میں افسر اعلیٰ نہ تھا۔ اس جرم میں بزرگ پادری تامس مور کا سر اڑا دیا گیا۔ بزرگ سر طامس مور نے لکڑی کے کندہ پے جس پر سر کاٹا جاتا ہے۔ سر جھکایا اور اپنی سفید داڑھی ہاتھ سے ایک طرف کو کر دی اور بلب خندہ ریز کہا۔

{ It is pity that it should be cut
It hath not committed treason" }

(ترجمہ) بڑے افسوس کی بات ہے کہ یہ داڑھی کاٹی جائے اس سے کوئی

نوٹ ہسٹوریشن ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ۱۹ صفحہ ۱۴۸
ہسٹری آف گریٹ بریٹن مصنفہ ... صفحہ ۲

Sir Thomas more.

کا جرم سرزد نہیں ہوا ہے) ہنری نے بائبل کا ترجمہ انگریزی زبان میں کرایا اور چھپوا دیا ہنری کو قمار بازی کا بہت شوق تھا اسوجہ سے اُسکو روپیہ کی بہت ضرورت رہا کرتی تھی یکایک اسکو خیال ہوا کہ چھوٹے چھوٹے گرجاؤں کے پادری اور عورتیں جو (نن) کہلاتی ہیں نہایت بدچلن اور بدوضع ہیں اور اس امر کی تحقیقات کیواسطے آدمی تعینات کئے گئے۔ انہوں نے بادشاہ کو مطلع کیا کہ درحقیقت یہ پادری اور نن نہایت بدچلن اور بدمعاش ہیں اسمیں کچھ شک نہیں کہ بعض لوگ دراصل بدچلن بھی تھے لیکن اُن کے متعلق جو اطلاع دی گئی وہ بہت مبالغہ آمیز تھی اس پر پارلیمنٹ نے ایک قانون جاری کیا کہ جن گرجاؤں کی آمدنی دوسو روپیہ سالانہ سے کم ہو وہ ضبط کئے جائیں اور بند کر دئے جائیں۔ اور سب مال و اسباب و نقدی خزانہ شاہی میں داخل کیا گیا۔ ملکہ کیتھرائن سے جو ہنری کی لڑکی تھی جسکا نام میری تھا وہ بادشاہ کی ناجائز لڑکی قرار دیگئی اوسکی دوسری بیوی این بولین سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جسکا نام الیزبیتھ تھا یہ وہ لڑکی تھی جو لڑکوں سے زیادہ نامآور ہوئی لیکن بچپن میں اوسکو بہت بڑا صدمہ پیش آیا۔ اوسکی ماں این بولین پر نہایت سخت بدچلنی کا اتہام لگایا گیا۔ اوس کے درحقیقت گنہگار ہونے یا بیگناہ ہونے کا حال تحقیق نہیں ہوا۔ بادشاہ نے غضبناک ہو کر اسکو قتل کرا دیا۔ اسکے قتل کے بعد بادشاہ نے تیسری شادی جین سیمور سے کی اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام ایڈورڈ ششم تھا

Elizabeth. Jane Seymour. Edward VI.

چند روز کے بعد جین سمور کا انتقال ہوگیا چند سال تک بادشاہ نے شادی نہیں کی ان چھوٹے گرجاؤں کے ضبط ہونے سے پادریوں نے وہاں کے باشندونکو افروختہ کرکے آمادہ فساد کردیا یہاں تک کہ ایک بڑا گروہ جمع ہوکر بادشاہ کی مخالفت پر کھڑا ہوگیا اس ہنگامہ کا فرو ہونا بلا سخت کشت و خون کے دشوار سمجھکر بادشاہ نے معافی کا وعدہ کیا اور کہا کہ ہم پارلیمنٹ جمع کریں گے جو تمہاری درخواست پر غور کریگی اسکے بعد ایک دو چھوٹے ہنگامے ہو جانے پر بادشاہ کو بدلہ لینے کا موقع ہاتھ آیا اور اس نے پہلے ہنگامے کے بڑے بڑے سربرآوردہ لوگونکو نہایت بیرحمی اور عذاب سے قتل کرایا۔ تمام گرجاؤں میں عام طور پر بت پرستی کا رواج ہوگیا تھا۔ بزرگان دین عیسوی اور حضرت عیسی علیہ السلام کی تصاویر کی پرستش کی جاتی ہے اور بعض تصاویر کی نسبت مشہور تھا کہ اونسے کرامات ظاہر ہوتی ہیں ایسی تصاویر اور بتوں کا توڑوا دینا بادشاہ نے مناسب سمجھا۔ اور اُن بتوں کی کرامات کا جو پادریوں کی شعبدہ بازی تھی عوام پر افشا راز کرکے انکو توڑ دیا گیا تاکہ آئندہ لوگ دہوکہ نہ کھائیں۔ ایک بزرگ شخص جسکا نام فارسیٹ[1] تھا اس وجہ سے کفر کا فتوی دیا گیا کہ اوسنے کہا تھا بادشاہ کو پوپ کا مطیع رہنا چاہئے وہ گرفتار کرلیا گیا پادری لیٹیمر[2] نے جسکو چند روز بعد شہادت کا درجہ ملا اس شخص کو بہت سمجھایا کہ اس بغاوت آمیز عقیدہ سے باز آوے مگر فارسیٹ نے نہایت استقلال سے جواب دیا

[1] Forest. [2] Latimer.

کہ چھ سات برس پہلے تم مجھسے ایسی گفتگو کرنیکی جرأت نہ کر سکتے تھے
آخر لیمبرٹ سے دریافت کیا کہ تم مرنا چاہتے ہو یا زندہ رہنا۔ لیمبرٹ
نے نہایت دلیری سے کہا کہ میں مرنا چاہتا ہوں جو کچھ تمسے ہو سکے
در گذر نہ کرو اگر فرشتۂ آسمانی بھی یہاں آکر میرے عقیدہ کے خلاف
مجھے سمجھائے گا تو میں قبول نہ کرونگا جو عقیدہ میرا بچپن سے ہے
اس پر پختہ رہونگا ہرگز تبدیل نہ کرونگا چاہے مجھے قتل کردو یا میرے
ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو یا آگ میں جلاؤ یا پھانسی دو۔ اس پر اس
بزرگ کو نہایت عذاب سے ہلاک کیا یعنی اوسکو زنجیر میں باندھکر
لٹکایا گیا۔ اور لکڑی کی قتوں کے ٹکڑوں کی آگ اوسکے نیچے جلائی گئی
تاکہ آہستہ آہستہ اسکے کباب ہو جائیں۔ اس عذاب سخت سے وہ
بزرگ راہی عدم ہوا (الامان) اس سلطنت میں جاسوسی کا بازار بہت
گرم تھا خفیف بات پر سخت سزا دی جاتی تھی۔ مخبری پر بڑے بڑے
امرا کو سزاے موت دی گئی تمام ملک میں ہلچل مچگئی۔ ایک ضعیف
شریف لیڈی کونٹس آف سالسبری کو سزاے موت کا حکم ہوا اوس نے
جھک کر لکڑی کے کندے پر سر رکھنے سے انکار کیا جس پر مجرم
جھک کر سر رکھتے تھے۔ جلاد کلہاڑی سے سر اڑا دیتا تھا۔ جلاد نے
لپکا کر اوس لیڈی کے کلہاڑی ماری جس سے وہ گرپڑی پھر اوسکا
سر اڑا دیا۔ بڑا نازک زمانہ تھا۔ جب بادشاہ کو اور زیادہ روپیہ کی
ضرورت ہوئی تو یہ تجویز ہوئی کہ اب بڑے بڑے گرجاؤں پر ہاتھ صاف

Countes of Salisbury

کیا جاے پادریوں کو بادشاہ کا منشا معلوم ہوا کہ اگر اپنی بدچلنی کا اقرار کرینگے تو اونکے ساتھ رعایت کی جاے گی۔ چنانچہ تمام پادریوں نے اپنی بدچلنیوں کا اقرار کرکے بادشاہ کے پاس درخواست بھیجدی سب میں بڑی گرجا کینٹربری[1] کے معزز پادریوں نے اقرار کیا کہ ہم نہایت سخت گناہ کرتے ہیں اور بڑے بدچلن ہیں اور اپنے گرجا بادشاہ کے حوالہ کردئے۔ بادشاہ نے خوش ہوکر ان لوگوں کا ماہواری وظیفہ مقرر کردیا اور اونکی تمام دولت لغویات میں صرف ہوئی۔ پراٹسٹنٹ لوگ بہت گستاخیاں کرنے لگے ایک روز ایک پراٹسٹنٹ نے رومن کتھلک پادری کے سامنے کتا اوٹھا کر پیش کیا جب کہ وہ وعظ کر رہا تھا یہ خبریں سنکر بادشاہ بہت ناخوش ہوا اور ایک قانون جو چھ آرٹکلس[2] کے نام سے مشہور ہوا جاری کیا اوسمیں حکم تھا کہ جو شخص مذہب پراٹسٹنٹ کی ظاہری پابندی کریگا وہ قتل کیا جاویگا۔ بادشاہ نے بظاہر یہ بندوبست کردیا مگر لوگوں کے دلی عقیدہ کا بندوبست نہو سکتا تھا مذہب پراٹسٹنٹ روز بروز ترقی کرتا جاتا تھا۔ جلانے اور قتل کرانے سے اوسمیں ذرا کمی نہوئی اونکی قوت در تعداد بڑھتی جاتی تھی وزیر اعظم کرامویل[3] کی سختی سے سب لوگ نہایت ناخوش تھے۔ اوس نے بادشاہ کو راے دی کہ وہ ایک جرمن شاہزادی کو شادی کرے تاکہ اوس سلطنت سے میل ہو جاے چنانچہ اس نے بادشاہ کو رضامند پاکر ایک شاہزادی سے جس کا نام اینی اف کلیوز[4] تھا

[1] Canterbury. [2] Six Articles. [3] Cromwell. [4] Anne of Cleves.

شادی کی تجویز کے وقت قسمتی سے اوسکو یہ خیال نہ رہا کہ وہ عورت جسکی تجویز بادشاہ سے شادی کی کر رہا ہوں نہایت خوبصورت اور خوب سیرت نازک اندام معشوق ہونا چاہئے یہ شاہزادی نہ کچھ خوب صورت تھی نہ نازک اندام بھی بلکہ بدشکل اور بھاری جسم کی تھی - بادشاہ ہنری کو بالکل پسند نہ آئی اور وزیر سے نہایت ناخوش ہوا بادشاہ نے ایک حیلہ سے اوس شاہزادی کو طلاق دیدی اوس بیچاری نے کچھ حجت نہ کی اور خاموشی سے منظور کر لیا اس پر بادشاہ نے خوش ہو کر اسکی پنشن مقرر کر دی اور نمکحرامی کے جرم میں وزیر صاحب قتل کئے گئے اس کے بعد بادشاہ نے پانچویں شادی ایک شریف زادی سے کی جس کا نام کیتھرائن ہووارڈ تھا لیکن اس عورت کا چال چلن خراب ثابت ہوا شادی کرنے سے پہلے اس کا ایک معشوق رہتا تھا جس سے اوسکے بعد شادی کے بھی اوسکی محبت برقرار رہی یہ راز افشا ہونے پر بادشاہ کے حکم سے اوسکا سر اڑا دیا گیا چھٹی مرتبہ بادشاہ نے کیتھرائن پار ایک معزز لیڈی سے نکاح کیا یہ لیڈی نہایت محتاط تھی اس نے بادشاہ کو رضامند رکھا - یہ لیڈی بادشاہ کی وفات کے بعد تک زندہ رہی یہ ظالم خونخوار بادشاہ وقت مرگ بھی ظلم سے باز نہ آیا - ڈیوک آف نارفاک اور اسکے بیٹے ارل آف سورے کی نیکنامی اور ہر دلعزیزی سے بادشاہ کے دل میں آتش رشک و حسد مشتعل ہوئی اور ایک جھوٹا الزام قایم کرکے

انکوگرفتار کراکر قلعہ ٹاور میں بھیدیا اور ایک مصنوعی عدالت کے سامنے اونکا مقدمہ پیش کرکے اونکے قتل کا فتویٰ حاصل کیا نہ مجرمونکا جواب لیا گیا نہ اُن سے کچھ دریافت کیا گیا۔ بیٹے کو اس سنگدلی نے آناً فاناً قتل کرادیا اور ڈیوک کے نسبت حکم دیا کہ ۲۹ جنوری ۱۵۴۷ء کو قتل کیا جائے۔ مگر اس ظالم کا رات کو ہی خاتمہ ہوگیا جب اسکے مرنیکی خبر معلوم ہوئی تو قائمہ کے گورنر نے ڈیوک کے قتل کرانے میں تامل کیا۔ پارلیمنٹ نے بھی مناسب نہ سمجھا کہ ایک بادشاہ کی سلطنت شروع ہوتے ہی ایک انگلینڈ کے اعلیٰ خاندانی شریف کو قتل کیا جائے۔ لہذا ڈیوک اف نارفک قید سے آزاد کئے گئے۔ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت

اس بادشاہ نے مختلف اوقات میں چھ سو پینتالیس خانقاہیں جن میں اٹھائیس بہت متبرک سمجھی جاتی تھیں جن کے پادری بڑے عالم تھے اور ممبر پارلیمنٹ سے تھے تباہ کیں۔ نوّے کالج مختلف مقامات پر مسمار کرادئے۔ دو ہزار تین سو چہتر چھوٹی خانقاہیں برباد کی گئیں اور ایک سو دس شفاخانے تباہ کئے گئے ان سب کی سالانہ آمدنی ایک لاکھ اکسٹھ ہزار ایک سو پونڈ تھی جو شاہی خزانہ کو منتقل ہوئی ایک بزرگ سینٹ طامس کا مقبرہ تھا جس پر سالانہ بڑا میلہ ہوتا تھا اور قریب ایک لاکھ آدمی کے جمع ہوجاتے تھے اور لاکھوں روپیہ اور قیمتی اشیا مقبرہ پر بطور نذر و نیاز چڑھاتے تھے۔ ایک نقم لیوس ہفتم بادشاہ فرانس سے

بطور زیارت کے اس مقبرہ پر آیا تھا اور ایک بیش بہا جواہر جو یورپ میں مشہور تھا قبر پر نذر چڑھایا تھا۔ اوس قبر کے مالک سنٹ طامس کی بہت کرامات مشہور تھیں حتی کہ اوس قبر کی پرستش ہونے لگی۔ بادشاہ ہنری ہشتم نے اس مقبرہ کو مسمار کرادیا۔ اور اس بزرگ کی ہڈیاں قبر میں سے نکلوا کر جلوا دیں اور ہوا میں اڑا دیا اور تمام مال و اسباب جو لاکھوں کا تھا ضبط کر لیا اور زمینیں جو اوس کے متعلق تھیں سب پر قبضہ کر لیا۔ اگرچہ اس سخت ظلم سے عوام الناس کی بہت دلشکنی ہوئی مگر کچھ دم نہ مار سکے۔ ہرلین لکھتا ہے کہ ہنری ہشتم کی سلطنت کے دوران میں صرف چوری اور ڈاکہ زنی کے جرم میں بہتر ہزار آدمیوں کو سزائے موت دی گئی۔

معاصر بابر و ہمایوں

فرانسس اوّل شاہ فرانس

جنوری ۱۵۱۵ء لغایت ۳۰ مارچ ۱۵۴۷ء

لوئی دوازدہم بادشاہ فرانس کی وفات پر اس کا داماد فرانسس یکم جنوری ۱۵۱۵ء کو تخت نشین ہوا۔ اور فرانسس اوّل خطاب ہوا وقت تخت نشینی اس کی عمر اکیس ۲۱ برس کی تھی نہایت خوبصورت

جوان تھا فنون سپاہ گری میں کامل تھا نہایت دلیر و شجاع و راست باز و
منصف مزاج تھا۔ اسکی سلطنت کو جو نہایت خوبی اور رونق سے شروع
ہوئی تھی اپنے بادشاہ کا غیر ملک میں مقید ہونا اور شرمناک و سخت تباہ کن
صلحنامہ میڈرڈ دیکھنا مقدر تھا۔ شروع زمانہ سلطنت میں فرانسس اوّل نے
کوہ الپس سے گذر کر مقام مارگ نانو پر سوئس لوگوں کو شکست دیکر
شہر فرماں بردار کیا اسکے بعد وہ چارلس اوّل بادشاہ اسپین کے ساتھ ایک
تباہ کن لڑائی میں مشغول ہوا چارلس اوّل ۱۵۱۸ء میں شہنشاہ میکس میلین
کی وفات پر شہنشاہ جرمنی ہوا۔ اور چارلس پنجم خطاب ہوا چونکہ فرانسس اوّل
بھی تخت جرمنی کا دعویدار تھا ناکامیاب ہونے پر چارلس پنجم کی طرف
سے اس کے دل میں رشک و حسد پیدا ہوا جو باہمی جنگ و جدال کا باعث
ہوا۔ فرانسس کی ملاقات ہنری ہشتم شاہ انگلینڈ سے جو اس غرض سے
تھی کہ ہنری کو اپنا شریک کر کے چارلس سے اپنا بدلا لے ناکامیابی پر
ختم ہوئی۔ ۱۵۲۰ء میں اسپین سے جنگ شروع ہوئی ملک اٹلی میں بمقام
پیویا فرانسس کو شکست فاش نصیب ہوئی اور خود گرفتار ہو گیا اور میڈرڈ
دار السلطنت اسپین میں بطور قیدی بھیجا گیا صلحنامہ میڈرڈ تیار ہوا اور
۱۴ جنوری ۱۵۲۶ء کو دستخط ہو کر منظور ہو گیا۔ چارلس پنجم پر صلحنامہ
کی بے انتہا سخت شرائط کرنے کا الزام ہے اور فرانسس اوّل پر اسکی
پابندی نہ کرنے کا وہم ہے از روئے شرائط صلحنامہ فرانسس نے

منظور کیا کہ ملک برگنڈی اور میلان اور میلبس اور اور اٹالس دیدیگا
اوسکو قید سے رہائی دی جائیگی اور شہنشاہ چارلس پنجم کی بہن لیونارا
ملکہ پرتگال سے نکاح کیا جائے گا اور ڈیوک باربون کو اسکا ملک اور خطاب
وغیرہ جو بوجہ بغاوت اور اپنے بادشاہ کو چھوڑ کر مخالف بادشاہ چارلس سے
جاملنے پر ضبط کرلئے گئے تھے واپس دینا ہونگے اور یہ بھی شرط تھی کہ اگر ملک
برگنڈی فوراً شہنشاہ چارلس کے قبضے میں نہ دیا گیا تو فرانسس پھر اپنے
قیدخانہ میں واپس چلا آوے۔ فرانسس کے رہائی پانے کے بعد سب لوگوں
میں شہنشاہ کے خلاف اتفاق ہوا اور ایک لیگ (جلسہ) قایم ہوا تمام رؤسا
و رعایا ملک برگنڈی نے اس طرح سے اپنے ملک کا چارلس پنجم کے قبضہ میں
تبدیل ہونا منظور نہ کیا اور بادشاہ فرانسس کو اوس کے عہد سے آزاد کیا
یہ کہکر کہ وہ عہد غیر انصاف تھا اور جبراً لیا گیا تھا۔ اسپر فرانسس اور
چارلس میں (ڈیول باہمی لڑائی) قرار پائی لیکن اسکی نوبت نہیں پہونچی
بعد چندے یورپ میں امن ہوگیا پیویا کی لڑائی میں فرانسس نے بڑی
جوانمردی دکھائی جب جنگ میں چاروں طرف سے دشمنوں نے اس کو
گھیر لیا تھا تو باوجود زخمی ہونے کے اوس نے سات آدمی بدست خود
قتل کئے لیکن جب اسکا گھوڑا زخمی ہوکر گر پڑا تو یہ مجبور ہوا اور دشمنوں نے گرفتار
کر لیا۔ بدقسمتی سے فرانسس نے اپنے ایک زبردست باا اثر ڈیوک کو ناخوش کردیا تھا
جس کا نام ڈیوک دی باربون تھا یہ ڈیوک فرانسس سے ناراض ہوکر

شہنشاہ چارلس کے پاس بے تکلف چلا گیا یہاں فرانسس نے موقع پاکر اوس کا ملک ضبط کرلیا۔ چارلس نے ڈیوک کی بہت خاطر وعزت کی اور اپنی بہن کی اوس سے شادی کرنیکا وعدہ کیا بشرطیکہ وہ اسکا طرفدار اور مددگار ہوکر فرانسس سے لڑائی میں شریک ہو کچھ عرصہ تک پس وپیش کرنیکے بعد ڈیوک نے منظور کرلیا اور چارلس نے اوسکو اپنی فوج کا جنرل مقرر کیا پیوہ کی لڑائی میں اس ڈیوک نے فرانسس کو شکست دی اور گرفتار کرلیا ۲۴۔ فروری ۱۵۲۵ء کو یہ لڑائی ہوئی تھی۔ ان لڑائیوں میں ہزاروں جانیں ضایع ہوئیں اور لاکھوں روپیہ صرف ہوا۔ خزانہ شاہی خالی ہوگیا رعایا پر سخت ٹیکس لگائے گئے۔ جبر وظلم کا آغاز ہوا۔ تجارت وزراعت وصنعت وحرفت کو سخت نقصان پہنچا رعایا بیدل اور پریشان حال ہوگئی۔ امن وآرام رخصت ہوئے۔ ہزاروں پروٹسٹنٹ لوگ قتل کئے گئے اور جلائے گئے کسی دوسرے مذہب والے کو فرایض مذہبی ادا کرنے کی آزادی حاصل نہ تھی۔ ۱۵۴۴ء میں چارلس پنجم اور فرانسس اوّل کا میل ہوگیا اور دونوں بادشاہ پروٹسٹنٹ مذہب والے لوگوں کی قتل وغارت میں مشغول ہوئے۔ ۱۵۴۵ء میں کئی ہزار آدمی قتل کئے گئے اور جلائے گئے۔ ایک موقع پر بیس ہزار آدمی قتل کئے گئے اور چھ سو ساٹھ آدمی گرفتار ہوئے جو غلام بنائے گئے اپریل ۱۵۴۵ء میں دو قصبے میرانڈل اور کبریرس اور تیس گاؤں

صوبہ پر اونس کے قطعی تباہ و تاراج کر دیے گئے۔ گانوں میں آگ لگائی گئی۔ ہزاروں مرد و زن بچے جلکر مر گئے باقی قتل کیے گئے اور جو لوگ بھاگ گئے تھے وہ پہاڑوں اور جنگلوں میں بھوکے اور پیاسے مر گئے۔ گرد و نواح میں پندرہ پندرہ کوس تک درخت جلا کر خاک سیاہ کر دیے گئے۔ فرانسس اوّل پر اوس کی سلطنت کے آخری سالوں کے ظلم و ستم سے جو پروٹسٹنٹ لوگوں پر ہوئے اوس کے اوپر بڑا دھبہ ہے پوپ کی دوستی اور پادریوں کے زیر اثر ہونے کا یہ نتیجہ ہوا باون ۵۲ برس کی عمر میں ۳۱۔ مارچ ۱۵۴۷ء فرانسس اوّل نے وفات پائی اور ہنری دوم اوس کا بیٹا تخت نشین ہوا۔ فرانسس نیک طینت اور راست باز تھا اور چارلس نہایت متعصب اور عیّار و خونخوار تھا۔

ہمعصر بابر و ہمایوں

شہنشاہ چارلس پنجم جرمنی و اسپین وغیرہ

سنہ ۱۵۱۷ء لغایت سنہ ۱۵۵۸ء

سنہ ۱۵۱۶ء میں چارلس بادشاہ اسپین ہوا اور سنہ ۱۵۱۹ء میں میکس میلین شہنشاہ جرمنی کے انتقال پر شہنشاہ جرمنی ہوا اور چارلس پنجم خطاب ہوا سنہ ۱۵۲۰ء میں رعایا ملک اسپین نے بادشاہ سے ناخوش ہوکر علم بغاوت بلند کیا سنہ ۱۵۲۱ء میں بڑی خونریزی

سے بعد بمشکل یہ بغاوت فرو ہوئی ملک کسٹائل کی آزادی ختم ہوئی جنرل کورٹس
نے میکسیکو ملک امریکہ فتح کیا۔ اٹلی اور فرانس اور اسپین میں سخت لڑائیاں
ہوئیں ۱۵۲۴ء سے ۱۵۲۵ء میں صوبہ ویلنشیا کے مسلمانوں نے فرائض مذہبی آزادانہ
طور پر ادا کرنیکی بادشاہ سے درخواست کی لیکن ازراہ تعصب نامنظور کی گئی
اس پر بہت سے مسلمان ملک سے جلاوطن ہو گئے اور باقیوں نے بغاوت کی
۱۵۲۶ء میں بہت کشت خون کے بعد بغاوت فرو ہوئی ۱۵۲۵ء میں بمقام پویا
(صوبہ اٹلی) بادشاہ فرانسس اوّل اور شہنشاہ چارلس پنجم کی لڑائی ہوئی
فرانس کی فوج کو شکست ہو گئی بعد بادشاہ فرانسس گرفتار ہو گیا اس موقع
پر فرانسس نے بہت شجاعت و بہادری دکھائی جب دشمنوں نے اسکو
چاروں طرف سے گھیر لیا اور اس کے بڑے بڑے افسران فوج ہلاک ہوئے
اور فرانسس بہت زخمی تھا مگر اس نے سات آدمیوں کو بدست خود قتل کیا
جب اسکا گھوڑا زخمی ہو کر گر پڑا تو وہ مجبور ہوا اور دشمنوں نے گرفتار کر لیا
اور میڈرڈ دارالسلطنت میں پہونچا کر قلعہ میں قید کیا ۱۵۲۶ء میں
مسلمانان غرناطہ (گراناڈا) نے رقم کثیر بطور رشوت بادشاہ
کو دیکر ان کوئیزیشن (پادریوں کا مذہبی جلسہ) کے خونخوار
سختیوں سے نجات پائی ۱۵۲۷ء میں شہنشاہ چارلس پنجم نے ملک اٹلی
پر فوج کشی کی اور شہر روم کو فتح کیا شہر میں قتل عام کیا گیا۔ اور
کئی روز تک خوب لوٹ و غارتگری رہی۔ بزرگ پوپ کلیمنٹ

بے عزتی سے گرفتار کیا گیا ۱۵۳۳ء میں جرنیل پزارو نے دار السلطنت پیرو ملک امریکہ فتح کیا۔ وہاں کے باشندوں پر بڑے ظلم کئے گئے ۱۵۳۹ء میں میلان و سسلی و افریقہ میں چارلس کی فوجوں نے بوجہ نہ ملنے تنخواہ کے بغاوت کی لیکن جرنیلوں نے قرضہ لیکر سپاہیوں کی تنخواہ ادا کی۔ رعایا اسپین نے بادشاہ چارلس سے درخواست کی کہ دیگر ممالک کا خرچہ جنگ اسپین سے وصول نہ کیا جائے لیکن چارلس نے کچھ توجہ نہ کی۔ اسکی وجہ سے عام طور پر رعایا میں ناراضی اور بددلی پھیل گئی ۱۵۳۹ء میں شہر جینٹ[1] ملک نیدرلینڈس میں جو چارلس کی زیر حکمرانی تھا بادشاہ کی سختیوں کی وجہ سے بغاوت شروع ہوئی ۱۵۴۰ء میں چارلس نے اس بغاوت کو نہایت بیرحمی سے قتل عام کراکر فرو کیا ۱۵۴۱ء میں شاہ فرانس کے سفیر کو چارلس کے گورنر میلان نے قتل کرا دیا جسکی وجہ شاہ فرانس کی چارلس سے لڑائی شروع ہوئی۔ چارلس نے مسلمانان الجیرس[2] پر سمندر کی راہ سے زبردست بیڑا جہاز نکالکر فوج کشی کی لیکن قہر الٰہی نازل ہوا طوفان سے تمام جہاز و بیڑا تباہ و برباد ہو گیا۔ صدہا آدمی غریق بحر فنا ہوا۔ چارلس معہ چند آدمیوں کے زندہ بچا اور خائب و خاسر بحال تباہ اپنے ملک کو واپس آیا ۱۵۴۳ء میں چارلس اور فرانسس میں ملک نیدرلینڈس میں سخت جنگ ہوئی ۱۵۴۴ء میں چارلس نے ہنری ہشتم بادشاہ انگلینڈ سے اتحاد کیا اور دونوں نے فرانس پر حملہ کیا آخر صلح ہو گئی

[1] St. Ghent. [2] Algiers.

۱۵۵۴ء میں چارلس نے ملک نیدر لینڈس کی بادشاہت اپنے بیٹے فلپ کو دیدی اوسکی شادی ملکہ میری ملکہ انگلینڈ سے ہوئی ۱۵۵۵ء میں چارلس نے نیدر لینڈس کی بادشاہت بھی فلپ کو دیدی ۱۵۵۶ء میں چارلس نے اپنے بیٹے کو فلپ دوم کا خطاب دیکر ملک اسپین کا تاج و تخت اوسکے سپرد کیا اس سلطنت کے متعلق حسب ذیل ملک تھے نیپلس سسلی میلان - فرانچی کومٹی - نیدرلینڈس ٹیونس پاربری کیرش - جزیرہ کیپ ورڈ - فلپائنس - جزیرہ اسپانیٹی ممالک جزبی امریکہ - میکسیکو - اور پیرو

چارلس نے جرمنی کی شہنشاہی اپنے بھائی فرڈی ننڈ کو دی اور خود سلطنت سے دست کش ہوکر خانقاہ سان یشٹو میں گوشہ نشین ہوا اور ۱۵۵۸ء میں فوت ہوا - ۱۵۶۷ء میں اس متعصب بادشاہ نے مسلمانوں پر سخت ظلم کئے اور جبراً عیسائی کئے جانیکا حکم دیا سٹینڈ و دل مورخ لکھتا ہے کہ ویلنسیہ میں بائیس ہزار مکان عیسائیوں کے تھے اور چھبیس ہزار مکان مسلمانوں کے تھے مگر ان میں سے چھ آدمی بھی ایسے نہ تھے جنہوں نے خوشی سے دین عیسوی قبول کیا ہو مسلمان لوگ بادشاہ کے جبر و ظلم و تعصب سے تنگ آکر شہر سے نکل گئے اور ایک مقام سیرا ڈی سپاڈن میں جو سگوربی کے قریب ہے بھاگکر پناہ لی لیکن متعصب چارلس چار پانچ ہزار جرمن فوج ہمراہ لیکر ان بے گناہوں پر حملہ آور ہوا

کچھ عرصہ تک اون لوگوں نے نہایت دلیری اور شجاعت سے
بادشاہ کا مقابلہ کیا۔ دو تین ہزار آدمی مسلمانوں کے شہید ہوئے
اور انکو شکست ہوئی بہت لوگ گرفتار ہوئے جس نے دین عیسوی
قبول کیا اسکو امان دی گئی ورنہ قتل کیا گیا۔ اس بادشاہ نے مسجدیں
بند کرا دیں اور متبرک کتابیں جلوا دیں ۱۵۳۰ء میں صوبہ بلنسیہ
کے مسلمانوں پر طرح طرح کے جبر و ظلم کئے گئے اور بہت خونریزی
ہوئی۔ بادشاہ کے تعصب اور ظلم سے عاجز آکر ستر ہزار سے
زیادہ یہاں کے مسلمان ملک الجیریا کو چلے گئے ۱۵۲۰ء میں اس
ظالم بادشاہ نے اس قدر سخت اور ناجائز ٹیکس رعایا پر لگایا کہ سب
پریشان ہو گئے۔ تجارت و زراعت و حرفت بالکل غارت ہو گئی
۱۵۲۶ء میں چارلس نے اپنی ملکہ کی جائداد کی آمدنی بھی اپنے
صرف میں لیلی ۱۵۲۷ء میں فوجوں نے تنخواہ نہ ملنے پر پوپ سے
بادشاہ کی شکایت کی ۱۵۲۹ء میں روپیہ کی ضرورت سے مجبور
ہو کر چارلس نے جزیرہ مولکاس سلطنت پرتگال کو بقیمت گراں فروخت کیا
اس کے بعد فلورنس اور لیگ ہارن کے قلعے ایک لاکھ پچاس (۱۵۰۰۰۰)
ہزار دوکاٹ (اسپین کا سکہ) کو کاسموڈی میڈیسی ایک والی
ملک کے ہاتھ فروخت کر دئے۔ ان سب ذریعوں کے ختم
ہو جانے پر اوس نے قرض لینا شروع کیا اور حد سے زیادہ
سود دینا گوارا کیا۔ حتی کہ ۱۵۵۵ء تک چارلس نے اپنے ملک کی

تمام آمدنی قرضہ میں رہن کر دی - ان بیجا کارروائیوں سے سلطنت تباہ
و برباد ہو گئی - اگر بادشاہ کو ضرورت ہوتی تھی تو کہیں قرضہ ملتا
تھا - غیر ملکوں کے تاجروں نے اس شرط پر روپیہ دینا منظور کیا کہ
ہماری تجارت کو فروغ ہو - اس کی وجہ سے اسپین کی تجارت
اور حرفت غارت ہو گئی - اسپین کے تاجروں کے کل حقوق غیر ملک
والے تاجروں نے حاصل کر لئے کل تجارت غیر ملک والے تاجروں کے
ہاتھ میں چلی گئی - ہر چند رعایا نے فریاد کی مگر چارلس نے کچھ توجہ
نہ کی - چارلس نے اپنی رعایا کی آزادی بھی چھین لی امرا لوگ
رعایا پر سخت ظلم و ستم کرنے لگے تجارت حرفت و صنعت نیست
و نابود ہو گئی - لوگوں کی حالت نہایت تباہ تھی - سلطنت کو اسطرح
غارت و تباہ کر کے یہ ظالم گوشہ نشیں ہوا - اور بعد چندے
راہی ملک عدم ہوا -

اس کے نانا فرڈیننڈ کا روزانہ خرچ بارہ ہزار -
مارویدس (اسپین کا سکہ) تھا اور چارلس کا روزانہ خرچ
ایک لاکھ پچاس ہزار مارویدس تھا - اسکا وزیر اعظم مشہور
خونخوار ظالم سنگدل کارڈینل ہمنس[1] تھا - جس نے باون
ہزار پانسو باون ۵۲۵۵۲ آدمی اہل اسپین ہلاک کرائے تھے - ان میں
تین ہزار پانسو چون آدمی آگ میں جلائے گئے تھے -

---

[1] Cardinal ximines. ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ صفحہ ۳۳۴ و ۳۳۵ جلد ۱۰

ہمعصر بابر وہمایوں واکبر شاہ

سلطان سلیمان اول شہنشاہ ٹرکی

سنہ ۱۵۲۰ء لغایت سنہ ۱۵۶۶ء

سنہ ۱۵۲۰ء میں اپنے والد سلطان سلیم اول کی وفات پر سلطان سلیمان اول تخت نشین ہوا۔ یورپین مورخوں نے اسکو د Great یعنی اعظم اور ا Magnificent یعنی عالیشان) کا خطاب دیا ہے۔

یہ سلطان آفتاب سلطنت عثمانیہ کا تھا۔ ابراہیم اسکا وزیر اعظم نہایت دانشمند اور عاقل تھا۔ تخت نشینی کے وقت سلطان سلیمان نے قریب چھہ سو مصری قیدیوں کے جو سلطان سلیم کے وقت میں گرفتار ہوکر آئے تھے اور بطور غلاموں کے قسطنطنیہ میں رہتے تھے آزاد کر دئے۔ سنہ ۱۵۲۱ء میں سلطان سلیمان نے بلگریڈ فتح کیا جزیرہ روڈس جو عرصہ دراز سے عیسایوں کے قبضہ میں تھا اور وہ لوگ مسلمانوں کو تکلیفیں پہونچایا کرتے تھے اور ان کی وجہ سے سلطنت معرض خطرہ میں تھی۔ سنہ ۱۵۲۲ء میں سلطان سلیمان نے اسپر فوج کشی کی عیسایوں سے سخت جنگ ہوئی۔ یورپ کے بہت سے عیسائی انکے شریک ہوئے مگر سلطان نے بہت دلیری و شجاعت کی ساتھ پانچ مہینہ ونکے قلعہ کا محاصرہ او جنگ کرکے بزور شمشیر اوس قلعہ کو فتح کیا

یہ قلعہ نہایت مستحکم تھا۔ ترکوں کا بہت نقصان ہوا۔ عیسائیوں کا گرانڈ ماسٹر (افسر اعلیٰ) سلطان کے سامنے لایا گیا۔ سلطان نے اوسکی بہت خاطر و عزت کی اور فرمایا کہ مجھکو افسوس ہے کہ تجھ سا ایسا بزرگ اور بہادر شخص ضعیفی میں اپنے گھر سے جلاوطن کیا جاتا ہے۔ اور نہایت سیر چشمی اور رحمدلی سے کل عیسائیوں کو اجازت دی کہ بارہ روز کے اندر مع اپنے مال و اسباب کے جزیرہ خالی کردیں کسی قسم کی زیادتی یا تعصب کا برتاؤ نہیں کیا گیا۔ اور سلطان نے یہ بھی فرمایا کہ اگر ان لوگوں کو ضرورت ہو تو سامان باربرداری بھی دیا جاوے۔ جزیرہ روڈس کے دیگر شہروں کے باشندے جنہوں نے سلطان کی رعایا رہنا منظور کیا اونکو آزادانہ طور سے بلا روک و ٹوک اپنے فرائض مذہبی ادا کرنے کی اجازت دیگئی اونکی گرجا مسمار نہیں کرائی گئی نہ اون کے بچے مسلمان کرنے کے واسطے اون سے چھینے گئے۔ اور پانچ برس تک جزیرہ کا خراج بھی معاف کیا گیا۔ (ایسا سلوک و احسان کسی عیسائی بادشاہ نے مسلمان یا غیر عیسائی رعایا کے ساتھہ کبھی نہیں کیا) ۲۴-۱۵۲۳ء میں کوئی بیرونی جنگ نہیں ہوئی مصر کے گورنر احمد پاشا نے بغاوت کی سلطان نے کچھہ فوج اوسکی سرکوبی کے واسطے بھیجی چنانچہ لڑائی میں نمکحرام احمد پاشا مارا گیا اور بغاوت فرو ہوگئی سلطان نے اپنے وزیر اعظم ابراہیم کو مصر کے انتظام امور

سلطنت کے واسطے مامور کیا۔ کچھ عرصہ تک سلطان انتظام امور سلطنت میں مصروف رہا پھر بطور سیر و شکار تفریح کے واسطے ایڈریانوپل تشریف لے گیا۔ اور چند روز وہاں قیام فرمایا۔ جان نثاری فوج بیکار رہنے سے ناخوش ہوئی اور آثار بغاوت اوس سے ظاہر ہوئے حتیٰ کہ انہوں نے شہر قسطنطنیہ میں لوٹ مار مچا دی۔ سلطان یہ خبر سنکر فوراً قسطنطنیہ واپس آیا اور بہت دلیری سے باغیوں کے سامنے گیا اور اُن کو سخت و سست کہا اور دو افسروں کو جو اُن کے سرغنہ اور بانی فساد تھے بدست خود قتل کیا۔ لیکن اس کے بعد سپاہیوں کو انعام و اکرام دے کر رضامند کیا۔ مگر جب یہ ہنگامہ فرو ہو گیا تو سلطان نے بعد تحقیقات اون کے چند بڑے افسروں کو جنکی نسبت معلوم ہوا کہ باعث فتنہ و فساد کے تے قتل کرا دیا۔ اون کے قتل ہوتے امن ہو گیا۔ زاں بعد سلطان نے مصر سے وزیر اعظم ابراہیم کو واپس بلا لیا اور اُس کے مشورہ سے ملک ہنگری پر فوج کشی کی۔ فرانسس اول بادشاہ فرانس نے بھی فتح ہنگری کی سلطان سے تحریک کی آسکی خواہش تھی کہ اپنے زبردست دشمن چارلس پنجم بادشاہ اسپین کی توجہ دوسری طرف کر دے تاکہ خود اسکے حملوں سے محفوظ رہے ایک دوسرے بادشاہ فارس نے جو ٹرکی کا سخت دشمن تھا چارلس پنجم اور بادشاہ ہنگری سے اتحاد کیا اور ٹرکی کے مقابلہ میں امداد دینے کا وعدہ کیا۔ شاہ طہماسپ بادشاہ ایران کا تعصب اور ظلم سنیوں پر سنکر

سلطان کو سنیوں سے بہت نفرت ہوئی سلطان نہایت پکا سنی
مذہب تھا۔ شاہ طہماسپ نے جو سنیوں پر ایران میں ظلم کئے اوس کا
عوض سلطان نے اسطرح لیا کہ چند ہزار شیعہ قیدی جو گالی پولی
میں مقید تھے اور خونخوار سلطان سلیم کے ہاتھ سے زندہ بچ رہے تھے
ان کو غصہ کیحالت میں قتل کرادیا دونوں بادشاہوں کے باہمی
رنج سے طرح طرح کی آفتیں برپا ہوئیں شریف بےگ گورنر بٹلیس[1] نے
شاہ ایران کی اطاعت قبول کر لی اور قلعہ اور شہر شاہ کے قبضہ
میں دیدیا ۱۵۳۳ء ایرانی گورنر بغداد نے شہر کی کنجیاں سلطان سلیمان
کی خدمت میں بھیجدیں اور اطاعت کا اظہار کیا۔ سلطان نے وزیر اعظم
ابراہیم کو بغداد پر قبضہ لینے کے واسطے بھیجا۔ ابراہیم نے وہاں
پہونچکر علاوہ بغداد کے چیلدران[2] کے گردونواح پر بھی بزور
شمشیر قبضہ کر لیا۔ اور تبریز اور آذربائیجان بھی فتح کر کے اپنے
قبضہ میں داخل کیا۔ اور ان فتوحات کے بعد سلطان کی خدمت
میں حاضر ہوا۔ جو بڑی فوج لئے ہوئے اسطرف آرہا تھا۔ شاہزادگان
گیلان و شروان نے جو شاہ ایران کے ماتحت تھے سلطان کی اطاعت
قبول کی۔ جنوری سنہ ۱۵۳۵ء میں سلطان سلیمان نہایت شان
و شوکت سے بغداد میں جو قدیمی دارالخلافت خلفا کا تھا
داخل ہوا۔ چندروز یہاں قیام کر کے سلطان قسطنطنیہ کو
واپس چلا گیا سنہ ۱۵۴۸ء میں یعنی تیرہ برس کے پھر اس ملک پر

[1] Lake Van — Bitlis

سلطان نے فوج کشی کی سلطان کے چلے جانے کے بعد شاہ ایران نے جنہیلوان پر اپنا قبضہ کرلیا جو ابراہیم نے فتح کیا تھا جب سلطان البہرآیا تو اوس نے پھر اس مقام کو فتح کرلیا۔ اس اثنار میں شاہ ایران کا بھائی القاسم نام سلطان سے آملا۔ شاہ کی برتاؤ سے ناخوش ہوکر ایران سے چلا آیا تھا سلطان نے اوسکی بہت خاطر وعزت کی سلطان نے اسکو کچھہ فوج دیکر ملک جارجیا پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اوس نے نہایت بہادری سے بیس[۲۰] قلعہ ملک جارجیا کے فتح کئے اور دسمبر ۱۵۴۹ع میں سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان اوس سے بہت رضامند ہوا۔ ایرانیوں کی حملہ آوریوں سے ناخوش ہوکر پھر سلطان نے فوج کشی کی اور ۱۵۵۳ع میں ایشیا ئی ارمینیا پر حملہ کیا اور تخت شیوان[۱] اور اریوان[۲] اور کارا باغ فتح کرلیا۔ شاہ ایران نے عاجز آکر سلطان سے صلح کرلی اور ۲۹ مئی ۱۵۵۵ع کو صلحنامہ اماسیا تحریر ہوکر دستخط فریقین کے ہوگئے۔ یہ پہلا صلحنامہ تھا جو درمیان دیندار ٹرکی اور گمراہ ایران کے ہوا (اسٹوریس ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ۱۲ صفحہ ۳۴۵)

سولھویں صدی عیسوی کے شروع حصہ چہارم میں ایک حیرت انگیز اور بعید العقل واقعہ پیش آیا یعنی کلیسا کی بڑی بیٹی (فرانس) اور اسلام کے زبردست ہیبتناک اوتار (ٹرکی) کا اتحاد ہوا۔ کنول کے پھول اور ہلال کا خلاف مذہب انمل بےجوڑ میل ہوا۔ وہ عیسائی

[1] Nakhit. [2] Chervan. Erivan. Karabagh.

بادشاہ جو مسلمانوں کے خلاف پھر لڑائی کی تجویز میں شریک ہوتا تھا
اس نے نہایت عجز و انکسار کی ساتھ سلطان سلیمان سے امداد و دستگیری
کی درخواست کی ۲۴ جنوری ۱۵۲۵ء کو بمقام پیویا جبکہ فرانسس اول شہنشاہ
فرانس کو شہنشاہ چارلس پنجم نے شکست دی اور گرفتار کر لیا تو نہایت اندیشہ
سے تمام قوم پراٹسٹنٹ اہل جرمنی کی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔ اور ملک اٹلی کو بھی
مجال دم زدن نہ رہی۔ ہنری ہشتم شاہ انگلینڈ بھی فاتح کے سامنے
بے حساب ہوا سب کو ثابت ہو گیا کہ بلا امداد و سرپرستی زبردست
ٹرکی کے ہم نیست و نابود ہو جائیں گے چنانچہ فرانسس اول نے نہایت
عجز و انکسار سے ایک درخواست امداد و سرپرستی ایک سفیر کی معرفت
جس کا نام جیووانی فرنگی پانی[1] تھا سلطان سلیمان کی خدمت میں بھیجی
سلطان کے جواب شاہانہ سے فیاضی جوانمردی اور شان و شوکت
ظاہر ہوتی ہے۔ "مجھ فرانسس نے جو ملک فرانس کا بادشاہ
ہے اپنے وفادار ملازم فرنگی پانی کی معرفت جو درخواست بندگان عالی میں
جو بادشاہوں کی جائے پناہ ہے بھیجی ہے۔ تو نے اس امر کا بھی اظہار
کیا ہے کہ دشمن نے تیرے ملک پر قبضہ کر لیا ہے اور تو دشمن کی قید
میں ہے اور تو نے اپنی رہائی کے واسطے اینجانب سے امداد و دستگیری
کی التجا کی ہے تیری عرضداشت اینجانب کے زیر پایہ تخت جہاں پناہ
ڈالی گئی اور اینجانب کی عقل دور اندیش نے اون پر پہلو سے طور پر غور
کیا کسی بادشاہ کا شومی قسمت سے مغلوب ہونا اور مقید ہونا خلاف قیاس

[1] Giovanni Faranqipani.

بات نہیں ہے۔ لہذا ہمت باندھو اور مستقل مزاج رہو۔ ہمارے معزز بزرگوں نے۔ اللہ تعالی اونکی مغفرت کرے۔ دشمن کے پسپا کرنے اور جدید ممالک فتح کرنے میں کبھی تامل نہیں کیا۔ اینجانب بھی اونکے قدم بقدم پیرو ہیں شبا روز اینجانب کا گھوڑا زین بستہ تیار رہتا ہے اور شمشیر عالم تسخیر ہماری کمر سے بستہ رہتی ہے۔ ۲۳ راپریل ۱۵۲۶ھ کو ساعت سعید میں سلطان سلیمان عالیشان ایک لاکھ سوار و پیادہ اور تین سو ضرب توپ ہمراہ لیکر کفار بدکردار سے جہاد کرنے کو روانہ ہوا فوج کو سخت تاکیدی حکم تھا کہ جبتک سلطنت عثمانی میں سفر ہو رعایا کے جان و مال سے تعرض نہ کیا جائے بعض سواروں نے رعایا کے کھیتوں میں اپنے گھوڑے چرائے تھے چنانچہ اس حکم عدولی پر وہ سوار قتل کئے گئے۔ ۱۰ر جولائی ۱۵۲۶ھ کو شہر پیٹر واردن اور قلعہ فتح کرلیا اور دریائے ڈریو پر جو الک کے قریب تھا دو سو چورانوے ۲۹۴ (ایلیس سوا گز کا ہوتا ہے) کا پل تیار کیا اور شہر کو غارت کیا۔ اور آگ لگا دی گئی۔ بعد ازاں فوج سلطانی موہاکس کی لڑائی کے میدان میں پہونچی جہاں ہنگری کی فوج صف آرا تھی یہ فوج زیادہ تر سواروں کی تھی صف اول زیر کمان بیشیر پرینی اور بشپ (پادری) پالوموری کے تھی اور صف دوم زیر کمان نوجوان بادشاہ ہنگری کے تھی۔ دونوں فوجوں میں نہایت سخت لڑائی ہوئی۔ اثنا جنگ میں ایک فوجی افسر مارک فالی اور چونتیس ۳۴ سواروں نے باہم عہد کیا کہ یا تو سلطان کو قتل کریں گے یا خود مارے جائینگے آخر یہ لوگ مرتے گرتے

بمشکل تمام سلطان تک پہونچے اور حملہ آور ہوئے سلطان کے جینیسید گارڈ کے سپاہی بھی ان لوگوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔ مگر سلطان عالیشان کے جسم پر بوجہ زرہ بکتر کے ان کے تیر و نیزہ کا کچھ اثر نہ ہوا اور یہ سب لوگ قتل ہوئے۔ فوج جانثاری اور ادیب لوگ بڑی جوانمردی سے لڑے اور دشمنوں کا اس قدر کشت و خون کیا کہ اونکے پاؤں اکھڑ گئے اور شکست کھاکر بھاگ نکلے۔ غازیان اسلام نے عیسائیوں کی تقدیر کے روز روشن کو بھیانک شب تاریک سے بدل دیا۔ مسلمانوں نے مفروروں کا تعاقب کیا اور بہت آدمیوں کو قتل کیا۔ چاروں طرف ہنگری کے سپاہی پریشان و بدحواس جان بچانے کے لئے بھاگتے پھرتے تھے۔ مگر غازیان اسلام بھی مثل ملک الموت ان کے سر پر موجود تھے۔ غایت بدحواسی سے ایک دستہ فوج ہنگری کا ریگ رواں میں پھنس کر غارت ہوا اور دوسرا دلدل میں غرق ہو گیا۔ ان میں نوجوان شاہ ہنگری بھی تھا۔ دو گھنٹہ یہ لڑائی رہی۔ بحکم سلطانی مقتولوں کی شمار کی گئی تو معلوم ہوا کہ تیس ہزار فوج پیدل اور چار ہزار سوار قتل ہوئے ہیں اور چار ہزار قیدی گرفتار ہوئے جو قتل کئے گئے۔ جو لوگ ریگ رواں اور دلدل میں غارت ہوئے اونکی تعداد علیحدہ تھی۔ سلطان نے اس فتح نمایاں کا میدان جنگ میں سجدۂ شکر خداوند عالم کا ادا کیا۔

فرانس اور ٹرکی کے زمانہ اتحاد میں بادشاہ فرانس کی مقابلہ میں

سلطان سلیمان کے خیالات کی شائستگی و پختگی اور استقلال و راستبازی بہت زیادہ ثابت ہوئی۔ فرانسس ہمیشہ دو توہمات میں مبتلا رہتا تھا۔ اوسکو اپنی ملکی ضروریات بخوبی معلوم تھیں مگر مذہبی تعصب طبیعت میں رکاوٹ پیدا کرتا تھا۔ اوسکو ترکوں کی امداد کی اشد ضرورت تھی۔ لیکن بظاہر انکی دوستی کا اظہار کرنے سے تامل کرتا تھا اکثر اوقات اپنا سفیر اونکے پاس بھیجکر جنگ کی تحریک کرتا تھا اور کبھی شہنشاہ چارلس پنجم کی حالت پر رشک کرتا تھا کہ وہ عیسائیوں کا سردار بنکر جہاد کرتا ہے۔ بخلاف اسکے سلطان کا مذہبی جوش ملکی قوم کے خیالات سے ہم آغوش تھا۔ بادشاہ ہنگری اور شہنشاہ جرمنی اوسکی نظر میں ملکی اور مذہبی دشمن ہونیکی حیثیت سے یکساں تھے کوئی وہم یا پس وپیش اوسکو نہ تھا۔ ہنگری اور آسٹریا پر حملہ کرنے کے واسطے وہ ہمیشہ آمادہ و تیار رہتا تھا فرانسس کے مقرر کردہ موقع پر وہ مستعدی سے پہونچتا تھا۔ سوائے اون سالوں کے کہ جنگ کی ضرورت سے اوسکو ایشیا جانا پڑا۔ وہ فرانسس کی مدد کے واسطے فوج کے ہمراہ خود جاتا تھا فرانسس قول بمکار و دغاباز اور متلون ثابت ہوا۔ اپنے افعال و اقوال کی تکذیب کرکے خود حقیر ہوتا اور دوسروں کو متہم کرتا تھا بادشاہ اسلام نے نہایت عالی ہمتی اور کشادہ دلی ظاہر کی جس سے اوسکی ایمانداری اور راستبازی ثابت ہوئی۔ نہ صرف اوسکی باتیں بلکہ اوس کے کام بھی نہایت عظیم الشان ہیں۔ سلطان

کے مقابلہ مین فرانسس دولت و قوت عقل و دانش وغیرہ مین ہر طرح کمتر ہے - معلوم ہوتا ہے کہ تمام دنیا کی دولت سلطان کے قبضے مین ہے کیونکہ اوسکی داد و دہش بے انتہا ہے مغربی بادشاہون کی فوج سے دس حصہ زیادہ فوج میدان میں لاسکتا تھا - سلطان دو سو جنگی جہاز اور دو لاکھ فوج کا مالک تھا اگر اوسکی فوج سے غارتگری کے حرکات سرزد نہوتین تو ہم کہہ سکتے تھے کہ اوسکا طرز جنگ سلاطین مغرب سے بدرجہا افضل ہے - اس زمانہ کا اول درجہ کا جنرل ہے اوسکی خوبی قواعد اور خوبی تعلیم و تربیت فرانسیسی اور شہنشاہی فوج کی بدنظمی اور بے انتظامی سے بہت زیادہ بہتر ہے ۱۵۴۳ء میں نیس (Nice) کی بحری لڑائی مین سلطان کی فوج میں سب طرح کا سامان جنگ بکثرت موجود تھا اور افسران فوج فرانس کی بے پرواہی اور بے انتظامی کے سبب سے سلطان کے سپہ سالار بحری خیرالدین پاشا عرف بار بروسا سے بارود اور دیگر اشیار جنگ مانگنے کی ضرورت ہوئی جو حسب دلخواہ اونکو دی گئیں - خیرالدین پاشا نے نہایت دلیری سے حملہ کرکے شہر نیس فتح کر لیا - مگر فرانس کی فوج سے قلعہ نیس جسکی تسخیر اون کے سپرد تھی فتح نہو سکا - چونکہ سلطان نے خیرالدین پاشا کو فوج فرانس کی امداد کے واسطے بھیجا تھا اور دونوں شامل ہوکر شہر نیس اور قلعہ پر حملہ آور ہوئے تھے قلعہ کے مفتوح نہونے سے خیرالدین پاشا افسران فوج فرانس سے

بہت ناخوش ہوا - اور بے پرواہی کرنے پرا ونکو بہت سخت و سست کہا - اور یہ بھی کہا کہ تمہارے جہازوں کی حالت نہایت ناقص ہے ہتھیار و سامان جنگ و ضروری ذخیرہ کافی طور پر موجود نہیں ہے - جسکی نگرانی افسروں کے ذمہ ہے - افسران فوج فرانس شرمندگی سے سرنگوں تھے اور بہت انکساری سے خیر الدین پاشا کی ملامت اور سرزنش کو سن رہے تھے - آخر کار ڈیوک ڈی اینجین *** سپہ سالار بحری فوج فرانس کے منت و خوشامد کرنے سے اوس بہادر تجربہ کار ترکی سپہ سالار کا غصہ فرو ہوا - لڑائی کے ختم ہو جانے پر ایک اسپین کا جنرل ترکوں کے بنائے ہوے دمدمے وغیرہ دیکھکر حیران و ششدر رہ گیا - اور کہنے لگا ہم لوگ فنون جنگ میں ان وحشیوں سے کمتر ہیں - ترکی کے اتحاد سے فرانس کو مفید نتیجہ یہ ہوا کہ تجارت میں بہت ترقی ہوئی سنہ ۱۵۲۸ع میں مصر کے گورنر نے فرانس کو ملک مصر میں تجارت کی اجازت عطا کی - سلطنت عثمانی میں فرانس کو اعزاز حاصل ہوا حتی کہ دیگر یورپین سلطنتیں مثل انگلینڈ و سسلی و جنیوا وغیرہ بھی فرانس کے جھنڈے کے سایہ میں ممالک سلطانی میں تجارت کرتے تھے یورپ میں صرف فرانس کا ہی بادشاہ تھا - جسکو سلطان نے کاغذات سرکاری میں بادشاہ کا خطاب تحریر کیا جانا منظور فرمایا - ایشیا کے ہنگاموں نے سلطان کو ہنگری سے روانہ ہونے پر مجبور کیا - لیکن تیسرے سال بہت زیادہ فوج لیکر سلطان ہنگری میں واپس آیا

Landed Enghien Mediterranean

اور اب آسٹریا سے مقابلہ تھا۔ جس میں دنیا (Viena) کا پہلا محاصرہ ہوا اور تاریخ جرمنی اور ٹرکی کا بڑا اہم واقعہ ہے۔ زپولیا (Zapolya) بادشاہ ہنگری جس نے سلطان کی اطاعت قبول کی تھی سلطان کی امداد سے شاہ فرڈننڈ بادشاہ آسٹریا سے ٹوکے (Tokay) کے میدان میں لڑا لیکن شکست پائی۔ اوس نے اپنے خسر سی گسمنڈ[1] بادشاہ پولینڈ اور سلطان سے امداد کی درخواست کی عہدنامہ اتحاد درمیان ہنگری اور ٹرکی کے ہوا فرڈننڈ بادشاہ آسٹریا نے اس عہدنامہ اتحاد کے ہونے میں دراندازی کی سلطان کے پاس اپنا سفیر بھیجا مگر ناکامیاب رہا۔ سلطان نے اوس کے سفیر کو نو مہینے لیت ولعل میں رکھا آخر یہ طعن آمیز جواب دیکر رخصت کیا کہ اپنے مالک سے کہنا کہ اوس نے ہمسائگی اور دوستی کا برتاؤ ہمارے ساتھ نہیں کیا۔ لیکن بہت جلد ایسا برتاؤ اوسکو برداشت کرنا پڑے گا اوس سے کہدینا کہ اینجانب مع اپنی افواج قاہرہ کے آتے ہیں۔ اور جس چیز کا وہ طلبگار ہے ہم خود اوسکو دینگے۔ لہذا اوس کو ہماری ملاقات کے واسطے آمادہ وتیار رہنا چاہئے۔ افواج اسلامی کا سپہ سالار ابراہیم پاشا مقرر ہوا۔ ۱۰ ارمئی ۱۵۲۹ء کو دولاکھ پچاس ہزار سوار و پیادہ کا لشکر شاہ زپولیا کی امداد کے واسطے روانہ ہوا۔ شہر پیشتہ (Pesth) اور کل ملک زپولیا کا فرڈننڈ نے چھین لیا تھا۔ شاہ زپولیا مقام موہاکس میں پہونچکر سلطان عالیشان

[1] Sigismund.

کی خدمت میں حاضر ہوا اور اطاعت و فرمانبرداری کا حلف اوٹھایا فوج سلطانی نے شہر بُدا (Budda) چھہ روز کے محاصرہ کے بعد فتح کرلیا اور اوسکی سرکشی کی وجہ سے وہاں قتل عام کرایا گیا۔ سلطان نے زپولیا کے سر پر ہنگری کا تاج سلطنت رکھا اور اسکو بادشاہ کیا اوس نے فوج جان نثاری کو جس نے اوسکی امداد کی تھی بہت انعام و اکرام دیا بوگڈان (Bogdan) بادشاہ مالڈیویا (Moldavia) نے بھی سلطان کی اطاعت قبول کی سلطان نے ان دونوں بادشاہوں کی اطاعت کا جشن خوشی منعقد کیا۔ ازاں بعد مع ان دونوں بادشاہوں کے شہر وئینا کی طرف کوچ کیا یہ قلعہ نہایت مستحکم و زبردست تھا۔ اور معقول تعداد جرمنی فوج کی بھی موجود تھی اگرچہ چندروز سخت جنگ رہی مگر فوج سلطانی کو کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ ایک انگریز مورخ لکھتا ہے کہ وئینا کے محاصرہ میں ترکوں کے چالیس ہزار آدمی مارے گئے۔ آخر اپنی ملکی ضروریات سے یہ جنگ ناتمام چھوڑکر سلطان کو ٹرکی واپس جانا پڑا۔ شاہ فرڈیننڈ سے صلح ہوگئی از روے صلحنامہ ملک ہنگری شاہ فرڈیننڈ اور شاہ زپولیا میں نصف نصف تقسیم ہوا ۱۵۳۵ء میں شاہ زپولیا کی وفات پر بادشاہ فرڈیننڈ نے تمام ملک ہنگری پر قبضہ کرنا چاہا۔ شاہ زپولیا کی بیوہ نے سلطان سے امداد کی درخواست کی سلطان نے نہایت فیاضی اور دلسوزی سے اوسکی مدد کے واسطے فوج

بھیجی اور حکم دیا کہ شاہ زپولیا کا نابالغ لڑکا جسوقت جوان ہوجائیگا
تو ملک ہنگری اور ٹرانسلوانیا (Transylvania) کا بادشاہ
کہا جائیگا اوسوقت تک یہ دونوں سلطنتیں ٹرکی کے زیر انتظام رہینگی
آخر شہنشاہ چارلس پنجم اور شاہ فرڈیننڈ نے سلطان سے صلح کی
خواہش کی۔ ازروئے صلحنامہ کل ملک ہنگری اور ٹرانسلوانیا
سلطان کے قبضہ میں چھوڑا گیا اور پانچ برس تک شاہ فرڈیننڈ
تیس ہزار دوکاٹ (ایک سکہ) بطور خراج سالانہ سلطان کو ادا کرتا
رہیگا۔ اس صلحنامہ پر شہنشاہ چارلس پنجم اور شاہ فرڈیننڈ اور
پوپ روم (اٹلی) اور شاہ فرانس اور وینس (Venice)
ریپبلک Republic کے دستخط ہوئے اور سلطان کے
لقب صاحبقران اعظم یعنی شہنشاہ زماں کا سب نے اعتراف کیا۔ اور
شاہ فرڈیننڈ نے اپنا فخر سمجھکر وزیر اعظم ٹرکی ابراہیم پاشا کو اپنا
بھائی بنایا اور اس سبب اسکا رتبہ وزیر اعظم کے برابر شمار ہوا
بادشاہ فرانسس جو درخواست امداد سلطان کی خدمت میں بھیجتا تھا
اوس میں نہایت ادب اور عجز و انکسار و اطاعت شعاری کے الفاظ
ہوتے تھے۔ اور سلطان کی عظمت و شان و بزرگی کا خیال مدنظر
رکھتا تھا۔ اور سلطان کی امداد سے ہمیشہ اوسکو بہت نفع پہونچا۔ اور
چارلس پنجم اسکو مغلوب نہ کرسکا۔ اور سلطان کی بحری فوج نے
کئی دفعہ میڈیٹرینین میں فرانسس کے دشمنوں کو شکست دی

فرانس اور فرانسس ہر طرح سلطان کے زیر بار احسان تھے
اتنک ہم نے صرف سلطان کی بری فوجی طاقت کے تاریخی واقعات
پر نظر ڈالی ہے۔ رعب وہیبت جو سلطنت عثمانی کا اس زمانہ میں تمام
دنیا پر طاری تھا وہ نہ صرف افواج بری سلطانی کی متواتر فتوحات
کی وجہ سے تھا بلکہ زبردست افواج بحری کے کارہائے عظیم کے
سبب سے تھا۔ جس نے سلطان کی قوت وشہرت کو بحر میڈی ٹرینس
کے تمام کناروں پر اور دور دور از بحر احمر (Red Sea) اور
بحر ہند (Indian Ocean) تک پھیلا دیا تھا سلطان سلیمان کے
بزرگوں نے سلطنت ٹرکی کی بحری طاقت کی ترقی کے واسطے بہت
کوشش کی تہی اور بہت روپیہ صرف کیا تھا مگر سلطان سلیمان کی
کوشش اون سب سے سبقت لے گئی۔ اور اوس کے امیر البحروں کی
قابلیت اور شجاعت نے علم عثمانی کو سمندروں پر اوتنا ہی
زبردست اور ہیبت ناک کر دیا تھا جتنا کہ خشکی پر تھا۔ امیر البحروں
میں سب سے زیادہ مشہور اور زبردست خیر الدین پاشا تھا جسکو اہل یورپ باربروسا کہتے
ہیں۔ خیر الدین پاشا کی وجہ سے شمالی افریقہ کے تمام بحری ڈاکوؤں
نے جنکی بڑی بڑی ریاستیں تھیں اور بہت زبردست تھے سلطان
کی اطاعت قبول کر لی جنکی وجہ سے سلطان کی بحری طاقت بہت
قوی ہو گئی۔ بڑے بڑے مستحکم قلعے اور شہر اور بڑے آزمودہ کار
بہادر سپاہیوں کی فوجیں اور الجیرس (Algiers)

اور بنری پوسی (Lesbos) اور ٹیونس (Tunis)
کے مشہور دلیر اور تجربہ کار بحری ڈاکوؤں نے اطاعت اختیار کی
خیرالدین پاشا عرف باربروسا جزیرہ میٹلینس Mytilene
میں پیدا ہوا تھا۔ اسکا باپ رمیلیا (Rumelia) کی فوج
میں ملازم تھا جب سلطان محمد ثانی نے اس جزیرہ کو فتح کیا تھا
تو اُس نے یہاں کی سکونت اختیار کی تھی۔ اس کے چار بیٹے تھے
بڑے بیٹے کا نام اسحاق تھا جو تجارت کرتا تھا اور الیاس اور
ارودس اور خضر (خیرالدین) یہ تینوں بھائی تجارت بھی کرتے تھے
اور سمندر میں دست برد بھی کرتے تھے۔ سلطان بایزید ثانی اور سلطان
سلیم کے زمانہ سلطنت میں ان لوگوں کا یہی طریقہ رہا۔ ایک بحری
لڑائی میں جو جزیرہ رہوڈس Rhodes کے عیسائیوں سے ہوئی
تھی۔ الیاس مارا گیا اور ارودس گرفتار ہوگیا لیکن شاہزادہ
کرکود (Prince Kurkoud) جو کرامانیا Karamania
کا گورنر تھا۔ کی سفارش سے رہا کر دیا گیا۔ ارودس اور خیرالدین سلطان
محمد بادشاہ ٹیونس کے زیر حکومت کچھ عرصہ تک بڑی جوانمردی اور
کامیابی کے ساتھ سمندر پر لوٹ کھسوٹ کرتے رہے۔ آخر انھوں نے
شاہان افریقہ کی کمزوری اور سلطان ٹرکی کی روز افزوں ترقی
دیکھکر سلطان سلیم کی اطاعت اختیار کی انھوں نے بطور نذرانہ سلطان
کی خدمت میں ایک جہاز بھیجا جس میں بہت قیمتی مال و اسباب بھرا ہوا تھا

اُن کے ہاتھہ لوٹ میں آیا تھا۔ اور سلطان کا اظہار اطاعت کیا سلطان نے وہ تحفہ قبول کیا اور انکو خلعت و انعام اور دو جہاز عطا فرمائے انہوں نے رفتہ رفتہ سمندر کے کنارہ پر افریقہ کے چند شہروں پر اپنا قبضہ کر لیا۔ ان کا بڑا بھائی اسحاق سوداگری ان سے آملا۔ اور ایک معقول تعداد فوج کی انہوں نے ملازم رکھی اور کوشش اور جوانمردی اور تدبیر سے شہر تیمسن Tlemcen اور زبردست اور مستحکم شہر الجیرس Algiers پر اپنا قبضہ کر لیا۔ چند روز کے بعد اسپین کے عیسائیوں کی جنگ میں اسحاق اور اروس دونوں بھائی مارے گئے اور خیر الدین انکی مقبوضات کا تنہا مالک باقی رہا اوس نے علانیہ سلطان ٹرکی کی اطاعت کا اعلان کیا اور سلطان سلیم نے باقاعدہ فرمان حکومت اور خلعت و تلوار و گھوڑا اور جھنڈا حکومت الجیرس کا عطا فرمایا الجیرس بیلربیگی کا خطاب دیا۔ خیر الدین نے اہل اسپین اور شمالی افریقہ کے خود مختار عرب قوموں پر حملے جاری رکھے۔ ایک چھوٹا جزیرہ جو الجیرس کے سامنے تھا اور چودہ برس سے اسپین کے عیسائیوں کے قبضہ میں تھا خیر الدین نے فتح کر کے اپنا قبضہ کر لیا اور جو فوج اسپین سے اوسکی مدد کے واسطے آئی تھی اوسکو شکست دیکر بھگا دیا۔ ان سب کارروائیوں کی باقاعدہ خبر خیر الدین سلطان کی خدمت میں بھیجتا رہتا تھا بموجب فرمان سلطانی اوس نے فرانس کے جہازونکو نہیں لوٹا

نہ ملک فرانس کی حدود پر حملہ کیا۔ کیونکہ فرانس کا سلطان سے اتحاد تھا۔ سلطان نے خیرالدین پاشا کو شہنشاہ چارلس پنجم کے عزیز امیرالبحر ڈوریا سے جو جنیوا کا باشندہ تھا۔ لڑنے کو حکم دیا خیرالدین پاشا نے سنان ایک مشہور بحری ڈاکو کو اپنا شریک کیا اور جنیوا پر حملہ کیا اور خوب لوٹ مار کر کے غارت کر دیا پھر اسپین کے ستر ہزار مظلوم مسلمانوں کو اپنے جہازوں میں سوار کر کے اپنے ملک (بربرس) میں لاکر آباد کیا اور اپنی قوت کو زیادہ کیا اس اثناء میں ڈوریا نے ترکوں کا شہر کوان (Kanan) جو موریا (Morea) میں ہے فتح کر کے اپنے قبضہ میں کیا۔ سلطان سلیمان نے خیال کیا کہ ڈوریا سے مقابلہ کے واسطے خیرالدین سے بہتر دوسرا شخص نہیں ہے۔ لہذا خیرالدین کو قسطنطنیہ حاضر ہونے کا حکم دیا۔ خیرالدین بہ تعمیل حکم سلطانی معہ اٹھارہ جہازوں کے جن میں پانچ جہاز زبردست ڈاکوؤں کے تھے جنھوں نے سلطان کی اطاعت قبول کی تھی ۱۵۳۳ء میں قسطنطنیہ روانہ ہوا اثناء راہ میں اس نے امیرالبحر ڈوریا کے دو جہاز گرفتار کئے۔ سلطان نے خیرالدین کی نہایت عزت و آبرو کی خیرالدین نے دونوں جہاز گرفتار شدہ بطور نذر سلطان کو پیش کئے۔ سلطان نے خوشی سے قبول کئے اور اوسکی زیر نگرانی جہازوں کا بیڑا لڑائی کے واسطے تیار ہونے کا سلطان نے حکم دیا چنانچہ چوراسی جہاز اپنے زیر کمان

لے کر خیر الدین پاشا ۱۵۳۴ء میں اٹلی کی طرف روانہ ہوا اور سلطان
ایران سے لڑائی کے سامان وغیرہ تیار کرنے لگا۔ خیر الدین نے افریقہ
کے کنارہ پر پہونچکر شہر ٹیونس پر جسکے اوپر عرصہ سے اوسکی نظر تھی
قبضہ کر لیا۔ وہاں کے سلطان نے چارلس پنجم سے امداد کی درخواست
کی چارلس کو یہ موقع خوب ہاتھ آیا بظاہر تو سلطان ٹیونس کی
امداد کا بہانہ تھا مگر درپردہ مسلمانوں کا قتل و غارت کرنا لوٹ مقصود تھی
چارلس ایک زبردست فوج لے کر خود ٹیونس پر حملہ آور ہوا۔
خیر الدین نے حتی الامکان شہر و قلعہ کی حفاظت کی اور بڑی دلیری
سے لڑا مگر اوس کے مقابلہ میں بہت زبردست فوج تھی جسکی وجہ سے
مجبور ہو کر ٹیونس کو چھوڑ کر علیحدہ ہو گیا۔ خیر الدین کی علیحدگی پر
شہر کی غریب رعایا پر جو ظلم عیسائیوں نے کئے وہ نہایت قابل نفرت
ہیں۔ چارلس جس شہر کی مدد کے واسطے آیا تھا اوسپر اس نے یہ
ظلم وستم روا رکھے ترکوں کے واقعات میں ایسے سخت ظلم کی کوئی
مثال نہیں ملتی۔ خیر الدین اگرچہ ٹیونس سے چلا آیا تھا مگر الجزس میں
اوسکی طاقت بہت زیادہ تھی اور اس نے اسپین کے جزیرہ مینارکا
[illegible] کو لوٹ کر خوب غارت کیا اور اسطرح اپنا بدلہ
لیا۔ ازاں بعد قسطنطنیہ کو روانہ ہوا۔ سلطان نے خیر الدین کو بحری اعلیٰ
خطاب کپتان پاشا کا عطا فرمایا ۱۵۳۷ء میں پھر اوس نے حملہ کر کے
اٹلی کے کناروں کو خوب غارت کیا اور جنگ [illegible]

سلطان سے مخالف ہوکر اٹلی کے شریک ہوا اور سلطان سے جنگ
کی تو قریب قریب اوسکے کل جزائر آرکی پیلاگو Archipelago
مجمع الجزائر کے اوس نے فتح کرکے اپنا قبضہ کرلیا۔ اور شہر ناپلیا
(Naupla) اور کسٹلنووا (Castelnuova.)
بھی فتح کر لئے۔ اور شہر کو ان بھی اسپین والوں کے قبضہ سے چھین لیا
اور اپنا قبضہ کیا۔ ۲۸ دسمبر ۱۵۳۸ء کو خیر الدین شہنشاہ چارلس
اور پوپ روڈ وینس کی اتحادی فوجوں سے بڑی مشہور معرکہ کی
بحری لڑائی لڑا۔ یہ پریوسا (Prevesa.) کی بحری لڑائی
مشہور ہے۔ خیر الدین نے بڑی جوانمردی اور جرأت کا کام کیا
کہ دشمن کی امداد کا سلسلہ قطع کردیا بعد عرصہ دراز اسی کارروائی
سے روڈنی[1] سینٹ ونسینٹ[2] اور نیلسن[3] نے شہرت حاصل
کی ہے۔ ترکی امیر البحر کی فوج بمقابلہ اتحادیوں کے بہت کم تھی۔
اور جہاز بھی اون سے چھوٹے تھے مگر بحری جنگی بے مثال قابلیت سے
خیر الدین نے دشمنوں کو شکست فاش دی اور نہایت قابل تعریف
فتح حاصل کی بے انتہا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ بہت عیسائی مارے گئے
اور اتحادی بحال تباہ بھاگ گئے۔ اس شکست سے عیسائیوں کے
حوصلے پست ہوگئے اور سلطنت عثمانی کا رعب سب پر غالب ہوا
بہادر امیر البحر خیر الدین پاشا کی عمر کا آخری حصہ دربار سلطانی
میں گذرا سلطان اس بہادر کی عزت و آبرو بہت کرتا تھا۔

Rodney[1]-St.[2] Vincent.[3] Nelson.

اور بحری معاملات میں اسکی راے بہت وقعت کی نظر سے دیکھی جاتی
تھی ۱۵۴۶ء میں اس بیمثل بہادر کا انتقال ہوا اور باسفورس کے کنارے
پر قریب بوشک تاشک کے دفن ہوا اس مقام کا بہت خوشنما نظارہ ہے
جہاں سمندر کی لہریں اپنے پیرا سے حکمراں کی قدم بوسی کرتی رہتی
ہیں - اور وہ آرام کی ابدی نیند سو رہا ہے - اوس نے اپنی دولت
کا بڑا حصہ ایک کالج بنانے کے واسطے دیا تھا جسمیں علاوہ دیگر علوم
کے جہازرانی و بحری فنون جنگ کی بھی تعلیم ہوتی تھی - سلطان سلیمان
عالی شان کے زمانہ سلطنت میں علاوہ خیر الدین پاشا کے دو ترکی
امیر البحر بہت مشہور گذرے ہیں جنکی دلیری اور شجاعت کی دنیا میں
شہرت تھی - ایک ورغت (Dragut) اور دوسرا پیالی
(Piale) تھا - شروع میں ورغت نے جزیرہ کورسیکا (Corsica)
پر حملہ کیا تھا مگر اسپین کے امیر البحر ڈوریا نے اوسکو شکست دی اور
گرفتار کر لیا اور چند مہینے اپنے پاس قید رکھا - بالآخر امیر البحر خیر الدین پاشا
نے ڈوریا کو دھمکی دی کہ فوراً ورغت کو رہا کر دو ورنہ ہم تمہارے
جزیرہ جینوا (Genoa) کو غارت کر دیں گے - ڈوریا نے ورغت
کو رہا کر دیا چند روز کے بعد ورغت نے ٹریپولی (Tripoli) فتح کیا
اکثر بحری لڑائیوں میں ورغت ڈوریا پر فتحیاب رہا - اور اسکا
رعب عیسائیوں پر خیر الدین پاشا سے کچھ کم نہ تھا - پیالی پاشا نے
سلطان سلیمان کے زمانہ سلطنت میں بڑے کار نمایاں کئے شہر

اور ن (Oran) بڑی شجاعت سے اس نے فتح کیا۔ پیالی پاشا
نے سنہ ۱۵۶۰ء میں عیسائیوں کی متحدہ فوجوں کو بڑی بھاری شکست دی
ٹیہیونی اور جزیرہ جربا پر یہ لڑائی ہوئی تھی۔ پوپ اور جنوا اور فلورنس
اور مالٹا اور سسلی اور نیپلس و شاہ ٹسکانا کو نے متفق ہوکر دو سو
جنگی جہاز کا بیڑا تیار کیا تھا۔ ڈوریا امیر البحر تھا اور ڈان الوارو ڈی
سنڈی۔ بحری فوج کا کمانڈر انچیف تھا۔ جزیرہ جربا میں یہ فوج
بخیریت پہونچ گئی اور جزیرہ پر قبضہ کرلیا اور ایک مضبوط قلعہ وہاں بنالیا
پیالی پاشا نے جربا پر عیسائیوں کے حملہ کی خبر پاکر ڈاردنیلس سے روانہ ہوا
۱۴ مئی سنہ ۱۵۶۰ء کو بہادر پیالی پاشا نے ڈوریا کی فوج پر حملہ کیا اور اسکو
شکست فاش دی۔ عیسائیوں کے پچاس جہاز غرق دریا کردئے۔ سات
جہاز بھاگ کر جزیرہ جربا میں پناہ گزیں ہوئے بعد کو وہ بھی گرفتار
کرلئے گئے۔ باقی بحال خراب افتاں وخیزاں اٹلی پہونچے۔ یہ جہاز ایسے
بدحواس ہوکر بھاگے کہ اپنی فوجوں کو بھی جو جدید تعمیر کردہ قلعہ میں تھیں
نہ بچا سکے۔ پیالی پاشا نے قلعہ تسخیر کیا۔ بہت عیسائی قتل ہوئے باقی
اسیر ہوئے۔ ۲۷ ستمبر سنہ ۱۵۶۰ء کو پیالی پاشا مظفر ومنصور قسطنطنیہ میں
داخل ہوا۔ قسطنطنیہ پہونچنے سے پہلے اوس نے ایک جہاز اس فتح عظیم
اور اپنے آنے کی خبر کے واسطے بھیجدیا تھا۔ جو اسپین کا بڑا بحری جھنڈا
جو ان کے ہاتھ آیا تھا لئے ہوئے گولڈن ہارن میں داخل ہوا
جس روز پیالی پاشا آیا تھا اوس کی عزت بڑھانے کی غرض سے

سلطان اپنے محل کے چبوترہ پر جو دریا کے کنارہ پر تھا خود تشریف لایا تھا
عثمانی امیر البحر کے جہاز پر ڈان اندارد کمانڈر انچیف اور بڑے بڑے
عیسائی سردار جو گرفتار ہوئے تھے موجود تھے۔ جب یہ لوگ سلطان کے
سامنے پیش کئے گئے تو سلطان نے اونکی بہت عزت و حرمت کی اور
اس عظیم الشان فتح کی خوشی کا نہ زبان سے اظہار کیا نہ اپنے چہرہ پر کچھ
آثار ظاہر ہونے دیئے اس خیال سے کہ ان بہادر شریف عیسائیونکی
دلشکنی نہ ہوگی۔ عیسائی سرداروں کو مثل مہمان کے اپنے پاس ٹھہرایا اور
بہت خاطر و مدارات کی سلطان کے اس شریفانہ برتاؤ نے ان عیسائی
بہادروں کے دل پر بہت اثر کیا۔ اور وہ سلطان کے بہت ممنون و مشکور
ہوئے صلح ہو جانے کے بعد یہ لوگ بڑے اعزاز و اکرام سے رخصت
کئے گئے۔ اور وقت رخصت انکو خلعت و انعام دیئے گئے۔ یہ لوگ سلطان
سے بہت خوش و رضامند اپنے گھر آئے۔ اور ہمیشہ اوس کے ثنا خواں
اور احسان مند رہے۔ سلطان سلیمان اول بہت بڑی سلطنت پر حکمران
تھا جو اوس نے اپنے جانشینوں کے واسطے چھوڑی۔ ممالک کارنتھ[1]
میتھس[2] ۔ ڈیٹرو[3] ونا تیوا[4] و بائل[5] ویلیپرا . . . . اونکے زیر فرمان
تھے اور بڑے بڑے شہر مثل الگزینڈریا[1] ۔ یوروشلم[2] (بیت المقدس) دمشق[3]
اسمرنا[4] ۔ خیشی[5] ۔ بیروت[6] ۔ یونان ۔ فینیشی[8] ۔ اور لاڈریانوپل[9]
قسطنطنیہ[1] ۔ وغیرہ اوس کے زیر حکم تھے ۔ اور شہرہائے الجیرس
دکیرو[2] مصر مکہ شریف و مدینہ منورہ[5] بصرہ بغداد[6] بلغراد وغیرہ پر بھی

اور مشرقی ملک ہنگری کا حصہ تھا (۷) گورنمنٹ اناتولیا اسکے ماتحت
کل ایشیا مائنر اور ممالک مغربی و شمالی فلاگونیا ۔ بتینیا ۔ میسیا لیڈیا
کاریا لیسیا اور پیسیدیا اور بڑا حصہ فرجیا اور گلاشیا کا تھا
(۸) گورنمنٹ کارامانیا جسمیں بقیہ حصے ساتویں گورنمنٹ کے تھے اور
لائکونیا سیلیشیا اور بڑا حصہ کاپاڈوسیا کا تھا ۔
(۹) گورنمنٹ روم جسکو سیواس اور اماسیا بھی کہتے ہیں اسکے
ماتحت بقیہ حصے کاپاڈوسیا کا اور کل ملک پانٹس جو ایشیا مائنر میں تھا
(۱۰) گورنمنٹ سولقدر اسکے ماتحت ملاتیا ۔ ساموساٹا ۔ ابلستان
اور قریب کے اضلاع تھے اور ضروری گھاٹیاں کوہ ماونٹ ٹارس کی
تھیں (۱۱) مری بیر اندڑیکا گورنر جسپا دسکے کسی حصہ پر حکمران تھا
(۱۲) دیار بکر کی گورنمنٹ اور (۱۳) وان کی گورنمنٹ ان دونوں
گورنمنٹوں کے ماتحت زیادہ حصہ ملک آرمینیا کا تھا اور کردستان
بھی شامل تھا (۱۴) گورنمنٹ ایلپو (۱۵) گورنمنٹ دمشق ان دونوں
گورنمنٹوں کے متعلق ممالک شام اور پیلسٹاین تھے (۱۶) گورنمنٹ مصر
(۱۷) گورنمنٹ مکہ و مدینہ اسمیں کل ملک عرب شامل تھا اور پیٹریا بھی
متعلق تھا (۱۸) گورنمنٹ عدن اور یمن اس کے ماتحت کل عراق عجم
اور ممالک بحر ایران عجم اور مغربی و شمالی حدود ہندوستان کی تھی
(۱۹) گورنمنٹ بغداد (۲۰) گورنمنٹ موصل (۲۱) گورنمنٹ بصرہ اسمیں
کل ممالک مفتوحہ میسوپوٹامیا اور دکن کے متحدہ ممالک تھے اور دیگر میں ۔

اور فرات کے کنارے کے شہر جو شاہان ایران سے سلطان سلیم اور سلطان سلیمان نے فتح کئے تھے شامل تھے علاوہ ان ملکوں کے ریاستہائے ولاشیا۔ مالڈویا۔ رگوسا اور کرم تاتری بہی سلطان کے زیر فرمان تھے۔ سلطان اور اُسکی رعایا کے مذہبی اختلافات کو یاد رکھکر جب ہم خیال کرتے ہیں کہ گو اپنے باپ کی طرح متعصب نہ تھا تاہم ایک سچا دیندار اور بہت پکا مسلمان تھا۔ اور اسکی رعایا عیسائی۔ اس لئے اُسکے وضع کردہ قوانین کو دیکھکر ہم سولہویں صدی کے عظیم الشان ترکی سلطان کو ایسی تعریف کا مستحق سمجھتے ہیں۔ جو اُسکے ہمعصر عیسائی تاجدار دنیں سے کسی کا حصہ نہیں ہے۔ فی زمانہ تمام عیسائی دنیا میں پراٹسٹنٹ اور رومن کیتہولک خوں ریز جہگڑوں کے باعث اندوہناک ظلم اور ناانصافی کے افسانوں سے مکدر ستھے۔ رعایا کی حالت کا فرق جو ترکی حاکموں کے زیر حکومت ستھے اور جو عیسائی اپنے ہم مذہب اور ہم ملک عیسائی مالکوں کے زیر حکومت تھے جو ترکی سلطنت کے حدود کے قریب کے ملکوں کے باشندے تھے اون کے طرز عمل اور تردد و اضطراب سے پورے طور پر ظاہر ہوتا ہے جو اپنے گہروں سے جلا وطن ہو کر سلطنت عثمانی میں جو عموماً نہایت ظالم اور متعصب ظاہر کی جاتی تھی آباد ہوتے تھے ایک عیسائی مورخ جو سلطان سلیمان کا ہمعصر تھا لکھتا ہے کہ میں نے بچشم خود دیکہا ہے کہ گروہ گروہ ملک ہنگری

کے عیسائی باشندے اپنی جھونپڑیوں میں آگ لگا کر مع اہل وعیال
و مال واسباب و مویشی و آلات کشاورزی بہت خوشی سے سلطان کی
ملک میں آباد ہوجاتے تھے جہاں انکو معلوم تھا کہ سوائے تھوڑا اسا ٹیکس
دینے کے اور کسی قسم کی زیادتی جان و مال کی ساتھ نہیں کی جاتی
نہ فرائض مذہبی آزادانہ طور پر ادا کرنے میں کچھ روک ہے۔ زراعت
تجارت صنعت و حرفت کو بہت ترقی ہو گئی تھی جسکی وجہ سی ملک
مالا مال تھا رعایا شاد اور غم سے آزاد تھے علمی ترقی کی طرف سلطان
بہت کوشش و توجہ کرتا تھا اوس کے وقت میں بڑے بڑے
مشہور عالم و فاضل و شاعر گذرے ہیں اُسکے وزیروں میں فریدوں
اور مصطفی جلال زیدا اور محمد رمضان علی اعلیٰ درجہ کے مورخ تھے اس
سلطان نے اپنی ملک میں شفا خانے۔ مدرسے۔ کتب خانے اور مسافر خانے
خانقاہیں حمام مسجدیں بہت بنوائے ۱۵۶۶ء میں اس سلطان
عالیشان نے وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

زار روس معاصر شہنشاہ بابر و ہمایوں
زار وسیلی ایوانو ویچ

(Vasili Ivanovitch)

۱۵۰۵ء لغایت ۱۵۳۳ء

صفحہ ۲۲۳ جلد ۲ ہسٹرونس ہسٹری آف دی ورلڈ

۱۵۰۸ء میں کازن (Kazan) کی باغی رعایا نے روسی فوج
شاہی کو شکست دی۔ یہ فاتح لوگ کریمیا (Crimea)
کے تاتاروں سے شامل ہو گئی اور روس پر حملہ آور ہوئے۔ دارالسلطنت
ماسکو (Moscow) تک آپہنچے۔ زار واسلی نے عاجز ہو کر
ایک بڑی رقم دیگر فاتحوں سے اپنی دارالسلطنت کو بچایا اور بذریعہ
صلحنامہ خان کریمیا کی باجگذاری منظور کی۔ تیس ہزار قیدی جو فاتح
گرفتار کر لے گئے تھے۔ بمقام کافا (Kaffa) ترکوں کے
ہاتھ بطور غلاموں کے فروخت کیے۔ ۱۵۱۰ء میں آخری سلاوونک
(Slavonic) جمہوری سلطنت روس کی سلطنت میں
شامل کر لی گئی۔ ۱۵۱۴ء میں سمولنسک (Smolensk)
اہل لیتھوانیا (Lithuania) سے لیا گیا جن کے قبضے
میں ایک سو دس برس سے تھا۔ لیکن اسی سال بمقام اورشا
(Orsha) اہل لیتھوانیا کی روسیوں سے سخت جنگ ہوئی
اور روسیوں کو شکست ہوئی۔ تیس ہزار روسی مارے گئے۔ (دریائے
ڈنیپر کے بائیں کنارے پر جنگ ہوئی تھی۔ ۱۵۲۱ء میں ریازن
(Riazan) اور نوگورڈ سیورسک (Novgorod - Seversk)
آخری خود مختار صوبہ سلطنت روس میں شامل
کر لیا گیا۔ کریمیا کے تاتاروں نے تمام ملک کو تباہ و غارت کیا۔
۱۵۲۳ء میں کازن (Kazan) پر دوبارہ ڈیڑھ لاکھ

فوج سے حملہ کیا گیا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ نصف حصہ فوج غارت ہو گیا
۱۵۲۱ء میں تیسری دفعہ کازن پڑوسی فوج نے حملہ کیا اور شہر پر شبخوں مارا
اور ساٹھ ہزار باشندوں کو بے رحمی سے قتل کیا۔ لیکن باقی
باشندوں نے روسی جرنیل کو رشوت دیکر صلح نامہ لکھوا لیا اور
شہر کو تباہی سے بچا لیا۔ ۱۵۳۳ء میں زار وسیلی فوت ہوا اوسکی
ملکہ ہیلنا گلینسکا (Helena Glinska.) ۱۵۳۳ء سے
۱۵۳۸ء تک حکمراں رہی۔ بدچلنی اور کمزوری کی وجہ سے ملکہ کو زہر دیا گیا
اور بعد اوس کے خونخوار امیر شوئسکی (Shuiski) ۱۵۳۸ء
لغایت ۱۵۴۴ء حکمراں رہا اور ۱۵۴۷ء تک طوائف الملوکی رہی ۱۵۴۷ء
کے اخیر میں شاہزادہ ایوان تخت نشین ہوا۔ جو بعد کو خونخوار زار مشہور ہوا
زار وسیلی آیوانو وچ کے شروع زمانہ تخت نشینی کا ایک عجیب واقعہ
حسب ذیل ہے۔ زار وسیلی آیوانو وچ کی شادی اوسکے باپ کی حیات
میں ایک امیر زادی سولومونیا سبورو Solomonia Sabburove
سے ہوئی تھی لیکن عرصہ تک اس ملکہ سے کچھ اولاد نہیں ہوئی۔ اس
ملکہ نے بہت کچھ جادو گنڈے کروائے کہ اولاد ہو اور شوہر مطیع
رہے لیکن کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ زار کو ملکہ سے نفرت ہو گئی اور اس کو
طلاق دینے کا ارادہ کر لیا۔ زار نے امرائے سلطنت سے مشورہ
کیا کہ اس ملکہ سے ہمارے کوئی وارث تخت پیدا نہیں ہوا

اور ہمارے بھائی نکمے اور ناتجربہ کار ہیں اپنی ریاست کا بھی انتظام
نہیں کر سکتے اس عظیم الشان سلطنت کی حکمرانی کی قابلیت ہرگز نہیں
رکھتے - امراسنے جواب دیا کہ جہاں پناہ جو انجیر کا درخت بار آور نہیں ہوتا
اوسکو چمنستان سے کاٹ کر علیحدہ کر دیتے ہیں - زار نے بزرگان دین
یعنی پادریوں سے اس امر کا مشورہ طلب کیا شاہی بزرگ پادری
نے زار کے حسب منشاء مشورہ دیا جس کا نام ڈانیل (
Danial تھا لیکن ایک بزرگ پادری نے جسکا نام وسیئن
(Vassian) تھا اور یہہ بزرگ خاندان شاہی سے تھا زار کی رائے
سے اختلاف کیا اور کہا کہ بیگناہ ملکہ کو طلاق دینا شرعاً جایز نہیں ہے - اس پر
زار نے ناخوش ہو کر اوس بزرگ پادری کو جلاوطن کر دیا - یونانی گرجا
کا پادری میکسائن (Maxime) اور پرنس سمن کربسکی
Prince Simon Kurbski نے بھی طلاق دینے سے نااتفاقی
ظاہر کی اور یہ دونوں بزرگوار بھی جلاوطن کئے گئے اور امیر بیکلی میشیو
(Beklemeshev جس نے ملکہ کی طرفداری کی تھی اسکو سزا ئے
موت دیگئی - بچاری زار ملکہ سولومونیا جبر اً سزدل (Suzdal
کے کانونیٹ (Convent) یعنی اس زنانہ گرجا میں جسمیں عورتیں
دنیاوی تعلقات سے دست کشیدہ ہو کر رہتی ہیں ، بھیجدی گئی "
اور زار نے امیر زادی ہیلن وسیلی لیونا گلنسکی (Helen

جو امیر مچل گلنسکی Vasilievna Glinski (Michael Glinski) کی بھتیجی تھی اور جس نے ۱۵۲۶ء

میں قید سے رہائی پائی تھی بڑی دھوم سے شادی کی۔ اس ملکہ سے زار کے دو لڑکے ایک آیون (Ivan) جو ۱۵۳۰ء میں پیدا ہوا اور دوسرا آیوری جو ۱۵۳۲ء میں پیدا ہوا تھے مورخ ہربرسٹین Herberstein لکھتا ہے کہ زار کو اس ملکہ سے اسقدر محبت تھی کہ اوسکو راضی کرنے کیلئے اس زن مرید نے اپنی ڈاڑھی منڈوا ڈالی اور دونوں لڑکوں سے بھی بہت مانوس تھا۔ ۱۵۳۳ء میں زار وسیلی سخت بیمار ہوا اور ۳۔ دسمبر ۱۵۳۳ء کو راہی عدم ہوا۔ آیون اسکا لڑکا ولیعہد ہوا لیکن اوس کی سن بلوغت پر پہونچنے تک ملکہ حکمران رہی۔

شاہزادہ ہمایوں کی بیماری و بابر کی قربانی

شاہزادہ ہمایوں بعارضہ بخار سخت بیمار ہو گیا ہر چند علاج کرایا گیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ جب اطبا علاج سے مجبور ہوئے تو ایک بزرگ نے بابر سے عرض کیا کہ جو چیز سب سے بہتر اور عزیز ہو اوسکو تصدق فرمائیے اور خدا سے ہمایوں کی صحت یابی کی دعا مانگئے لہٰذا وہ الماس بے بہا جو جنگ ابراہیم میں ہاتھ لگا ہے شاہزادہ ہمایوں کے اوپر سے صدقہ اوتارئے اور اوسکو فروخت کرکے

اوسکی قیمت فقرا و مساکین کو خیرات دیجیے۔ اسپر بابر نے
فرمایا کہ دنیا کا مال کیا وقعت رکھتا ہے اور ہمایون کا عوض
کس طرح ہو سکتا ہے۔ مین خود اپنے تئین اوسپر فدا کرتا ہون
اور اوسکا حال اسقدر متغیر ہو گیا ہے کہ مین اوس کو دیکھ نہیں سکتا
یہہ کہکر بابر خلوت مین گیا۔ اور دو رکعت نفل پڑھے اور خدا سے مناجات
کی کہ اے پروردگار عالم ہمایون کو تندرست کردے اور اوسکے
عوض میری جان کی قربانی قبول فرما اور تین دفعہ ہمایون کے گرد
صدقہ پھرا اوسکی دعا قبول ہوئی اور طبیعت پر گرانی شروع
ہوئی تو اوس نے کہا کہ مین نے اپنے لخت جگر ہمایون کی بلا لے لی
فی الفور بابر کو بخار چڑھ آیا اور ہمایون کے بخار مین خفت شروع
ہوئی۔ اور چند روز مین بالکل تندرست ہو گیا اور بابر کی طبیعت
زیادہ بگڑنی شروع ہوئی بابر پر مرگ کے آثار ظاہر ہونے
لگے۔ بابر نے ارکان دولت اور اعیان مملکت کو بلایا
اور ہمایون کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرائی اور اپنا جانشین
اور ولیعہد مقرر کیا اور تخت خلافت پر اوسکو بٹھایا اور
تاج شاہی اوسکے سر پر رکھا اور خود پایہ تخت کے نیچے
صاحب فراش پڑا رہا۔ بڑے بڑے امیر اوسوقت موجود
تھے اور سب مع ہمایون زار زار روتے تھے۔ بابر نے

نہایت استقلال سے سب کی تسلّی و تشفی کی اور کہا کہ
یارو سب کو فنا ہونا ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات باقی رہیگی
کُلُّ نفسٍ ذائقۃ الموت۔ اوس کا حکم ہے۔ اور ہمایوں کو یہ نصائح
فرمائیں کہ داد و دہش عدل و احسان تحصیل رضائے الٰہی
رعایت رعایا۔ نگہبانی خلایق۔ تقصیر والوں کا عذر قبول کرنا
گنہگاروں کے جرایم کا بخشنا کارکنوں کے جرم کی رعایت کرنی اور
سرکشوں کو پائمال کرنا ستمگاروں کو ہدایت کرنا ان سب
باتوں میں دریغ نہ کرنا اور سب سے زیادہ میری۔ نصیحت یاد رکھنا
کہ بھایوں کا قصد نہ کرنا گو وہ اوس کے سزاوار ہوں۔ ہمایوں
نے باپ کی اس نصیحت و وصیت پر پورا پورا عمل کیا بھایوں نے
کیا کیا جفائیں اوسپر کیں مگر اوس نے ہمیشہ درگذر کیا۔ کبھی انتقام
لینے کا قصد نہ کیا۔ اور بھایوں کے ہاتوں ہمیشہ تباہ و برباد رہا۔
بابر وہ بہت اولوالعزم بادشاہ تھا کہ جس نے ہندوستان میں خاندان
مغلیہ کی سلطنت کی بنیاد جمائی۔ تیمور اوس کا دادا اور خونخوار
چنگیز خاں اوس کا نانا تھا ۱۴۸۲؁ ہجری میں پیدا ہوا اور ۱۵۳۰؁ ہجری
میں وفات پائی۔ گیارہ برس کی عمر میں فرغانہ میں بادشاہ ہوا انتیس ۲۹
برس بادشاہ رہا اس چھوٹی سی ریاست کو وراثت میں پاکر ایسا
سلطنت کو وسیع کیا کہ ہندوستان کا مالک ہوا۔ دس برس بھائی ہندو

اور دشمنوں سے لڑتا بھڑتا رہا اور اتنی تھوڑی مدت میں وہ آفتیں اٹھائیں
اور مصیبتیں جھیلیں کہ شاید کسی بادشاہ نے اوٹھائی ہونگی - کبھی سر پر
تاج شاہی ہوتا - کبھی قدم رکھنے کو جگہہ نہ ملتی - جیسا دل کا سخت
اور طبیعت کا مصیبت پسند تھا ویسا ہی مزاج کا رنگین تھا - رنج و مصیبت
میں عیش و عشرت کرنا اوسی کا کام تھا کوئی آفت اور مصیبت اوسکو
ہراساں نکرسکی - عربی - فارسی - ترکی - ہندی زبانوں سے خوب
ماہر تھا - شعر خوب کہتا تھا - دشمنوں کیساتھ سلوک و مدارا کرنے میں
فیاض اور رحم دل تھا - اگرچہ کبھی کبھی ایسی وحشیانہ حرکات بھی کرتا تھا - کہ
جس سے وہ تیمور کا پوتہ معلوم ہوتا تھا مگر ایسے کاموں کا کرنا اوس زمانہ
میں بادشاہ کو سزاوار تھا - وطن آبائی میں مصیبتوں کے ہاتھوں سے تنگ
ہوکر جلا وطن ہوا اور کابل کا بادشاہ ہوا - اس وقت ہندوستان میں
افغانوں کی سلطنت باہمی نا اتفاقی سے خراب و خستہ ہو رہی تھی
اوسکو آکر لے لیا وہ اہل ہند کے ساتھ موانست اور الفت و محبت
پیدا کرکے سلطنت قایم کرنیکے لئے آیا تھا - جب اوس نے بادشاہ
اور حاکم ہوکر محکوموں کیساتھ محبت پیدا کی تو پھر اوس کا اکھیڑنا
اور ہندوستان سے نکالنا دشمنوں کے اختیار سے باہر ہوگیا
ایک بڑے زبردست تجربہ کار ہندو راجہ سے جنگ کی اور فتحیاب ہوا
پھر اپنے عقیدے کے موافق اپنے بیٹے شاہزادہ ہمایوں کی جان کے عوض

اپنی جان جی الجاصل الفسٹن صاحب موترخ کی یہہ تعریف واقعی ہے - کہ
"وہ جو سب سے زیادہ تعریف کی لایق ایشیا میں بادشاہ گذرا ہو وہ شہنشاہ
بابر ہے" واقعات بابری خود اس نے ایسے لکھے ہیں کہ بادشاہوں کا دستورالعمل
اور تعلیم کا قانون ہے یہی بادشاہ ہے جسکی نسل میں پانچ متواتر بادشاہ
ہمایوں - اکبر - جہانگیر - شاہجہاں - اورنگ زیب ایسے ہوئے ہیں کہ
کبھی ایسے زبردست اور اچھے بادشاہ دنیا میں متواتر نہیں ہوئے - بابر کا
پورا نام - حضرت گیتی ستانی فردوس مکانی ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ غازی
ہے - بابر نے سلطنت کو اتنا بڑھایا تھا کہ ہندوکش سے بدخشاں اور
قندز تک اور دریائے سیحوں کے تمام جنوبی اضلاع بلخ کی سرحد تک
اور ہندوکش کے جنوب کی طرف کابل - غزنی - قندھار ہندوستان میں
پنجاب اور کوہ ہمالیہ اور راجپوتانہ کے درمیان کا حصہ اور بہار کا بڑا حصہ سوائے
اسکے افغانستان کے کوہستانی ضلاع پر بھی اوسکی سلطنت وحکومت تھی
خدا نے بابر کی طبیعت ایسی رنگیں اور شگفتہ بنائی تھی کہ باوجود زمانے نے اوسکو
اسقدر نشیب وفراز دکھائے ہیں کہ کبھی تخت پر بیٹھایا اور کبھی اوسپر
سونہ دیا مگر اس کا مزاج شاہی اور گدائی میں یکساں رہا جس حال میں رہا خوش
رہا جسوقت کہ سمرقند کی سلطنت سے محروم ہوا - اور ایک بالشت بھر
زمیں اوس کے پاس نہ رہی تو وہ لکھتا ہے کہ آج میں نے پیٹ بھر کھانا کھایا اور
نیند بھر کر سویا - اپنی کتاب میں اس نے اگر رزم کا بیان کیا ہو تو بہت عجیب

ہے اور اگر بزم کا ذکر ہے تو دلکش ہے وہ اپنے شراب کے جلسوں کا
ذکر جابجا کرتا ہے وہ لکھتا ہے کہ شروع میں شراب ہرات میں چچازاد بھائیوں
نے بڑی منت سے پلائی تھی پھر اوس کا عادی ہوگیا ایک سنگ مرمر کا
حوض بنوایا اوسکو شراب سے لبالب بھروایا اور اوس کے کنارے یہ
شعر کندہ کروایا۔ شعر نوروز و نوبہار و مے و دلربا خوش ست ؛
بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست ؛ دوستوں کی ساتھ لیکر
کبھی باغوں کی سیر کرتا کبھی سبز پہاڑوں پر چڑھتا۔ کبھی کشتیوں پر بیٹھکر
دریا کی سیر کرتا۔ خود گاتا اور دوسروں کو گواتا۔ رباب پر ترکی تالیں بجاتا
شراب خود پیتا اور دوستوں کو منت کرکے پلاتا اور یہ شعر پڑھتا
؎ بنوش بادہ کہ ایام غم نخواہد ماند ؛ چنان نماند چنین نیز ہم نخواہد ماند
اگر کوئی دوست نشہ میں بیخود ہوتا تو یاروں کے ہاتھ اوس کے گھر بھجواتا
دوستوں سے ہنسی مذاق اور بے تکلفی کرتا۔ غرض کس کس بات کا بیان کیا
جائے۔ وہ جن علموں کو سیکھتا ایسے ہنر کیساتھ کرتا کہ وہ عجیب عجیب معلوم
ہوتے۔ بابر گو لڑکپن ہی سے بڑا سپاہی تھا مگر عمدہ اور تجربہ کار سپہ سالار
جب ہی تھا کہ بہت سی شکستیں کھائیں اور جو ہندوستان کے میدانوں
میں جو لڑائیاں لڑا اون سے معلوم ہوتا ہے کہ اوسکو سپہ سالاری کے
کام میں اعلیٰ درجہ کی لیاقت اور کمال حاصل ہوگیا تھا۔ وہ آزاد خوش
اور بہت رحمدل اور عادل اور منصف تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اوس کا

ایک دوست شراب کی مجلس میں گر کر مر گیا اوس کے غم میں ایک ہفتہ تک بابر کی آنکھ سے آنسو نہ تھما۔ جانوں کی بہت حفاظت کرتا تھا دشمنوں نے اوس کے ساتھ دغا اور فریب بھی کیا۔ لیکن اُس عالی ظرف نے اونکا قصور اس حالت میں معاف کر دیا کہ انتقام لینا اوس کے ہاتھ میں تھا۔ بادشاہ ابراہیم کی والدہ کا قصہ مشہور ہے کہ اوس نے بابر کو کھانے میں زہر دلوایا۔ لیکن بابر نے زہر دینے والی عورت کو معاف کر دیا۔ مگر کبھی کبھی تیموری اور چنگیز خانی رگ بھی چڑھ آتی تھی۔ افغانستان اور ہندوستان کی لڑائیوں میں اوس نے قیدیوں کو بڑی بیدردی سے قتل کرایا اور کھوپڑیوں کی مینار کس خوشی اور مسرت سے اپنی آنکھوں کے سامنے چنوائیں۔ اوس کا دستور تھا کہ ایک جگہ پڑا نہ رہتا۔ مرنے سے تھوڑے دنوں پہلے لکھتا ہے کہ گیارہ برس کی عمر سے دو رمضان ایک جگہ نہیں ہوئے۔ جب لڑائی سے فرصت ملتی تو سیر و شکار میں مصروف رہتا۔ باوجود علالت مزاج فقط تفریح طبع کیلیے دو دن میں کالپی سے آگرہ (۱۶۰ میل) گھوڑے پر جا پہونچا۔ دو دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ کشتیاں موجود نہیں مگر بابر گنگا جیسے دریا کو کپڑے اُتار اور برہنہ تلوار دانتوں میں دبا کر دریا میں کود پڑا اور آناً فاناً تیر کر پار نکل گیا۔ بابر لکھتا ہے کہ کابل سے دہلی پہونچنے تک جتنے دریا سد راہ ہوئے وہ سب میں نے تیر کر عبور کئے۔ الحاصل جیسے خدا نے اوسکو جہانبانی اور کشورستانی کیلئے عقل مناسب اور ہمت بلند عطا فرمائی تھی ایسے ہی اور کاموں کیواسطے

فہم وسمجھ عنایت کی تھی۔ عمدہ عمدہ باغ لگوائے نہریں اور تالاب
بڑے فائدہ مند کہدوائے غیر ملکوں کے پھول پھلواری و میوہ دار
درخت لگوائے۔

مالوہ کے راجپوت راجہ میدنی راؤ کے زبردست قلعہ چندیری کی فتح
سے ہندوؤں کی شکست کی تکمیل ہو گئی۔ قلعہ کے بالائی حصّہ میں راجہ معہ
بارہ ہزار سپاہ کے رہتا تھا۔ بابر نے اوسکو پیغام بھیجا کہ قلعہ چندیری
ہمارے حوالہ کر دے اور اوسکے عوض قلعہ شمس آباد تجکو دیا جائیگا۔ مگر
اوس کنندہ ناتراش اجل رسیدہ راجہ نے منظور نہ کیا۔ بابر نے قلعہ کے
محاصرہ کا حکم دیا دوسرے دن محصورین مایوس ہو گئے اور ان بدبختوں
نے اپنے جورو بچّوں کو بدست خود قتل کیا اور خود آمادہ جنگ ہوئے۔
اور خوب دل کھول کر لڑے آخر کار فضل ایزدی سے مغلوب ہوئے اور سب
مارے گئے۔ دو تین سو راجپوت راجہ میدنی راؤ کے گھر میں گھس گئے اور
آپسمیں اس بیہودگی سے قتل ہوئے کہ ایک آدمی تلوار ہاتھ میں لیکر
کھڑا ہوا اور اوس کے گرد سب جمع ہوئے اور ایک ایک دو دو کر کے سب قتل ہوئے
راجہ میدنی راؤ بھی اسی طرح بزدلی سے قتل ہوا لیکن غازیوں کے سامنے
آنیکی جرأت و ہمت نہ ہوئی بہت تھوڑے عرصہ میں یہ مشہور
زبردست قلعہ خدا کی عنایت سے فتح ہو گیا "فتح دارالحرب" اس کی
تاریخ ہوئی یہاں بھی ایک مینار ہندوؤں کی کھوپڑیوں کی بابطہ بنائی گئی

قلعہ میں تنجا سنے مسمار کرا کے مساجد تعمیر کرا لی گئیں اور بلو خاں کو یہہ قلعہ سپرد کیا گیا۔ قلعہ رنتھمبور میں راجہ بکرماجیت پسر رانا سانگا مالک تھا اوس نے بابر کی فرماں برداری اختیار کی اور ستر لاکھ ٹنکہ بطور نذر پیش کیا بادشاہ نے اوس پر مہربانی کی او خلعت دیا اور بجائے قلعہ رنتھمبور کے اون کو قلعہ شمس آباد جاگیر میں دیا گیا۔ رنتھمبور پر بادشاہ کا قبضہ ہوا۔ جب رانا سانگا نے سلطان محمود کو شکست دی تھی اور قید کیا تھا۔ تو اوسکے پاس ایک تاج مرصع اور ایک کمر بند جسمیں جواہرات لگے ہوئے تھے یہہ دونوں چیزیں بہت گراں بہا تھیں رانا نے یہ دونوں چیزیں لے لی تھیں اب بکرماجیت نے شہنشاہ بابر کو یہہ دوں چیزیں بطور تحفہ نذر کیں۔

شہنشاہ ہمایوں شاہ ہندوستان

دسمبر ۱۵۳۰ء ۹۳۷ھ لغایت ۱۵۵۶ عیسوی ۹۶۳ھ

دسمبر ۱۵۳۰ء ۹۳۷ھ میں بابر کی وفات پر ہمایوں تخت نشین ہوا ۱۵۴۰ء ۹۴۶ھ میں شیر شاہ سے شکست کھا کر قندھار و ایران کو چلا گیا نو برس ہندوستان میں حکمراں رہا مگر ہمیشہ لڑائی جھگڑوں میں مبتلا رہا۔ سولہ برس جلاوطن رہنے کے بعد ۱۵۵۵ء ۹۶۲ھ میں پھر ہندوستان میں واپس آیا

اور دہلی و آگرہ پر قبضہ کر لیا ایک سال سلطنت کرکے ۱۵ جنوری
۱۵۵۶ء و ۹۶۳ھ میں فوت ہوا شہنشاہ بابر کے چار بیٹے تھے - ہمایوں - کامراں
ہنداں - مرزا عسکری - ہمایوں پسر کلاں و ولیعہد تھا - جو بابر کی
وفات پر دہلی کے تخت سلطنت پر متمکن ہوا - کامراں کو بابر نے
کابل و قندھار کا گورنر مقرر کر دیا تھا اور ہمایوں نے بعد تخت نشینی
کے ہنداں کو سنبھل کا گورنر کیا اور مرزا عسکری کو میوات کی گورنری
عطا فرمائی - وقت مرگ بابر نے ہمایوں کو وصیت کی تھی کہ چھوٹے
بھائیوں سے محبت و اخلاق کا برتاؤ کرنا حتی الامکان ہمایوں نے
اس وصیت پر عمل کیا جس کی وجہ سے اسکو سخت آفتیں اور مصیبیں
برداشت کرنا پڑیں تباہ و برباد ہوا - اور جلا وطن ہوا - بابر کے بعد
تخت سلطنت دہلی پر اطمینان سے بیٹھکر حکومت کرنا کچھ آسان
کام نہ تھا - ہمایوں میں اسکی قابلیت نہ تھی - اگرچہ اوسکی عمر وقت
تخت نشینی کے تیئیس برس کی تھی - اور ناتجربہ کار بھی نہ تھا - باپ
کے ساتھ اکثر لڑائیوں میں رہا اور ہندوکش کے اوس طرف بدخشاں
میں حکومت بھی کی - بابر جو اس سے محبت کرتا تھا وقتاً فوقتاً
نہایت کارآمد نصیحتیں اسکو کرتا رہتا تھا - ہمایوں نہایت شیریں کلام
و با اخلاق و با مروت آدمی تھا - بڑا دلیر و شجاع اور محبوب خلایق تھا
مثل اپنے باپ کے بہت مہذب و تمیز فہم تھا - رحمدل و پرجوش

ایسا ناداری اور سخاوت میں بخیل تھا۔ اور ضرورت کے وقت بہت جفا کش تھا۔ لیکن دوراندیش اور مستقل مزاج نہ تھا۔ لگاتار محنت کا عادی نہ تھا۔ کامیابی کے موقع پر محلسرائے کی عیش وعشرت میں مشغول ہو جاتا تھا اور نہایت بیش بہا وقت خواب غفلت میں گزار دیتا تھا۔ حتی کہ دشمن اوسکے دروازہ پر آپہونچتا تھا۔ حد سے زیادہ رحمدل تھا۔ جن لوگوں کو سزا دینا چاہیئے اُن کو معاف کر دیتا تھا۔ بہت رقیق القلب اور بڑا ملنسار تھا مجلس عیش ونشاط میں وقت ضائع کرتا۔ جبکہ اسکو مستعدی سے گھوڑے کی کمر پر ہونا چاہیئے تھا۔ اُس کا برتاؤ لوگوں کو فریفتہ کرتا تھا۔ لیکن اُس میں حکمرانی کا مادہ بالکل نہ تھا۔ سچ کے طور پر وہ دوست صادق اور اچھا ساتھی تھا۔ اوس کے عادات نہایت شریفانہ تھے۔ اعلی درجہ کا شریف آدمی تھا۔ مگر بادشاہی کی قابلیت اُس میں نہ تھی۔ اُس کا نام ہمایوں (خوش نصیب) تھا۔ لیکن اُس سے زیادہ کوئی بادشاہ بدنصیب نہ تھا۔ وقت تخت نشینی جن امور کی سخت ضرورت تھی وہ زبردست ہاتھ سے فوج کو قابو میں رکھنا اور استقلال تھا۔ یہ وہ وقت تھا کہ نہایت سرگرمی اور متانت اور قابلیت سے امور سلطنت کا انتظام کیا جاتا۔ بابر نے ہندوستان کو پورے طور پر تسخیر نہیں کیا تھا۔ اوس نے ایک حد تک لوگوں کو اپنا مطیع وفرماں بردار بنا لیا تھا۔ اور اُس نے صرف پنجاب اور ممالک مغربی وشمالی پر قبضہ کیا تھا۔ نہ مغرب میں بنگال فتح

ہوا تھا نہ دکن میں ملک مالوہ و گجرات تسخیر ہوا تھا۔ جو اب ایک بادشاہ سے زیر حکومت ہو کر ایک بادشاہت بن گئے تھے۔ راجپوتانہ کے بڑے بڑے سردار اور رؤسا صرف دب گئے تھے لیکن مطیع و فرماں بردار نہ ہوئے تھے اور ان ممالک کے بیرونی حدود میں مغلوں کی طاقت کا اثر بہت خفیف تھا۔ بہت سے افغان سرداروں کے پاس بڑی زبردست جاگیریں تھیں اور وہ لوگ ابھی تک یہ بات نہ بھولے تھے کہ چند روز ہوئے ہمارے ہمقوم افغان دہلی کے بادشاہ تھے۔ جبکہ گذشتہ شاہی خاندان افغان کا ایک شخص بہار میں اُن کے پاس آیا تو ایک نہایت خوفناک بغاوت کا سارا مصالحہ موجود ہو گیا۔ اس لئے ہمایوں اوس جاگیر میں جو باپ سے اسکو ملی تھی جو ہندوستان کا آٹھواں حصہ تھی۔ دشمنوں کے شر و فساد سے امن میں نہ تھا۔ حتیٰ کہ اپنے اہل خاندان کی مخالفت سے بھی محفوظ نہ تھا۔ اوس کے تینوں بھائیوں میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس نے اوس کے خلاف بغاوت نہ کی ہو۔ کامران نے اپنے ملک پر کفایت نہ کرکے ملک پنجاب پر بھی قبضہ کر لیا۔ مگر بظاہر ہمایوں کی اطاعت کا اظہار کرتا رہا ہمایوں نے ملکی امورات کی مصروفیت اور محبت برادرانہ سے اسکی اس غاصبانہ حرکت کو برداشت کیا اس معاملہ میں ہمایوں کی نہایت ناعاقبت اندیشی اور خلاف مصلحت ملکی پالیسی تھی۔ کیونکہ

کامران کی آزادی اور خود مختاری کے ساتھ وہ ملک جو ہمایوں کی فوجی طاقت کا خزانہ تھا ہاتھ سے جاتا رہا۔ اب تک اسلامی فوج کی ساری طاقت افغانی قوموں اور باشندگان نواح اکسس (Oxus) سے پوری ہوتی تھی۔ اب اس ذریعہ کے مسدود ہو جانے سے ہمایوں کا دارومدار صرف ان فوجوں پر رہ گیا جو اس کے پاس موجود تھیں۔ جن میں لڑائیوں کی وجہ سے روز بروز کمی ہوتی جاتی تھی اور آمد بالکل بند تھی۔ اور کچھ یہ لوگ عیش و آرام میں پڑ گئے تھے۔ جس کا نتیجہ تباہی و بربادی ہوا۔ کامران نہایت بدخلق اور بدطینت اور احسان فراموش تھا۔ ننگ خاندان بابر تھا۔ ہمایوں کا نہایت خوفناک دشمن تھا۔ عسکری اور ہندال کمزور اور متلون مزاج تھے۔ لیکن کسی چالاک و حوصلہ مند آدمی کے ہاتھ میں خطرناک آلہ تھے۔ اون کی بار بار دغا بازی اپنے عالی حوصلہ۔ بلند ہمت رحم دل بھائی کی ساتھ اون کی عام خفیف الحرکاتی اور بدی کا ایک جز تھی۔ ہمایوں کے دو خالہ زاد بھائیوں نے بھی جن کا نام محمد زمان و محمد سلطان تھا تخت کا دعویٰ کیا اور علم بغاوت بلند کیا۔ لیکن دونوں بالکل جاہل اور نکمے تھے بادشاہت کی قابلیت نہ رکھتے تھے۔ ہمایوں نے شرافت اور رحم دلی سے نہایت ناعاقبت اندیشی کی کہ ان باغیوں کا خاتمہ نہ کرا دیا۔ اگرچہ اسکی یہہ بے مثال رحم دلی نہایت عمدہ تھی مگر اس موقع پر دور اندیشی اور

مصلحت ملکی کے بالکل خلاف تھی۔ جس کی وجہ سے وہ بڑی بڑی
مصیبتوں اور آفتوں میں مبتلا ہوا۔ اور اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کیا
بجائے اس کے کہ ایک تجربہ کار سیاست داں کے ان امور کا انتظام
کرتا یعنی یہہ کہ سب سے بڑے خطرہ کو دور کرتا ایک دشمن کو مغلوب
کرتا قبل اس سے کہ دوسرے سے جنگ شروع کرتا۔ اوس نے
اپنی فوج کو مختلف مہمّوں پر تعینات کرکے اپنی پوری فوجی طاقت
کم کر دی اس نے ایک دشمن کو پورے طور پر مغلوب نہیں کیا کہ
دوسرے پر چڑھائی کر دی۔ اور جب خوش نصیبی سے نہ کہ فنون
جنگ سے اون کو فتح حاصل ہوتی تو دوستوں کے ساتھ عیش و
عشرت میں مشغول ہو کر قیمتی وقت ضائع کرتا جبکہ اس کے دشمن
جلد بلد حملہ کے واسطے سامان جنگ فراہم کرنے میں مصروف ہوتے
اگر وہ اپنی پوری طاقت سے ایک دشمن پہ حملہ آور ہوتا تو یقیناً کامیاب
ہوتا۔ کیونکہ اسکی فوج کے سپاہی تھے جنہوں نے دھلی کو فتح کیا
تھا اور بہادر سانگا کو شکست دی تھی۔ وہی بہادر جرنیل اُن
فوجوں کے افسر تھے جو بابر کے وقت میں تھے۔ لیکن ہمایوں کے
تقدیر اور بے موزوں تقسیم فوج اور تجربہ کار بہادر جنرلوں کے
مصلاح و مشورہ پہ عمل کرنے سے اون کی دلیری اور جوش میں کمی آگئی تھی
اور نیز بے استقلالی اور متلون مزاجی ظاہر کی کہ ———

کچھ فوج بھی اوس کے اس زوال کی حالت میں ساتھ رہی تعجب خیز امر ہے۔ ہمایوں کی تخت نشینی کیوقت میں تین بدشگون اور مہیب بادل اوس کے افق تقدیر پر سایہ افگن تھے۔ اوّل شمال و مغرب کی طرف اوس کا جانی دشمن کامران تھا لیکن چونکہ وہ بظاہر اطاعت کا اظہار کرتا تھا۔ اگرچہ اوس کا مکر و فریب تھا۔ ہمایوں نے اوسکی طرف سے چشم پوشی کی۔ اور اوس کا کچھ تدارک نہ کیا دوم۔ مغرب کی طرف بہار میں افغان تھے جنکا سردار مرحوم سلطان لودی کا بھائی تھا۔ سوم۔ دکن کی طرف بہادر شاہ گجرات اور مالوہ کا بادشاہ تھا جو راجپوتوں پر فتحیابی حاصل کر رہا تھا اور دارالسلطنت آگرہ کے قریب پہونچنا چاہتا تھا۔ اوس کے پاس محمد زماں دعویدار تخت دہلی ہمایوں کا خالہ زاد بھائی موجود تھا ان دونوں بڑی خوفناک آفتوں میں بادشاہ گجرات زیادہ تھا لیکن افغانوں کی مجموعی جماعت اوس سے زیادہ خوفناک تھی ہمایوں کو پیش پیش تھا کہ پہلے کس سے جنگ کرے آخر اوس نے پہلے افغانوں پر حملہ کیا اور لکھنؤ کے قریب ایک فیصلہ کن لڑائی میں ۱۵۳۱ء میں محمود لودی پر فتح حاصل کی۔ بجائے اس کے کہ شکست یافتہ دشمنوں کا تعاقب کرکے اونکا قلع و قمع کر دیتا اوس نے شیرخان کے قلعہ چنار کا محاصرہ بھی اوٹھا لیا اور اوسکی منافقانہ اطاعت کو

منظور کرلیا اور ایک چالاک بیباک حوصلہ مند آدمی کو افغانونکے بڑی مجمع میں تدبیریں کرنے اور اپنی طاقت قومی کرنیکے واسطے چھوڑ دیا اور خود ہمایوں ہندوستان کے دوسرے کنارے پر چلا گیا - یہہ بادشاہ گجرات کا خوف تھا جسکی وجہ سے اس تباہ کن روانگی پر ہمایوں مجبور ہوا - اس میں کچھہ شک نہیں کہ بہادر شاہ دہلی کے تسخیر کا ارادہ کر رہا تھا - لیکن ابھی تک وہ تیار نہ تھا - جبکہ ہمایوں اپنی فتحیابی کے شہر کو چھوڑکر لکھنؤ سے ۱۵۳۴ء میں مالوہ پہونچا تو بہادر بادشاہ کو نہایت سرگرمی سے مشہور راجپوتوں کے قلعہ چتوڑ کے محاصرہ میں مصروف پایا - بجائے اس کے کہ ایک دم اوسپر حملہ کرکے ایسے نازک وقت میں راجپوتوں کی امداد کرنے سے اون کی بیش بہا دوستی خرید لیتا اوس نے ان دونوں کی لڑائی طے ہوجانے تک انتظار کیا - ہمایوں کی یہہ جوانمردی قابل تعریف ہے کہ اوس نے اپنی مسلمان دشمن کو اوسوقت تک مہلت دی کہ وہ کفار کے جہاد سے فارغ ہوجائے - ہمایوں کے اس فعل کو ہم وقعت کی نظر سے دیکھتے ہیں کہ اوس نے شریعت اسلامی کا اسقدر لحاظ کیا - بہادر شاہ نے ہمایوں کے اس نازک خیالی سے فائدہ اٹھایا اور چتوڑ پر بڑی زور و شور سے حملہ کیا اور فتح کرلیا - راجپوت عورتوں نے خودکشی کرکے مسلمانوں کی حرم بننے کی بے عزتی سے اپنے آپکو بچایا - اور راجپوت لوگ مارے گئے - اسکے بعد چتوڑ کا

فارغ اپنے دشمن کیطرف متوجہ ہوا جو اوس کا منتظر تھا۔ گجرات کی فوج کا
دل چتوڑ کی فتح سے بہت بڑھا ہوا تھا اگر وہ یکایک ہمایوں کی فوج پر
حملہ کرتے تو ضرور غالب ہو جاتے کیونکہ ہمایوں کی فوج کے آدمی حسب عادت
معمولی عیش و عشرت میں مشغول ہوکر بالکل غافل تھے۔ لیکن رومی خاں
گولہ انداز نے جسنے پرتگالی اور دیگر یورپین گولہ اندازوں کی مدد سے فتح چتوڑ
میں کارنمایاں کئے تھے مشورہ دیا کہ گجراتی فوج اپنے چاروں طرف خندقیں کھدوا
کر قیام کرے اور ہم لوگ توپوں سے دشمن کا کام تمام کریں گے اگرچہ سواروں
کی افسروں کی رائے تھی کہ دشمن پر ایکدم حملہ کیا جائے۔ مگر رومی خاں کے
مشورہ پر عمل کیا گیا۔ درحقیقت جیسا کہ رومی خاں نے پیشین گوئی کی تھی
کہ دشمن توپوں کی وجہ سے ہمارے اوپر حملہ آور نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ حملہ
نہیں ہوا۔ لیکن اہل گجرات بھی کیمپ میں مقید ہوگئے باہر نہ نکل سکتے تھے۔
ہمایوں کے تیر اندازوں نے چاروں طرف محاصرہ کر رکھا تھا جو گجراتی باہر
نکلتا تھا قتل کیا جاتا تھا۔ آخر کار گجراتی فوج میں غلہ کی کمی سے قحط ہوا
اور سب لوگ عاجز ہوگئے۔ اور بہادر شاہ ایک روز رات کو خفیہ طور
پر اپنی فوج سے نکلکر بھاگ گیا صرف پانچ آدمی اوسکے ہمراہ تھے
جسوقت گجراتی فوج کو اپنے بادشاہ کے فرار ہو جانیکی خبر ہوئی
تو سب لوگ بدحواس ہوگئے اور کیمپ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ دوسرے
روز بلا جنگ کئے تمام کیمپ کا معہ دشمنوں کے مال و اسباب کے

جو بے تعداد تھا ہمایوں نے اپنے آپ کو مالک پایا۔ اس موقع پر ہمایوں
نے غیر معمولی سرگرمی دکھائی یعنی دشمن کا تعاقب مانڈو اور چمپانیر اور
احمد آباد اور کھمبے تک کیا یہانتک کہ بہادر شاہ نے جزیرہ ڈیو د (Diu)
میں جو ملک گجرات کے کنارے پر ہے پناہ لی دونوں ملک گجرات اور
مالوہ جو دونوں ملکر ہمایوں کی کل سلطنت کے برابر تھے مثل پکے پھل کے ہمایوں
کے ہاتھ میں گرے۔ ایسی نمایاں اور آسان فتح کسیکو نصیب نہیں ہوئی۔
لیکن اس خداداد فتح کو ہمایوں نے کوتہ اندیشی اور نہایت بے پروائی
سے ضائع کردیا۔ گجراتی فوج کی بے تعداد دولت جو چمپانیر اور کھمبے
سے اوسکو لوٹ میں ہاتھ آئی تھی سب ہمایوں کو ملگئی مگر اس بے شمار
دولت نے مغلوں کو عیش و عشرت میں مشغول کرکے تباہ و برباد
کردیا۔ قلعہ چمپانیر کے فتح کرنے میں ہمایوں نے بڑی دلیری اور
جوانمردی دکھائی لوہے کی میخیں قلعہ کی دیوار میں نصب کرکے
جو تین سو آدمی قلعہ میں داخل ہوئے تھے اون میں ہمایوں بھی تھا
بعد فتح قلعہ کے چاہئے تھا کہ ہمایوں جدید فتح کردہ ملک کا انتظام
و بندوبست کرتا اوس نے جلسوں اور تماشوں اور عیش و عشرت
میں نہایت قیمتی وقت ضائع کیا۔ اوس کا بھائی عسکری گورنر گجرات
و احمد آباد میں لغویات میں مصروف تھا اور دن رات کو شراب خواری
کے جلسے گرم رہتے تھے اور نشہ شراب میں خود بادشاہ ہونیکی خواہش

ظاہر کرتا تھا اور ہمایوں سے مخالفت کا اظہار کرتا تھا یہ نہ سمجھتا تھا
کہ دیوار ہم گوش دارد۔ سردار و امرا ابتک دل میں بہادر شاہ
کے طرفدار اور خیر خواہ تھے۔ اوسکی حرکات ناشایستہ سے ناخوش ہوکر
منحرف ہو گئے اور بہادر شاہ سے کہلا بھیجا کہ جلد آئے میدان خالی
ہے ہم لوگ آپ کے تابعدار ہیں۔ بہادر شاہ بھی غافل نہ تھا اس نے
پرتگالیوں سے شہر ڈیو (Diu) میں قلعہ بنانے کی
اجازت دیکر اونکو اپنا طرفدار بنا لیا۔ اور اپنے مخالفوں کو خواب غفلت
میں پاکر ملک میں آپہونچا ہر جگہہ سب لوگوں نے اظہار اطاعت کیا یہ کیفیت
عسکری کے ہوش اوڑ گئے اور گجرات دشمن کے قبضہ
میں چھوڑکر چلتا پھرتا نظر آیا۔ ہمایوں کی بدنصیبی نے ایک اور شگوفہ کھلایا
اوسکی کمزوری اور بے پرواہی سے ملک بہار بھی اوسکے قبضہ سے
نکل گیا۔ بنگال میں شیر شاہ نے اپنی طاقت بہت بڑھا لی تھی اور
قنوج میں تخت سلطان بادشاہ بن بیٹھا۔ جو انتظام پہلے کرنا چاہئے
تھا اوسکے کرنیکی فکر اب ہمایوں کو ہوئی۔ اور شمال کی طرف اس
غرض سے روانہ ہوا کہ جو ملک اون کی بیوقوفی اور لاپرواہی سے ہاتھ
سے نکل گیا تھا پھر اوسپر قبضہ کرے۔ اوسکی روانگی کے بعد ملک مالوہ
نے ہمایوں کی اطاعت ترک کرکے اپنے پہلے بادشاہ بہادر شاہ کی
اطاعت اختیار کرلی۔ اور گجرات اور مالوہ پھر بہادر شاہ کی زیر فرمان

ہوگیا۔ ایک برس میں نہایت تیزی سے یہ دو بڑے ملک فتح ہوئے
مگر دوسرے برس اوسی تیزی سے قبضہ سے نکل گئے۔ ممالک مغربی
کے بڑھتے ہوئے فتنہ و فساد کے رفع کرنیکی ضرورت سے جو ایسے
قیمتی ملک چھوڑنے پر ہمایوں مجبور ہوا تھا آگرہ پہونچکر پھر لغویات میں
مشغول ہوگیا۔ اور اس بدنصیب غافل بادشاہ نے ایک برس
ان فضولیات میں ضائع کردیا اور بغاوت کے موقع پر نہ پہونچا۔ ایک
دفعہ اوسکو یہ خیال آیا کہ قبل اس سے کہ مغربی ممالک کی بغاوت
کا انتظام کروں پہلے مالوہ اور گجرات پر جو ضائع ہوگئے ہیں۔ اپنا
قبضہ کرلوں اس سے اس نیک طینت بادشاہ کی لاعلاج غیر
مستقل مزاجی اور فوجی ناتجربہ کاری ثابت ہے۔ آخرکار ۱۵۳۷ء
میں جو کچھ فوج مہیا ہوسکی ہمراہ لیکر شیر شاہ سے لڑائی کے
واسطے روانہ ہوا۔ رومی خاں گولہ انداز نے بہادر شاہ کی
ملازمت ترک کرکے ہمایوں کی نوکری کرلی تھی اوس کی قابلیت
سے بہت جلد شیر خاں کا قلعہ چنار فتح ہوگیا شیر خاں وہاں
موجود نہ تھا۔ ملک بنگال کی فتح میں مشغول تھا۔ اس بہادر افغان کی
نظر عرصہ سے شاہان بنگال کی کمزور بہ زوال پذیر طاقت پر تھی۔ سو
بہ بنگال میں افغانی خاندان کا عروج ہوا شیر خاں سامی خاندان
سور شاہان غور کی نسل سے تھا چھوٹے درجہ سے ترقی پاکر

بہار کے موہانی بادشاہ کا وزیر ہوگیا اس کا لقب شیرخاں
شیردل ہوا تھا کہ ایک موقع پہ ایک شیر نے بادشاہ بہار پہ حملہ
کیا تھا اور اس شیر کو شیرخاں نے ہلاک کیا تھا ۱۵۳۲ء میں
اگرچہ اس نے ہمایوں کی اطاعت قبول کی تھی جب چنار کا محاصرہ
ہوا تھا۔ لیکن بادشاہت کا خیال اس کے دل سے نہیں گیا تھا
ہمایوں کے عرصہ تک عدم موجودگی میں جبکہ وہ مغرب میں تھا
شیرخاں نے نہایت چالاکی اور سرگرمی سے اپنا علاقہ بہت
بڑھا لیا اور فوجی طاقت بھی زیادہ کرلی۔ اور جبکہ ہمایوں
نے دوسری مرتبہ چنار کا محاصرہ کیا تھا تو شیرخاں بنگال کے
دارالسلطنت غور کے تسخیر میں مشغول تھا ہمایوں نے ارادہ
کیا کہ بنگال پہونچکر قبل اس سے کہ وہ اپنے جدید مفتوحہ
ملک کا مستقل طور پہ انتظام کرے اوسکو بنگال سے خارج کرے
کیونکہ ہندوستان میں بنگال اعلیٰ درجہ کا زراعتی صوبہ تھا
شیرخاں نے صلح اور ہمایوں کی اطاعت قبول نہ کی باوجودیکہ
ہمایوں نے کہلا بھیجا کہ تم کو تمام معافی دیجاویگی اور جونپور
کی حکومت عطا کیجائیگی۔ شیرخاں نے اپنے بیٹے جلال خاں کو
قلعہ راج محل اوپہاڑی کے اون گھاٹیوں پہ مامور کیا جن میں ہوکر
بہار سے بنگال کو آمد و رفت تھی۔ اور خود مع اپنے مال و اسباب

وخزانہ وتوپخانہ وبی بی بال بچوں کے زبردست ناممکن التسخیر روہتاس گڈھ کے قلعہ میں چلا گیا یہہ قلعہ شیر خاں نے ہندو راجہ سے بڑی چالاکی اور دغا بازی سے فتح کیا تھا۔ شیر خاں نے بڑے عجز سے راجہ سے التجا کی کہ مجھکو اجازت دیجیے کہ اپنی بی بی بال بچے اور خزانہ اسباب وغیرہ آپ کی پناہ میں قلعہ روہتاس میں بر لئے چندرہ رکھوں کیونکہ ہمایوں کی وجہ سے مجھکو بڑا اندیشہ ہے راجہ نے شرافت اور مروت سے شیر خاں کو اجازت دیدی اس دغا باز نے ڈولیوں میں عورتوں کے بدلے جنگجو سپاہی بٹھا کر قلعہ میں داخل کیا اور انھوں نے قلعہ میں قتل عام کیا اور دروازہ قلعہ کا کھولدیا اور شیر خاں مع فوج داخل ہوگیا۔ اپنے محسن راجہ کو قتل کرایا اور اوس کے قلعہ اور مال و اسباب پر قبضہ کرلیا اور بہت اطمینان کیا تھا۔ بیٹھکر جنگ کی تدبیریں سوچنے لگا۔ اس کام سے فراغت پاکر اپنے بیٹے جلال خاں کو اپنے پاس بلالیا۔ اور ہمایوں کو بے روک ٹوک ۱۵۳۸ء میں بنگال میں داخل ہونے دیا۔ ہمایوں نے ملک کو تباہی و بربادی کیحالت میں دیکھا۔ اور دارالسلطنت کے گلی کوچوں کو نعشوں سے بھرا پایا بدنصیبی سے ہمایوں یہاں بھی عیش و عشرت کے جلسوں میں مشغول ہوگیا اور بڑے بیش بہا چھ مہینے ان لغویات میں ضائع کردیے۔ اوس کے دربار کے امیر و وزیر و فوج کے سپاہی بھی عیش و آرام کرنے رہے

اور دنیا و مافیہا سے بیخبر ہو گئے اس ادبار کے زمانہ میں ہمایوں کو
یہہ خیال نہ گذرا کہ دشمن نے ہماری واپسی کا راستہ مسدود کر دیا ہوگا
شیر خاں جو عیاری اور چالاکی میں کامل تھا ہمایوں کو بے روک
ٹوک بنگال میں داخل ہونے دیا کہ عقب سے راستہ آمد و رفت
مسدود و رسل و رسائل کا بالکل منقطع کردے ان راستوں پر
قبضہ کر لینے میں شیر خاں کو کچھ دقت واقع نہیں ہوئی کیونکہ ہمایوں
اسطرف سے بالکل بے خبر تھا اور کچھ انتظام نہ کیا تھا۔ ہمایوں کو خطرناک
حالت میں پاکر اوس کے نالایق بھائی بہت خوش تھے۔ ہندال
جو اس مہم میں ہمایوں کیساتھ تھا ہمایوں نے اوس کو سامان رسد
فراہم کرنے کے واسطے ترہٹ بھیجا تھا وہ موقع پاکر خفیہ طور پر
آگرہ چلا آیا اور اپنے مفسد مصاحبوں کے اغوا سے خود بادشاہ
بن بیٹھا۔ یہہ سنکر ہمایوں نے ایک بزرگ عالم کو اوس کے
سمجھانے اور براہ راست پر لانیکو بھیجا لیکن ہندال کے دماغ میں
بہرا ہوے نخوت و غرور بھر گئی تھی اوس نے اس بزرگ کی نصیحت
نہ سننی بلکہ ناخوش ہو کر قتل کرا دیا۔ وفادار سرداروں نے ہمایوں
کی سلطنت کے تحفظ کے لئے شاہزادہ کامران سے امداد چاہی جسنے
وہاں فوراً پہونچکر چھوٹے بھائی کے فساد کو رفع کر دیا۔ لیکن ہمایوں کے
ایسے اندیشہ ناک حالت میں مدد کرنا کامران نے پسند نہ کیا۔ بظاہر
لوگوں کو مغالطہ دینے کی غرض سے دونوں بھائی ہمایوں کی مدد

سکھ واسطے چند منزل گئے مگر پھر لوٹ آئے۔ اونکا مشورہ یہہ تھا کہ
جب شیر خاں ہمایوں کا خاتمہ کر دے تو ہم دونوں ملکر اوس کو مغلوب
کریں گے لیکن وہ یہہ نہ جانتے تھے کہ ہمکو کیسے آدمی سے مقابلہ کرنا
ہے۔ شیر خاں نے بنگال کے کل آمد و رفت کے راستوں پر قبضہ کر لیا
تھا۔ اور چنار اور جونپور کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ اور تمام ملک مغرب
میں قنوج تک اوسکا قبضہ تھا اور اس نے قلعہ روہتاس میں اپنا
لقب سلطان شیر شاہ مقرر کیا اور بادشاہ بنگیا۔ ان آفتوں۔
اور مصیبتوں کی خبروں سے آخرکار ہمایوں خواب خرگوش سے بیدار
ہوا۔ آگرہ میں خفیہ اور علانیہ بغاوتوں کا ہونا۔ ایک مخالف بادشاہ
کا سد راہ ہونا اور شیر خاں کا محاصرہ کرنا بیرونی امداد سے قطع امید
بے یار و مددگار۔ ایسا نازک اور خطرناک وقت درحقیقت غفلت شاہی
کا نہ تھا۔ چھہ مہینہ اوس نے لغویات میں بیکار ضائع کئے اب
یہہ سوال درپیش تھا کہ اس دام اجل سے کس طرح نجات ہو۔ اوسکے
اہل فوج عیاشی اور آوارگی سے بدچلن ہو گئے تھے بیکار رہنے
سے بد دل تھے اور بیماری سے ضعیف و ناتواں ہو گئے تھے۔ اونکو
انعام و اکرام دیکر روانگی پر آمادہ کیا لیکن جیسے فوج روانہ ہوئی تو کسی
مخالف کا سامنا نہیں ہوا اگرچہ مشہور تھا کہ اونکی نقل و حرکت
کا شیر شاہ نگراں ہے مگر وہ ان کا سد راہ نہ ہوا۔ وہ میدان میں
صف آرائی کر کے جنگ کرنے سے گریز کرتا تھا۔ وقتاً فوقتاً حملہ کر کے

دشمن کو پریشان کرنا چاہتا تھا - یا بیخبری میں حملہ کرکے لشکر شاہی کو تباہ کرنا چاہتا تھا - آخرکار ہمایوں گنگا کے پاس کنارے پر سفر کرتا ہوا منگیر تک پہونچا - اور اس نے بڑی شجاعت سے دریا کو عبور کیا اور دوسرے کنارے پر جہاں شیر شاہ فروکش تھا آ پہونچا - بہرحال دشمن پر یہہ بات ظاہر کردی کہ ہم تم سے خائف نہیں ہیں - وہاں سے روانہ ہوکر پٹنہ سے گذرتا ہوا بکسر کے اوس میدان میں پہونچا جہاں دو سو تیس برس (۲۳۰) بعد ایک سخت جنگ میں سلطنت مغلیہ کی تقدیر کا فیصلہ ہونیوالا تھا چونسہ کے مقام پر شیر شاہ نے یکایک ہمایوں کی فوج پر جو تکان سفر سے پریشان تھے سخت حملہ کیا پھر اوس میدان میں دو مہینہ تک دونوں لشکر مقیم رہے اور موقع کے منتظر رہے - لشکر شاہی بہت تکلیف میں مبتلا تھا مویشی اور بہت سے گھوڑے مرگئے تھے سوار پیادہ ہوگئے تھے - ملک دشمن کے قبضہ میں تھا رسد کی آمد بند تھی آگرہ سے امداد کی توقع منقطع ہوگئی تھی - چونکہ حالت بہت زیادہ نازک ہوگئی تھی لہذا ہمایوں نے مجبور ہوکر شیر شاہ کو صلح کا پیغام بھیجا - شرائط صلح اس طرح قرار پائے کہ کل ملک بنگال اور کچھ حصہ بہار پر شیر خاں اس شرط پر قابض رہے کہ علانیہ طور سے ہمایوں کو بادشاہ اور مالک سمجھے اور مطیع رہے - اس معاملہ کے طے ہوجانے پر سب لوگ مطمئن ہوگئے اور وہاں سے روانگی کا انتظام کرنے لگے ناگاہ صبح کے وقت جبکہ مغل انتظام روانگی میں مشغول تھے اور بالکل بیخبر تھے کہ پٹھانوں نے حملہ کیا اور چاروں طرف سے محاصرہ کرلیا اور کشت وخون

شروع کیا۔ بہت سے آدمی سوتے ہوئے ہلاک ہوئے چند آدمی گھوڑوں پر سوار ہو کر بھاگے اور جان بچائی ایک سقہ نے بمشکل ہمایوں کی جان بچائی اوس نے اسے مشک پر سوار کر کے دریا کے اوس پار اوتار دیا۔ اس احسان کے بدلے ہمایوں نے آدھے دن کی سلطنت عطا کرنیکا اس سے وعدہ کیا جو پورا کیا گیا اور اوس سقے نے اپنی قوم کو بہت فائدہ پہونچایا اور اپنے نام کا سکہ چمڑے کا چلایا جسمیں ایک کیل سونے کی لگا دی تھی۔ واللہ اعلم۔ ہمایوں کی فوج کے بہت سے آدمی دریا میں غرق ہوئے اور بہت سے گرفتار ہوئے اور ۱۵۳۹ء میں یہ بدنصیب بادشاہ قریب بالکل تنہا پریشان حال آگرہ پہونچا۔ ایک سال دونوں فراہمی لشکر وسامان جنگ میں مصروف رہے تاکہ ایک فیصلہ کن لڑائی لڑیں۔ شیر شاہ نے بنگال کا انتظام کر کے پوری طاقت بہم پہونچائی۔ اور ہمایوں حسب عادت قدیمی تضیع اوقات کرتا رہا اور کوشش کرتا رہا کہ ہمایوں کو اپنا شریک کرے۔

۱۷۔ مئی ۱۵۴۰ء کو قنوج میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا اور مشہور لڑائی (جنگ گنگا) کے ہوئی جسنے کچھ عرصہ کیواسطے سلطنت مغلیہ کا خاتمہ کر دیا۔ ہمایوں کی فوج جو تعداد میں ایک لاکھ تھی مگر دل شکستہ تھی اور افسر ناتجربہ کار اور بزدل تھے۔ سپاہیوں کے بھاگ جانے سے بہت کمزور تھی اور شاگرد پیشہ لوگوں نے بے ترتیبی کر رکھی تھی۔ لڑائی شروع ہونے سے پہلے ختم ہو گئی۔ مرزا حیدر مورخ جو اس موقع پر موجود

ہوا لکھتا ہی کہ قبل اس کے کہ دشمن نے ایک تیر چلایا ہو تمام فوج منتشر ہوکر
بھاگ نکلی اور شکست نصیب ہوئی ایک بندوق کا فیر بھی نہیں ہوا سب
لوگ گنگا کیطرف بھاگے اور ایسی بدحواسی سے بھاگے کہ کشتیوں کا پل
ٹوٹ گیا۔ اور بہت سے آدمی دریا میں غرق ہوگئے۔ ہمایوں بال بال
بچگیا۔ ہندوستان نے اوسکو نکالدیا۔ اوس دن سے پندرہ برس تک
ہمایوں آوارہ و سرگردان مارا مارا پھرا اور جلاوطن رہا۔ تین برس تک راجپوتانہ
اور سندہ کے ریگستانوں میں سخت آفتیں اور مصیبتیں اوٹھاکر لوگوں کی
قوی بھولی کرتا رہا۔ اوس نے ایسی تکلیفیں اوٹھائیں کہ دوسرا شخص برداشت
نہیں کرسکتا۔ ایک موقع پر ہمایوں نے چاہا کہ مالدیو راجہ جودھپور (مارواڑ) کے
کے پاس پناہ گزین ہو لیکن اوس بدبخت نے بیوفائی کی اور ارادہ کیا کہ
ہمایوں کو گرفتار کرکے شیرشاہ کی سپرد کردے۔ ہمایوں بادل شکستہ
وہاں سے روانہ ہوا اور ریگستان کی سخت تکلیفیں اور مصیبتیں اوٹھاتا
ہوا امرکوٹ پہونچا۔ وہاں کے راجہ رانا پرشاد نے ہمایوں کی بہت
عزت اور خاطر و مدارات کی۔ یہاں ۱۵۔ اکتوبر ۱۵۴۲ع کو ہمایوں کی
ملکہ حمیدہ بانو بیگم کے شکم سے شاہزادہ اکبر پیدا ہوا جو آئندہ بڑا
اور زبردست اور مشہور شہنشاہ ہندوستان ہونیوالا تھا اور اوسکے
وقت میں سلطنت مغلیہ کا انتہا درجہ کا عروج ہوا۔ یہاں سے
روانہ ہوکر ہمایوں ایران پہونچا۔ اور شاہ طہماسپ بادشاہ ایران
کی مدد سے ۱۵۴۵ع میں قندہار عسکری سے اور ۱۵۴۷ع میں کابل کامران

سے فتح کیا اوسکے بعد نو برس اس طرح گذرے کہ کبھی فتح ہوئی اور کبھی شکست
ہوئی اور جب تک اوسکے بھائی زندہ رہے سلطنت کابل میں اوسکو
آرام نصیب نہ ہوا۔ ہندال ایک لڑائی میں مارا گیا عسکری مکہ شریف کے
سفر میں فوت ہو گیا اور سب سے زیادہ مفسد کامران کو متواتر معافی دینے
کے بعد عاجز ہو کر ہمایوں نے اندھا کرا کر مکہ شریف بھیجدیا اور وہیں
وہ فوت ہوا۔ ہمایوں پر زیادہ تر مصیبتیں اس بدبخت مفسد بھائی کیوجہ سے
ہوئیں۔ اس اثنا میں شیر شاہ نے زیادہ تر حصہ ہندوستان کا تسخیر
کر کے اپنا مطیع و فرمانبردار کر لیا تھا اس میں شک نہیں کہ شیر شاہ نہایت
دانشمند تھا۔ ملکی اور فوجی انتظام کی پوری قابلیت رکھتا تھا۔ اکبر نے
انتظام ملکی میں زیادہ تر اوسکی پابندی کی ہے۔ اوس نے اپنے انتظام
کا دارومدار اتفاق پر رکھا تھا۔ اگرچہ پکا مسلمان تھا لیکن اپنی ہندو
رعایا سے تعصب رکھتا تھا نہ کسی قسم کا ظلم و زیادتی کرتا تھا سب
لوگ اوس سے رضامند تھے ہمیشہ انتظام امورات سلطنت میں
مصروف رہتا تھا اور بہت محنت کرتا تھا۔ اوس نے ملک کو بہت
سے حاکموں کی زیر انتظام سپرد کر رکھا تھا۔ خاندان شیر شاہی کے
اختتام پر اوس کے سب قابل ملازموں کو اکبر نے اپنے پاس ملازم
رکھا جنہوں نے انتظام امور سلطنت میں اسقدر قابلیت دکھائی
کہ اونکی وجہ سے آجتک اکبر کے عمدگی انتظام سلطنت کا نام باقی ہے
یہ خیال کرنا چاہیئے کہ شیر شاہ نے پانچ سال کا عرصہ کیسے انتظام

دیتے تھے۔ عباس خان مورخ لکھتا ہے کہ شیر خان کا رعب پٹھانوں اور سپاہ اوسکی موجودگی اور عدم موجودگی میں یکساں تھا۔ کسی شخص کی یہہ مجال نہ تھی کہ خلاف قانون کوئی امر کر سکے۔ اگر اوسکا بیٹا یا بھائی یا کوئی رشتہ دار یا عزیز یا کوئی سردار یا وزیر شیر شاہ کے خلاف مزاج کوئی حرکت کرتا تھا اور اوسکو معلوم ہوجاتا تھا۔ تو اوسکو اپنے سامنے بندھوا کر قتل کردیتا تھا۔ محبت یا دوستی کا قطعی خیال نکرتا تھا۔ بہت منصف مزاج تھا۔ کوئی شخص اوسکی اطاعت و فرمانبرداری سے انحراف نکرتا تھا۔ جس روز سے کہ شیر شاہ مستقل طور پر بادشاہ ہوگیا کسی شخص کو اوس کے مقابلہ میں دم زدن کی طاقت نہ تھی۔ نہ کسیکو بغاوت یا مخالفت کرنیکی ہمت تھی کوئی کانٹا اوسکی سلطنت کے باغ میں نہ تھا۔ اوسکے امرا یا سپاہی یا چور اور ڈاکو دوسرے شخص کے مال کیطرف بدنیتی سے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ نہ کبھی چوری یا ڈاکہ کے واردات اوسکی عملداری میں ہوتی تھی۔ مسافر اور راہ گیر بے خوف اندیشہ سفر کرتے تھے۔ بے تکلف جنگل میں جہاں چاہتے ٹھہرتے تھے۔ کسی قسم کا خطرہ و اندیشہ نہ تھا جنگل ہو یا آبادی کہیں کچھ خطرہ نہ تھا جنگل میں بے خوف مسافر اپنا مال و اسباب رکھدیتے تھے اور جانوروں کو جنگل میں چرنے کیواسطے چھوڑ دیتے تھے اور بیخوف و اندیشہ سوتے تھے جیسے اپنے گھر میں سوتے تھے۔ منصبدار اور اہلکار مسافروں کی نگہبانی کرتے تھے۔ جانتے تھے کہ اگر مسافر کا

ذرا سا بھی نقصان ہوگیا تو ہم مارے جائیں گے۔ اوسکا انصاف
اور رعب اس درجہ پر پہونچگیا تھا کہ ایک ضعیف سے ضعیف آدمی
رستم سے بھی نہ ڈرتا تھا۔ اس بادشاہ کے تھوڑی زمانہ کی مگر فیض رساں
سلطنت ۱۵۴۵ء (۹۵۲ھ) میں اختتام کو پہونچی قلعہ کالنجر کے فتح کرنے میں
جو راجپوتوں کے قبضہ میں تھا۔ اس کے ایک بندوق کی گولی لگی اور
اس سے شہید ہوگیا اوسکا کوئی قابل بیٹا نہ تھا جو اوس کے انتظام
کو جاری رکھتا مرتے مرتے بھی شیر شاہ کو ملک کے انتظام کا خیال رہا
اوسکے بیٹے اسلام شاہ کی سلطنت میں افغانوں میں فساد اور جھگڑے
شروع ہوئے اور نو برس کے بعد جب اسلام شاہ فوت ہوا۔ تو سلطنت
نہایت خراب اور ابتر حالت میں تھی۔ اوس کا بیٹا بارہ برس کا تھا جسکو
اوس کے چچا عادل شاہ نے قتل کرادیا اور خود تخت نشین ہوا۔ یہ
شخص نہایت کوتاہ اندیش اور عیاش تھا۔ اوسنے انتظام امور سلطنت
اپنے وزیر ہیمو بقال کے ہاتھ میں دیدیا۔ ایسا فسادیں شروع ہوگئیں
ابراہیم سور نے دہلی و آگرہ پر قبضہ کرلیا اور سکندر سور شیر شاہ کے بھتیجے نے پنجاب
پر قبضہ کیا اور ابراہیم سور کو دہلی سے نکال دیا۔ ہمایوں نے یہ موقع بہت مناسب سمجھا
کابل سے پندرہ ہزار سوار اپنے ہمراہ لیکر آیا اور ۱۵۵۵ء (۹۶۲ھ) میں پنجاب فتح کرلیا اور
سکندر شاہ کو شکست دیکر سرہند کی طرف کوہ ہمالیہ میں بھگا دیا۔ اور دہلی آگرہ
پر قبضہ کرلیا۔ اور شاہزادہ اکبر کو مفرور افغان کے تعاقب میں فوج دیکر
روانہ کیا اور خود انتظام امور سلطنت میں مشغول ہوا۔ ہمایوں کی امید ہوئی -

کہ پھری قسمت نے کامیابی کیطرف رخ کیا ہمایوں چھ مہینے بھی سلطنت
کا لطف نہ اوٹھانے پایا تھا کہ اتفاقاً کتب خانہ کی چھت سے اوترتے
ہوئے سیڑھیوں پر سے اوس کا پاؤں پھسلا اور نیچے گرا اور
انچاس ۴۹ برس کی عمر میں ۲۴ - جنوری ۱۵۵۶ء ۹۶۳ھ کو جہان فانی
سے رحلت کر گیا - انا للہ وانا علیہ راجعون ہمایوں نے اپنی
زندگی میں بڑی بڑی ٹھوکریں کھائیں اور مصیبتیں برداشت کیں
لیکن استقلال کو ہاتھ سے نہ دیا آخر کامیاب ہوا - تین صدیوں
کے بعد اس کے مقبرہ میں سلطنت مغلیہ کا آخری ضعیف بادشاہ
بہادرشاہ پناہ گزین ہوا اور سلطنت انگلیشیہ کے بہادر جرنیل ہڈسن
کے ہاتھ گرفتار ہوا اور سزائے اعمال میں ہندوستان سے جلاوطن
کیا گیا بقیہ عمر رنگون میں بسر ہوئی -

ذکر سلطنت آیون دی ٹیریبل - خونخوار زار روس من ابتدائے ۱۵۴۷ء تا انتہا ۱۵۸۴ عیسوی

Ivan the Terrible

آیون ۱۵۳۰ء میں پیدا ہوا - اس کے باپ کا نام وسیلی (Vasili) تھا ماں
کا نام ہیلن وسیلونا گلنسکی Helin Vasilievna Glinskiy

تھا ۱۵۴۷ء میں تخت نشین ہوا ۱۵۸۴ء میں فوت ہوا ۳۷ برس حکمراں رہا۔
یہ بادشاہ انتہا درجہ کا ظالم و سنگدل و خونخوار تھا۔ اسکی خونریزی حد سے زیادہ
بڑھی ہوئی تھی یہ بادشاہ خونخوار طبیعت لیکر پیدا ہوا تھا صحبت کے اثر نے اسکو سنگدل
و خونخوار بنا دیا۔ بچپن میں اسکے اتالیق نے اس کے سامنے جانوروں کو مار مار کر اسکو بیرحم بنا دیا
تفریح کیوجہ سے کتے اور بلیاں محل کے چھت پر سے نیچے پھینکے جاتے تھے جنکو مرتے دیکھکر
شاہزادہ خوش ہوتا تھا پھر اسکو یہ سکھایا گیا کہ محل کے نیچے آنے جانے والوں کے پتھر مارا
کرے۔ غرض اسی قسم کی بیرحمی اور سنگدلی کی تعلیم دیگئی جسکی وجہ سے یہ بادشاہ نہایت ظالم اور
خونخوار ہو گیا سب سے پہلے خود اسکے اتالیق کو اس نے سزا دلوائی جو اسکی خونخواری کا
باعث تھا اسکا نام شوا سکی (Shuiski) تھا ملک کے بڑے امیروں میں
تھا۔ شاہزادہ کا اتالیق مقرر ہوا تھا یہ شاہزادہ پر بہت حاوی تھا اسکی وجہ سے تمام
سلطنت پر حکمرانی کرتا تھا۔ دیگر امیروں کو سخت ناگوار تھا اور اسکے جانی دشمن تھے مگر
کچھ قابو نہ چلتا تھا۔ جب شاہزادہ کی عمر تیرہ برس کی ہوئی تو ایکروز اتفاقاً شکار کو گیا۔
شوا سکی اور اکثر امیر ذی شاہزادہ تھے ایک امیر نے جس کا نام پرنس گلو اسکی (Glinski)
تھا تنہائی کا موقع پاکر شاہزادہ سے کہا کہ شوا سکی آپکے اوپر حکومت کرتا ہے۔ آپ مالک
تخت و تاج ہیں یہ امر مناسب نہیں معلوم ہوتا آپ تجربہ کیجئے۔ وقت ملاقات شوا سکی سے
ذرا سخت کلامی کیجئے۔ دیکھئے کہ وہ برداشت کرتا ہے یا گستاخانہ جواب دیتا ہے چونکہ وقت
شاہزادہ کی حکمرانی کا آ پہونچا تھا اور خدا کو اسیطرح منظور تھا شاہزادہ کی سمجھ میں آگیا
اور وقت ملاقات اثنائے گفتگو میں شاہزادہ نے شوا سکی کو کچھ سخت و سست کہا وہ
تعجب کی نظر سے شاہزادہ کیطرف دیکھنے لگا اور نہایت سخت جواب دیا۔ اس سے شاہزادہ

کا غصہ اور زیادہ بڑھا اور اسکی گرفتاری کا حکم دیا چونکہ پہلے سے سب امور طے ہو
چکے تھے فوراً شوا اسکی گرفتار کر لیا گیا اور بازار میں لاکر اسپر شکاری کتے چھوڑے گئے اور
ایک امیر نے باآواز بلند کہا کہ گستاخ اور نمک حرام کی یہ سزا ہے۔ کتوں نے نہایت عذاب سے
شوا اسکی کو چیر پھاڑ کر ہلاک کیا جیسا اس نے کہا۔ اوسکا پھل پاپا زار نے قدیمی شاہی محل
کریملن (Kremlin) کی سکونت ترک کی ایک جدید مستحکم قلعہ و محل طیار کرایا جو
بہت محفوظ تھا۔ صدہا باشندوں کے مکانات اسکی ضرورت سے چھینے گئے اور بارہ ہزار
رئیسوں کی جائیدادیں ضبط کر کے اپنے بدمعاش خونخوار مصاحبوں کو دیدیں اور اپنا
رسالہ چھ ہزار سنگدل سپاہیوں کا تجویز کیا ان سپاہیوں کی ایک خاص نشانی مقرر کی یعنی
ایک کتے کا سر اور ایک جھاڑو انکی کاٹھی سے لٹکی رہتی تھی کتے کے سر سے یہ مطلب تھا کہ
زار کے دشمنوں کو مثل کتے کے پھاڑ کھائینگے اور جھاڑو سے تمام دنیا کو اُس کے دشمنوں سے
صاف کر دیں گے شب و روز یہ پانچ وحشی سپاہی شہر کے بازاروں اور گلی کوچوں میں گشت
لگاتے تھے۔ اور ذرا سی بات پر لوگوں کو قتل کر دیتے تھے سب سے پہلے اس خونخوار زار
نے پرنس شوا اسکی ایک معزز والئے ملک اور اس کے نوجوان بیٹے کو بیگناہ محض تفریح
طبع اور طمع نفسانی کی وجہ سے قتل کرایا اسکی جائیداد اور کل مال و اسباب ضبط کر لیا
قتل کے وقت پرنس نے خواہش کی کہ بیٹے سے پہلے میں قتل کیا جاؤں کیونکہ اپنے بیٹے کی
ہلاکت کا نظارہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ زار نے یہ درخواست منظور کی اور پہلے
پرنس کا سر اڑایا گیا بیٹے نے بیتاب و بیقرار ہو کر مقتول باپ کا سر اُٹھا کر پیشانی کو بوسہ
دیا اور زار زار رونے لگا ابھی فارغ نہوا تھا کہ زار کے اشارہ سے جلادوں نے اسکا
سر بھی اڑا دیا۔ اس روز چار اور معزز امیر قتل کئے گئے اور پانچویں کو سولی دیگئی۔*

*نوٹ سنہ ۱۵۶۲ء میں سولی کی سزا اس خونخوار بادشاہ نے ایجاد کی۔

بعض کی جائیداد ضبط کیگئی اور بعض جلاوطن کیے گئے روز بروز اس کے ظلم بڑھتے
جاتے تھے چند روز میں بازار اور گلی کوچے نعشوں سے بھر گئے زار کے خوف سے کسیکو
انکی تجہیز و تکفین کی جرأت نہوتی تھی ۔ ان تھوڑے آدمیوں کے کشت و خون سے اس ظالم
کی تسلی نہ ہوئی اور صبر نہ آیا ۔ ایکروز تورشک (Tortchask) نام ایک گاؤں
میں بطور تفریح آگ لگوادی اور مرد و عورت اور بچے سبکو قتل کرادیا اور انکا مال و اسباب مویشی
وغیرہ سب لوٹ لیا اسیطرح قصبہ کولمنا (Kolomna) کے باشندوں کو بیگناہ
قتل کرایا بعض کو دریا میں غرق کراکر تماشا دیکھا شریف عورتوں کی سربازار بے آبروئی کی
جاتی تھی اور بعد کو قتل کیجاتی تھیں جیسے ظلم و سختیاں اس خونخوار و سنگدل بادشاہ نے اپنی
رعایا پر کیے انکی مثال دنیا میں نہیں ہے ۔ منجملہ اس کے مظالم کے شہر نوگورد Novgorod
کا قتل عام ہے وہ اسطرح واقع ہوا ہے کہ شہر نوگورد کی عدالت سے ایک بدمعاش شخص کو کچھ
سزا کسی جرم میں تجویز ہوئی تھی اس بدبخت نے سزا سے بچنے اور حکام سے بدلہ لینے کی غرض سے
ایک جھوٹا الزام اختراع کیا یعنی ایک جعلی خط آرک بشپ اور باشندگان شہر کیطرف سے بادشاہ
پولینڈ کے نام لکھا جو زار کا مخالف تھا اسکا مضمون یہ تھا کہ ہم لوگ زار کے ظلموں سے
تنگ آگئے ہیں اسکی اطاعت کرنا نہیں چاہتے آپکی حفاظت میں آنا چاہتے ہیں اس خط کو
اس بدمعاش نے خفیہ طور پر سینٹ صوفیا کے گرجا میں مریم کے بت کے نیچے پوشیدہ
کردیا اور خود زار کے پاس آکر اس بغاوت کی مخبری کی ۔ زار نے ایک معتبر آدمی اس امر کی
تحقیقات کیواسطے نوگورد بھیجا ۔ وقت تلاش اسکو یہ خط ملگیا اس نے واپس آکر وہ خط
زار کے سامنے پیش کیا جسکو دیکھکر اسکی آتش غضب بھڑک اٹھی اور اس شہر کے غارت
کرنے اور باشندوں کے قتل عام کرنیکا ارادہ کرلیا ۔ چونکہ اس کے خیال میں یہ بہت بڑی [illegible]

تھی اس لئے خود فوج لیکر مع اپنے بیٹے کے دسمبر ۱۵۶۹ء میں الکزنڈراوسکی* سے اس خونخوار
کام کے انجام دینے کو روانہ ہوا اثناء راہ میں شہر کلن (Klin) اور شہر ٹور (Tver)
کو بیچراغ و غارت کیا اور دریائے المین (Ilmen) کے کنارے کی آبادیوں کو
تباہ اور باشندوں کو قتل کراتا ہوا ۲ جنوری سنہ ۱۵۷۰ء کو اُسکا پیش خیمہ بدقسمت شہر نوگورود
پہونچا اسکا حکم تھا کہ کل گرجا بند کر دیئے جائیں اور ہر ایک پادری سے بیس ۲۰ روبل (ایک
روسی سکہ) جرمانہ وصول کیا جائے جو پادری یہ رقم ادا نہ کر سکے صبح سے شام تک سر بازار اُس کے
کوڑے مارے جاویں اور تمام باشندگان شہر کے مکانوں پر پہرہ بٹھا دیا گیا اور مالکان مکان
پابزنجیر کر دیئے گئے بادشاہ کے پہونچنے سے قبل یہ سب بندوبست کر دیئے گئے چار روز کے
بعد خونخوار زار مثل قہر الہی نازل ہوا اور شہر سے دو میل کے فاصلہ پر مقیم ہوا دوسرے روز
جو پادری جرمانہ کا روپیہ ادا نہ کر سکے لاٹھیوں سے انکا سر کچل کر اور ہڈیاں توڑ کر نہایت عذاب
سے ہلاک کیا گیا دوسرے روز بڑی شان و جلوس سے بادشاہ مع اپنے بیٹے اور گارد کے شہر
میں داخل ہوا بزرگ آرک بشپ اور جو پادری باقی رہ گئے تھے حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم
اور دیگر بزرگان دین کی تصویریں ہاتھ میں لیکر دعائیں دیتے ہوئے زار کے استقبال کے
واسطے شہر کے دروازے پر حاضر ہوئے۔ زار نے نہایت نفرت اور حقارت کی نظر سے
انکی طرف دیکھکر منہ پھیر لیا اور سینٹ صوفیا کے گرجا میں جاکر عبادت کی پھر آرک بشپ کے
دیوانخانے میں بیٹھکر کھانا کھایا لیکا یک کھانا کھاتے کھاتے اُٹھ کھڑا ہوا اور ایک مہیب آواز سے
نعرہ مارا۔ زار کی نعرہ کی آواز سنکر گارد کے سپاہی آپہونچے اور آرک بشپ اور اُسکے سرداروں
اور پادریوں کو گرفتار کر لیا اور وہ مکان لوٹ لیا گیا۔ گرجا میں سے سونے چاندی کے برتن
اور تصاویر وغیرہ اور تبرکات لے لئے گئے اور خزانہ اور کل مال و اسباب ضبط کر لیا گیا

* Alexandrowski.

تمام گرجے اور خانقاہیں لوٹی گئیں۔ زاں بعد باشندگان شہر کا نہایت قاعدہ اور انتظام
سے قتل شروع کیا روزانہ پانچسو اور ایکہزار آدمی خونخوار زار کے روبرو پیش کئے جاتے تھے
یا تو قتل ہوتے یا آگ میں جلائے جاتے تھے بعض آدمی گاڑیوں میں باندھے گئے اور گاڑیاں تیز
چلائی گئیں جسکی وجہ سے وہ لوگ نہایت عذاب سے گھسیٹ کر ہلاک ہوئے اور اکثر آدمی
دریا میں غرق کرکے مارے گئے عورتیں مع اپنے بچوں اور شوہروں کے اور انکے ماں باپ پل
سے دریا میں پھینکے جاتے تھے اور کناروں پر دونوں طرف سپاہی تلواریں اور نیزے لیے ہوئے
کھڑے تھے جو شخص دریا سے تیر کر نکلنے کا ارادہ کرتا اسکو نیزہ مار کر پھر دریا میں گرا دیتے
اس ہولناک نظارہ سے زار کی بہت تفریح ہوتی تھی یہ مظلوم و بیکس لوگ ہر چند فریاد و
زاری کرتے تھے اور بادشاہ کی دوہائی دیکر پناہ مانگتے تھے لیکن کون سنتا ہے فغان مظلوم کی
اس خونخوار ظالم سنگدل بادشاہ کے دلمیں کچھ اثر ان مظلوموں کی فریاد و زاری کا نہ ہوتا تھا
مرد عورت معصوم بچے اسکی نظروں کے سامنے قتل ہو رہے تھے اور وہ خندہ پیشانی سے دیکھ
رہا تھا۔ پانچ ہفتہ تک یہ قتل عام جاری رہا۔ اور قرب و جوار کے گرجا اور خانقاہیں تباہ و تاراج
کیں اور مال و اسباب لوٹ لیا اور وہاں کے باشندوں کو قتل کرا دیا شہر کے بازاروں اور
گلی کوچوں میں گشت لگاتا تھا اور اس کے سپاہی دکانوں اور مکانوں کو لوٹتے تھے اور
لوگوں کو قتل کرتے تھے۔ پھر فوجیں دیہات میں بھیجی گئیں کہ لوٹ مار کریں اور گاؤں میں
آگ لگا دیں اور مرد و عورت و بچہ کسی کو زندہ نہ چھوڑیں جب یہ ظالم قتل و غارت سے
تنگ آگیا اور قتل کرنیکو کوئی انسان اور لوٹنے کو کچھ مال باقی نہ رہا تو معافی عام کا اعلان
کیا گیا مگر اس اعلان کا سننے والا کوئی نہ تھا۔ کچھ لوگ ضعیف و ناتواں بمشکل تلاش
کرکے اوس کے سامنے لائے گئے تو زار نے نہایت ملائمیت کے الفاظ میں اون سے

کہا کہ تم لوگ ہمارے واسطے دعائے درازی عمر و سلامتی سلطنت کرو ہم نے تملوگوں
کو معاف کیا یہ کہکر رخصت ہوا وہ لوگ حیران و ششدر چارونطرف دیکھتے تھے مگر یارائے
دم زدن نہ تھا اسوقت زندگی سے موت کو بہتر سمجھتے تھے اس موقع پر زار کے حکم سے
ساٹھ ہزار سے زیادہ مرد و عورت و بچے قتل کیے گئے کل جو شہر معمور و آباد تھا آج وہ
ویران و سنسان پڑا ہوا ہے چارونطرف سے بوئے مرگ دماغ میں آتی تھی ہو کا عالم
ہو سناٹا ہو رہا ہے. وحشت برس رہی ہے مردار خوار پرندوں اور صحرائی درندوں کی
ہولناک آوازیں آ رہی ہیں - بازاروں گلی کوچوں میں ہزارہا بیگناہ مرد و عورت اور معصوم
بچوں کی نعشیں بے گور و کفن پڑی ہوئی ہیں چیل کوّے گیدڑ و کتے وغیرہ سینکڑوں جمع ہیں
اور نعشوں کو کھا رہے ہیں ان مظلوموں کا نہ کوئی پرسان حال ہے نہ انکی بیکسی پر حسرت سے
آنسو بہانیوالا ہے وہ شہر جہاں کل چہل پہل ہو رہی تھی آج محلہ خموشاں بنا ہوا ہے الو
بول رہا ہے - سوائے شہر سدوم[*] کے آجتک کسی شہر پر ایسا قہر الٰہی نازل نہیں ہوا ہے جو کہ زار
زار اس شہر کو بالکل غیرآباد و بیچراغ کرکے روانہ ہوا - واپسی کیوقت شہر پاسکوو
(Pskov) کو تاخت و تاراج کرتا ہوا بے تعداد مال و اسباب لوٹ کا لیئے ہوئے
دار السلطنت ماسکو میں داخل ہوا آرک بشپ و دیگر معزز روسا کو نوگورڈ سے گرفتار
کرکے ہمراہ لایا تھا کہ دار السلطنت میں انکو پھانسی دی - ماسکو پہونچکر ظالم اپنے
مصاحبوں سے بھی مشتبہ ہو گیا اور بہت لوگوں کو گرفتار کرکے قید کیا غرض اسکی یہ تھی
کہ ایک روز اس ہولناک خونی تفریح کا مقرر کیا تھا اس روز قتل کرنیکے واسطے زیادہ
تعداد آدمیوں کی ہونا چاہیے یوم مقررہ پر ایک وسیع میدان میں اٹھارہ یا بیس
پھانسیاں استادہ کی گئیں اور طرح طرح کے اوزار و آلات عذاب پہنچ

[*] شہر سدوم وہ شہر ہے جس پر حضرت لوط علیہ السلام کی بددعا سے قہر الٰہی نازل ہوا تھا اور تختہ زمین بحکم الٰہی الٹ دیا
گیا تھا [illegible]

کے فراہم کر کے بطور نمائش میدان میں رکھے گئے وسط میدان میں ایک بڑا آہنی کڑھاؤ
لٹکایا گیا اور اُس کے نیچے آگ روشن کی گئی اور اُس میں پانی بھر کر جوش دیا گیا۔
باشندگان شہر یہ خوفناک تمہیدیں دیکھ کر بہت اندیشہ ناک ہوئے اور خیال کیا کہ شاید
بادشاہ کا ارادہ شہر میں آگ لگانے کا اور باشندگان خدا کی خونریزی کا ہے اس خوف
سے کل باشندگان شہر اپنے مکانات اور دوکانیں چھوڑ چھوڑ کر شہر سے بھاگ گئے
چند گھنٹے میں تمام شہر ویران اور سنسان ہو گیا سوائے اُن سپاہیوں کے جو
میدان قتلگہ میں موجود تھے اور کہیں کوئی انسان نظر نہ آتا تھا ناگاہ باجوں کے
بجنے اور بگلوں کی آوازوں سے معلوم ہوا کہ زار خونخوار کی سواری مع اُس کے
بیٹے کے آ رہی ہے اُس کے عقب میں گارد کے سپاہی تھے اور اُن کے پیچھے ایک گروہ
مثل سایہ کے قربانیوں کا تھا جن کی تعداد تین سو سے زیادہ تھی یہ لوگ نہایت
ضعیف و ناتوان تھے [illegible] ان سے خون ٹپک رہا تھا
بمشکل تمام زمین پر چل سکتے تھے [illegible] تماشائیوں کا ہجوم بالکل نہیں
ہے تو نہایت ناخوش ہوا [illegible] آگ دیکھ کر لوگوں کے ہوش و حواس جاتے
رہے [illegible] سے کانپنے لگے [illegible] اور دم بخود کھڑے ہوئے تھے
زار نے حکم دیا کہ باشندگان شہر کو [illegible] کر کے لاؤ سپاہیوں کو شہر والوں کی تلاش
و تجسس میں [illegible] اور لوگوں کا
اطمینان کیا اور دلاسا دیا کہا کہ تم لوگ کچھ اندیشہ نہ کرو ہماری خوشی ہے کہ
تماشا دیکھو [illegible] باشندگان ماسکو کی مجال نہ تھی کہ اس ظالم کی عدول
حکمی کرتے چار و ناچار سب لوگ حاضر ہوئے [illegible] وہ ہولناک [illegible] شروع ہوا

زار نے مجمع کیطرف مخاطب ہوکر کہا یہ مجرم باغی ہیں انکو واجبی سزا دیجاتی ہے
سب لوگ اسکی ہیبت سے خاموش وسرنگوں تھے مجرموں کے گروہ میں سے کچھ
لوگ علیحدہ کیئے گئے اور معافی دیکر آزاد کیئے گئے پھر ایک ایک مجرم طلب کیا گیا
اور بادشاہ کی زبان سے اپنا جرم اور حکم سزا سنکر جلادوں کے حوالہ کیا گیا۔ جلادوں
نے بعض مجرموں کو درخت میں سرنگوں لٹکایا اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ بہت لوگوں
کو اوس اُبلتے ہوئے پانی کے کڑھاؤ میں ڈالدیا۔ بعض کو سولی دیگئی غرض طرح طرح
کے سخت عذاب سے قتل کیئے گئے ان حالات کے بیان کرنیکو پتھر کا کلیجہ چاہیئے چار
گھنٹے تک یہ موت کا بازار گرم رہا۔ دو سو سے زیادہ بیگناہ آدمی نہایت عذاب اور
سختی سے ہلاک کیئے گئے (الاماں) چند آدمی و عورت و بچے زندہ درگور کیئے گئے
کچھہ آدمیوں کی کھال اُتاری گئی کچھہ کو کتوں سے پھڑوایا۔ بدکاری و بدچلنی
کیوجہ سے زار کے اخراجات بہت زیادہ تھے جن فسق وفجور میں اسکی تمام عمر بسر
ہوئی وہ انتہا درجہ کے خراب تھے اس لئے اوس نے رعایا پر نہایت سخت ٹیکس لگائے
تھے اور اوسکی وصول کرنے میں نہایت ناانصافی اور سختی وظلم وجبر کیا جاتا تھا کبھی
کسی جرم کے بہانے سے اور اکثر بے سبب اپنی رعایا کا مال واسباب ضبط کرتا تھا
عجیب وغریب طریقے انسان پر ظلم کرنے اور قتل کرنیکے اس نے ایجاد کئے تھے جب
قتل انسانی کی جدید ایجادیں ختم ہوگئیں تو اس نے اپنی رعایا سے خلاف قانون
قدرت عمل کرانا چاہا۔ اس نے حکم دیا کہ۔ پدرکشی۔ پسرکشی۔ اور برادرکشی وغیرہ
کیجائے۔ ایک شخص سے جبراً اُسکے باپ کو قتل کرایا۔ دوسرے سے اُسکے بھائی
کو ہلاک کرایا تیسرے سے اوس کے بیٹے کا سر اڑوایا۔ ایکہزار عورتیں دریا

میں غرق کرائیں۔ رعایا کے گھروں میں گھسکر اُنکے اوپر تشدد کرتا تھا کہ خزینہ
و دفینہ بتائیں اور بعد قتل کرا دیتا تھا۔ اُس کی زیادتی قانون مذہبی اور قانون
انسانی سے آزاد تھی بالآخر اُسنے خدائی کا دعوی کیا اور فرعون بے سامان بنگیا
قانون مذہب عیسوی منسوخ کر کے اُس نے خود سات شادیاں کیں اور تمام رعایا
کو اجازت کئی شادیوں کی دیدی علمائے عیسوی اس کے خوف سے خاموش تھے
چکہ دم نہ مار سکتے تھے ملک سائبیریا اسی زار کے وقت میں معلوم و مفتوح ہوا۔ ایکدفعہ غصہ
کیحالت میں اس ظالم نے اپنے بڑے بیٹے کو جو بہت قابل اور نیک تھا قتل کرا دیا
ایک دفعہ ایک دمدار ستارہ نکلا تھا۔ اُس نے نجومیوں سے اُس کے آثار دریافت
کئے انھوں نے کہا کہ بادشاہ کی موت واقع ہوگی اور ۱۸ مارچ ۱۵۸۴ء بادشاہ
کی موت کا دن مقرر کیا۔ جب وہ دن آیا تو زار بالکل تندرست تھا نجومیوں کے قتل کا
حکم دیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ شام تک توقف فرمایئے چنانچہ دو بجے دن کے
یکایک شطرنج کھیلتے ہوئے یہ خونخوار زار راہی ملک عدم ہوا۔ اسکے بعد بھی اس
کی جانشین بھی مسلمانوں اور یہودیوں کا سخت دشمن تھا۔ لین دین اور تجارت
ان دونوں قوموں کا اپنے ملک میں بند کر دیا تھا اسوجہ سے ملک کی تجارت کو سخت
نقصان پہنچا اور زراعت پیشہ لوگ بھی اسنے قتل کرائے اور مال و اسباب لوٹ
لیا۔ اس لئے ملک کی زراعت بھی تباہ ہوگئی تھی شروع میں یہ اشتکاروں کو [illegible]
میں [illegible] جاتا تھا [illegible] کی اجازت دیدی چار پانچ برس کے
بعد [illegible] کر [illegible] اسکو
[illegible]

پسند آئی - کاریگروں کی یہ قدردانی کی کہ انکو اندھا کروا دیا تاکہ وہ دوسری ایسی
عمارت نہ بنا سکیں - اس قدر مغرور تھا کہ ایک دفعہ ایک بہت خوبصورت
ہاتھی شاہ ایران نے بطور تحفہ اسکو بھیجا تھا جب اس کے سامنے لایا گیا
تو حکم دیا کہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے جائیں - اسنے ہمکو سجدہ نہیں
کیا اگر شامت اعمال سے کوئی امیر دربار تاش یا شطرنج کی بازی میں اس سے
جیت جاتا تھا تو اس گستاخی پر اسکو قتل کرا دیتا تھا -

ذکر سلطنت

بادشاہ جمجاہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ

غازی آفتاب خاندان مغلیہ و سلطنت

تیموریہ - سن ابتدائے ۱۵۵۶ء لغایتہ ۱۶۰۵ء

سنہ ۹۶۳ھ لغایتہ ۱۰۱۴ھ

ولادت باسعادت اس بادشاہ جمجاہ کی بمقام امرکوٹ بتاریخ ۱۴ اکتوبر

۱۵۴۲ء / ۹۴۹ھ ہوئی تیرہ برس کی عمر میں بمقام کلانور (پنجاب) ۱۵۵۶ء / ۹۶۳ھ
میں تخت نشین ہوا۔ پچاس برس سلطنت کی تمام ہندوستان کو تسخیر کیا
۱۶۰۵ء / ۱۰۱۴ھ میں وفات پائی۔ نہایت منصف بے تعصب رحمدل شجاع
تھا۔

قطعہ تخت نشینی

گل امید شگفت و وزید باد مراد ٭ مراد خلق خدا آنچنانکہ باید داد
زدست فتنہ دوران جہاں بشد ایمن ٭ کہ پادشاہ جہاں پائے بر سریر نہاد۔

اکبر سلطنت مغلیہ کا بانی تھا۔ اسکے وقت میں کل ہندوستان مسخر و فرمان
بردار ہوا اور سلطنت مغلیہ کا انتہائی عروج ہوا۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے
کہ اکبر نے بتیس برس کی سخت محنت اور جانفشانی کے بعد ہندوستان کو
مطیع کیا تھا۔ اور نہایت دانشمندی اور تحمل و بردباری سے حکومت کی۔
ہندوستان تیرہ برس کے بچے کے آگے کا یکایک مطیع و فرمان بردار نہیں ہو گیا
تھا نہ کسی معجزہ و کرامات سے یکایک مغلوب ہوا۔ ایک ناگہانی حادثہ نے
جبکہ ۱۵۵۶ء میں ہمایوں کی عمر کا خاتمہ کر دیا تھا اور اکبر تخت نشین ہوا تھا
تو سلطنت بالکل غیر مغلوب شدہ اور بے اطمینانی کی حالت میں تھی قبل
اس سے کہ وہ اپنے تئیں دہلی کا بھی بادشاہ سمجھتا اکبر کو بڑی محنت و جانفشانی کا
سامنا تھا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اکبر بڑا بلند اقبال اور اپنے دشمن کے مغلوب
کرنے میں بہت خوش نصیب تھا۔ میدان پانی پت میں ہیمو بقال کی شکست پانے
کے بعد اوسکو ایسی اندیشہ ناک جنگ کی نوبت پیش نہیں آئی وقتاً فوقتاً

غاصبوں کے مغلوب کرنے اور بغاوتیں اور جھگڑے فرو کرنیکا نہایت تکلیف دہ
اور بہت کوشش کا کام تھا اکبر کو عرصہ دراز تک عیش و آرام سے حکومت کرنا بہت کم
نصیب ہوا۔ باوجودیکہ نہایت قابل سیاست داں اور تجربہ کار اور باستقلال
و متحمل تھا۔ تخت نشینی کیوقت صرف دہلی اور پنجاب اوس کے قبضے میں تھے
جو ۱۵۵۵ء کی سرہند کی لڑائی میں فتح ہوئے تھے گنگا کی گھاٹی اور بنگال
ہنوز افغانوں کے قبضے میں تھے ہندوستان کے مغربی حصہ میں راجپوت
خود مختار حکمراں تھے اور ملک کے مختلف حصوں میں بیشمار سردار آزاد و
خود مختار تھے تخت نشینی کے تیسرے سال اکبر کا اجمیر پر قبضہ ہوا اور ۱۵۵۸ء
میں گوالیار فتح ہوا اور ۱۵۶۱ء میں لکھنؤ اور جونپور سے افغانوں کو
نکالدیا۔ سلطنت مغلیہ صرف پنجاب اور ممالک مغربی و شمالی تک محدود
تھی ۱۵۶۱ء میں کچھ حصہ مالوہ کا بھی فتح ہو گیا تھا اور برہانپور اور
خاندیش سال آئندہ فتح ہوئے ۱۵۶۷ء میں قلعہ چتوڑ کی فتح بہت مشہور و
معروف ہے لیکن تمام راجپوت ۱۵۷۶ء تک مطیع و فرماں بردار ہوئی
۱۵۷۶ء میں بنگال فتح ہوا۔ اور ۱۵۸۴ء میں ملک گجرات پر پوری طرح
قبضہ ہو گیا۔ سلطنت کابل اکبر کے بھائی حکیم کے قبضہ میں جداگانہ سلطنت
تھی اور اکبر کو ہمیشہ تکلیف پہونچاتی رہی تھی۔ بیرونی ممالک میں کاشمیر
۱۵۸۶ء میں اور سندھ ۱۵۹۲ء میں اور قندھار ۱۵۹۴ء میں اور اڑیسہ
۱۵۹۰ء میں اور کچھ حصہ دکن کا اکبر کی زندگی میں مفتوح ہوئے ہمایوں کی
وفات کیوقت سلطنت کیحالت اسقدر نازک اور غیر قابل اطمینان تھی

پھر امیروں وزیروں کا یہہ مشورہ ہوا کہ فی الحال کابل چلا جانا چاہئے
لیکن بیرم خاں جو پورا ناتجربہ کار اور بیمثل بہادر رکھتا اور بابر ہمایوں
کے ساتھ رہا تھا اور بمقابلہ دوسروں کے دشمن کی منقسم اور بے ربط سلطنت
ہونیکی حالت سے زیادہ واقف تھا معاملات کی درحقیقت بہت
اندیشہ ناک حالت تھی سکندر شاہ والی دہلی پہاڑوں میں بھاگ
گیا تھا اور مانکوٹ کے بڑے زبردست اور مستحکم قلعہ میں پناہ گزیں
ہوکر ہر طرح محفوظ تھا۔ لیکن ایک اور بڑا زبردست دشمن حملہ کرنیکو آرہا
تھا۔ ہیمو سلطنت بنگال کا جرنیل جو ایک چھوٹے درجہ سے ترقی
پاکر بڑے رتبہ پر پہونچگیا تھا۔ اوس نے آگرہ پر بآسانی قبضہ کرلیا
اور تردی بیگ خانکو شکست دیکر دہلی سے بھگا دیا اور دار السلطنت
پر اپنا قبضہ کرلیا اوس نے اپنا لقب راجہ بکرماجیت رکھا۔ اور
اب مغل فوج سے جنگ کرنیکو روانہ ہوا جب شکست یافتہ اور
دل شکستہ سردار اور فوج دہلی سے چلکر اکبر کے پاس سرہند
پہونچے اوسوقت ایک اور آفت ناگہانی کی خبر پہونچی کہ کابل
باغی ہوگیا۔ خوش قسمتی سے اوسوقت اکبر کے پاس ایک بیمثل
بہادر اور تجربہ کار سپاہی موجود تھا جو ان بلاؤں کا کافی
بندوبست کرسکتا تھا۔ بیرم خاں اتالیق جو منتظم سلطنت
تھا نہایت قابل جرنیل اور اولو العزم اور ثابت قدم تھا اوس نے
بطور عبرت دلانیکے بزدل تردی بیگ خاں کو لعنت و ملامت

کرکے بدست خود قتل کیا اور باقی بھگوڑے افسروں کو قید کیا۔ اور
کچھ حصہ فوج کا بطور گارد پیش کے آگے بھیجا۔ خوش قسمتی سے اس گارد
نے ہیمو کا توپخانہ جو اوس نے ناعاقبت اندیشی سے آگے بھیج دیا تھا
گرفتار کرلیا۔ جمعہ کے روز ۵۔ نومبر ۱۵۵۶ء کو میدان پانی پت میں
دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا جس جگہ تیس برس پہلے بابر نے افغانوں
کی سلطنت کا خاتمہ کیا تھا اور دو صدیوں کے بعد اس میدان میں
ایک جنگ نے مرہٹوں کو تباہ و غارت کردیا جس کے وجہ سے سرکار
انگریزی کا راستہ صاف ہوگیا۔ باوجود توپخانہ ضائع ہوجانیکے پھر بھی
ہیمو کے پاس فوج بہت زیادہ تھی اوسکی فوج کے تین حصے تھے
درمیانی حصہ بیس ہزار سواروں کا تھا جو افغان اور راجپوت تھے اور
پندرہ سو جنگی ہاتھی تھے۔ ہیمو ایک زبردست ہاتھی ہاوہ نام پر
سوار جنگ میں شریک تھا۔ مغلوں کے بائیں حصہ پر اس نے کامیاب
حملہ کیا پھر درمیانی حصہ کی طرف متوجہ ہوا یہاں تیر اندازوں نے اوسکو
پریشان کردیا ایک قادر انداز نے ایسا تیر مارا کہ ہیمو کی آنکھ میں لگا اور
وہ بیہوش ہوکر ہودہ میں گرا۔ دوسرا کوئی افسر لڑائی کا سنبھالنے والا
نہ تھا لہذا فوج بے سردار کے پاؤں اکھڑ گئے اور بے تحاشہ بھاگے ہیمو
گرفتار کرکے اکبر کے سامنے لایا گیا۔ بیرم خاں نے درخواست کی کہ یہ کافر
ہے مغل سے اپنی تلوار آلودہ کریں تاکہ ثواب ہو اور آپ غازی کہلائیں
لیکن اکبر نے نہایت متانت سے جواب دیا کہ اس مردہ کو ہم نہیں مارتے

یہہ تو خود قریب المرگ ہی۔ لیکن ایسے خیالات کی جگہہ بیرم خاں کے دل
میں نہ تھی اوس نے بے تکلف ایک ضرب میں اوس کافر کا سر تن سے جدا
کردیا۔[1] اس سخت جنگ کا بڑی دلیری اور بہادری سے مقابلہ کیا گیا
اکبر کو کبھی پھر ایسے خوفناک دشمن سے مقابلہ کا اتفاق نہیں ہوا۔ اسکی بعد
گو متواتر لڑائیوں کا اتفاق ہوا مگر اکبر کو غلبہ رہا۔ کیونکہ آئندہ ہمیشہ اسکی
حالت حملہ آوری کی رہی اس کے اوپر کسی نے حملہ نہیں کیا۔ دلی نے دروازے
کھولکر اپنے آقا کا خیر مقدم کیا۔ پھر آگرہ پر بھی قبضہ ہوگیا۔ اور آٹھ مہینے کے
محاصرہ کے بعد سکندر نے بھی مجبور ہو کر قلعہ مانکوٹ اکبری فوج کے حوالہ کردیا
اور خود بنگال چلا گیا۔ نوجوان بادشاہ اب ہندوستان کے شمال و مغرب کے
کل حصہ پر مالک و قابض ہوگیا۔ اس چھوٹی سی سلطنت کے انتظام مالگذاری
و دیگر فوجی انتظامات میں چند سال صرف ہوئے اور اس زمانہ میں صرف
گوالیار کا قلعہ اور گنگا کی گھاٹی جونپور تک اور بنارس فتح ہوئے اس
سے زیادہ سلطنت کے حدود بڑھانیکا موقع نہیں ملا۔ ۱۵۶۰ء میں انتظام
امورات سلطنت اکبر نے اپنے ہاتھ میں لیا۔ وہ بیرم خاں کے تکبرانہ برتاؤ
سے عاجز آگیا تھا جسکی بے اعتدالیاں حد سے گذر گئی تھیں چند معزز سرداروں
کو بلا سبب محض بغض و حسد کی وجہ سے اوس نے بادشاہ کی بے اجازت
و اطلاع قتل کرادیا جسکی وجہ سے عام ناراضی پھیل گئی۔ محلسرائے کے سازشی
کارستانیوں نے اکبر کا دل اوستاد کیطرف سے بیزار کردیا ناعاقبت اندیش
اوستاد یہہ نہ سمجھا کہ اب میرا شاگرد بچہ نہیں رہا۔ محلسرائے کے زبردست

[1] جان پول صفحہ ۲۴۲

اثروں سے بہت کم وزیر محفوظ رہے ہیں۔ اسوقت بی بی ماہم انگا جس نے اکبر کو دودھ پلایا تھا محلسرائے میں حکمران تھی اُس کے اغوا سے بیرم خاں کی وقعت اکبر کی نظروں سے کم ہو گئی۔ ایک دفعہ اکبر اپنی والدہ کی مزاج پرسی کو دہلی آیا تھا ماہم انگا نے موقع پاکر اکبر کی طبیعت کو بیرم خاں کی طرف سے بہت افروختہ کیا۔ چونکہ بیرم خاں یہاں موجود نہ تھا اور اکبر اُس کے اثر سے باہر تھا۔ لہذا ماہم انگا کا وار چلگیا۔ اُس نے بیرم خاں کا غرور اور حرکات خود مختاری کا اکبر سے اظہار کر کے مشورہ دیا کہ انتظام امور سلطنت اپنے ہاتھ میں لو اور بیرم خاں کو معزول کرو۔ چنانچہ اکبر نے عوام پر اعلان کیا کہ آج سے انتظام سلطنت ہم نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور معزول وزیر کے پاس حکم بھیجا کہ تم مکہ شریف کی زیارت کو جاؤ اور حج ادا کرو۔ یہ جلا وطنی کا مہذب طریقہ تھا۔ ممکن تھا کہ اکبر اس سے زیادہ ملایم برتاؤ کرتا۔ کیونکہ بیرم خاں کی وفاداری اور خدمات گذشتہ کا اُسکو بہت خیال تھا۔ مگر بیرم خاں کے حرکات غیر قابل برداشت ہو گئیں تھیں اسوجہ سے سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہ تھا۔ بموجب حکم شاہی بیرم خاں گجرات کو روانہ ہو گیا تاکہ وہاں سے ملک عرب کو روانہ ہو جائے۔ لیکن راستے میں اُس کے چند ناعاقبت اندیش مصاحبوں نے مشورہ بغاوت کا دیا۔ چنانچہ لڑائی میں بیرم خاں کو شکست ہوئی اور نہایت عاجزی سے بادشاہ کی خدمت میں خود حاضر ہوا اور قدموں میں گرکر زار زار رونے لگا۔ بادشاہ نے اُسکی ضعیفی اور خدمات

گزشتہ کا خیال کر کے معاف کر دیا اور بہت عزت و حرمت کی۔ لیکن جب
بیرم خاں نے دیکھا کہ میں اوس معزز عہدہ پر نہیں رہ سکتا تو مجبور ہو کر
بادشاہ سے مکّہ جانیکی اجازت مانگی بادشاہ نے بہت خوشی کے ساتھ اجازت
دیدی اور پچاس ہزار روپیہ بطور سفر خرچ عطا فرمایا! بیرم خاں روانہ ہوا
راستے میں ایک پٹھان نے جسکا نام مبارک خاں تھا اور اوسکا باپ
ہیمو بقال کی لڑائی میں مارا گیا تھا بیرم خاں کو قتل کر دیا۔

بیرم خاں کی علیحدگی سے ماہم انکا کا بہت عروج ہو گیا تھا کہ امور
سلطنت اوسکی رائے سے انجام پانے لگے۔ یہہ عورت بڑی ذہین اور
دانشمند تھی اسکی سفارش سے اسکا بیٹا ادھم خاں جو اکبر کا دودھ
بھائی تھا بڑے عہدہ پر پہونچگیا۔ مگر یہہ شخص بڑا نالایق اور مغرور تھا
انتہائی غرور سے اسکے مزاج میں سرکشی و نافرمانی بھی پیدا ہو گئی تھی۔

خان اعظم شمس الدین محمد خاں وزیر نے بڑی قابلیت اور وفاداری سے کام
کیا تھا اسوجہ سے بادشاہ اوس پر بہت مہربان تھا اور اوسکی بہت خاطر
و عزت کرتا تھا اوس کا عروج دیکھکر ادھم خاں کی آتش حسد بھڑکی
اور بادشاہ کی مہربانی پر بھروسہ کر کے ایک روز جبکہ محل شاہی میں شمس الدین محمد خاں
قرآن شریف کی تلاوت کر رہا تھا اوس کے عقب میں جا کر ایک ہاتھ تلوار
کا ادھم خاں نے ایسا مارا کہ اوسکا سر تن سے جدا ہو گیا اور اس خیال سے
کہ میں بادشاہ کا دودھ بھائی ہوں بادشاہ مجھے کچھ نہ کہیگا وہیں موجود رہا
شور و غل ہونے پر اکبر بادشاہ خواب سے بیدار ہوا اور اوسی لباس شب خوابی

ماہم انکا اکبر کی دایہ کا نام تھا۔

میں دفعتاً محلسرائے سے برآمد ہوا ہاتھ میں صرف تلوار تھی جسوقت بادشاہ کی نظر شمس الدین خان مقتول پر پڑی تو نہایت غضبناک ہوا اور ادہم خان سے نہایت غصہ سے دریافت کیا کہ تو نے شمس الدین خاں کو بیگناہ کیوں قتل کیا ہے ادہم خاں نے دوڑ کر بادشاہ کے ہاتھ پکڑ لئے اور معذرت کرنے لگا اس حرکت سے بادشاہ کا غصہ اور زیادہ ہوا اور اپنے ہاتھ چھوڑا کر ایک مکّہ اس زور سے اُس مردود کے منہ پر مارا کہ وہ بیہوش ہوگیا اور گر پڑا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس مردود کو کوٹھی پر سے نیچے پھینکدو۔ چنانچہ چند آدمیوں نے سقف بام سے جو بہت بلند تھا نیچے پھینکدیا جس سے ادہم خاں کی ہڈیاں چور چور ہوگئیں اور جہنم داخل ہوا اس کی ماں کو اپنے فرزند کی ہلاکت کا بڑا صدمہ ہوا۔ آخر چالیس روز کے بعد اس غم سے وہ بھی مرگئی اور اکبر نے ان جھگڑوں سے نجات پائی۔ اب کسیکا اثر اسپر باقی نہ رہا۔ اکبر اسقدر دلیر و شجاع تھا کہ ایکدفعہ مالوہ سے واپسی کے وقت مقام نرور میں ایک بہت بڑا زبردست شیر سامنے آگیا تو اکبر نے گھوڑے پر سے اتر کر اس شیر کو بضرب شمشیر آبدار ہلاک کیا تمام لوگ حیران و ششدر رہ گئے اس روز بہت زر و جواہر بادشاہ پر سے نثار کئے گئے سنہ ۱۵۶۲ء میں اکبر حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے مزار کی زیارت کیواسطے اجمیر گیا تھا اثناء راہ میں بمقام سانبھر بہارامل راجہ امیر (جے پور) شہنشاہ کی قدمبوسی کیلئے حاضر ہوا اکبر نے اسکی بہت زیادہ عزت و حرمت کی اور خلعت شاہانہ مع فیل و اسپ و شمشیر عطا فرمایا راجہ بہارامل نے اپنا اعزاز و افتخار بڑھانے کیلئے اپنی بیٹی شہنشاہ کی زوجیت کیواسطے پیشکش کی۔ اکبر نے بہت خوشی سے منظور کیا اور راجہ کو منصب پنجہزاری کا سے سرفراز

کیا اور اُس کے بیٹے کنور بھگوانداس کو بھی معزز منصب عطا فرمایا اور میرزا شرف الدین حسین حاکم اجمیر کو تسخیر قلعہ میرٹھ پر مامور کیا جو راجہ مالدیو کے قبضہ میں تھا اور خود تین شبانہ روز میں ایک سو بیس کوس کی منزل طے کر کے آگرہ آیا۔ رانی جودھ بائی نے مذہب تبدیل نہ کیا تھا اکبر نے خوشی سے اُسکو اپنے فرائض مذہبی آزادانہ طور پر ادا کرنیکی اجازت دی اور اُسکی صحبت کے اثر سے تعصب مذہبی اکبر کی طبیعت سے نکل جاتا رہا۔ ۱۵۶۲ء میں اکبر نے جزیہ کا ٹیکس بھی جو ہندو صاحبان کو سخت ناگوار تھا معاف کر دیا اور جو زیارت گاہوں اور متبرک مقامات کے میلوں وغیرہ پر آنے والوں پر ٹیکس تھا وہ بھی معاف کر دیا گیا۔ یہ امور ایسے تھے جنہوں نے اکبر کو ہر دلعزیز کر دیا۔ ہندو صاحبان جزیہ کو نہایت ذلیت دہ ٹیکس سمجھتے ہیں اور اُس کا ادا کرنا انکو سخت ناگوار تھا۔ اورنگ زیب عالمگیر کے زمانہ سلطنت میں یہ جزیہ کا ٹیکس پھر جاری کیا گیا جو ہندو صاحبان کی عام ناخوشی کا باعث ہوا اور ہندو مسلمانوں میں نفاق کا باعث ہوا۔ اکبر نے منصفانہ اور ہندوؤں کے ساتھ یکساں برتاؤ سے گو انکو اپنا مطیع بنا لیا تھا۔ اور اُنکے مذہبی معاملات میں دست انداز نہ ہوتا تھا مگر بعض رسوم جنکو وہ بری اور خلاف انسانیت سمجھتا تھا موقوف ہونیکا حکم دیا۔ مثلاً بچپن میں شادی کرنا۔ آگ میں ڈالکر کسی کا امتحان لینا۔ بیرحمی سے دیوتاؤں پر حیوانی و انسانی قربانی۔ بیواؤں کو دوسرے نکاح کرنے کی اُسنے اجازت دی اور ستی ہونیکی سخت ممانعت کی اگرچہ یہ رسم بالکل اُس کے وقت میں موقوف نہیں ہوئی مگر بہت کم ہو گئی اسکا حکم تھا کہ کسی عورت پر ستی ہونیکے لئے جبر نہ کیا جائے اور اُسکی سخت نگرانی کی جاتی تھی شادی کے معاملہ میں علاوہ ماں

باپ کی رضامندی کے دولہا و دلہن کی رضامندی کی بھی شرط تھی۔ اکبر کو پورا تجربہ
تھا کہ قوم راجپوت کا تکبر و غرور خاندانی بلا سختی کے کم نہ ہوگا۔ محض ملایم برتاؤ و مہربانی
کرنا انکو مطیع کرنیکے واسطے کافی نہ ہوگا بہتر طریقہ انکو مطیع و فرمان بردار کرنیکا انکو
طاقت سے زیر کرنا تھا۔ رانا اودے سنگھ راجہ میواڑ نے جسکے باپ سانگا نے بابر کا مقابلہ
کیا تھا ابھی تک اکبر کی اطاعت نہ کی تھی۔ اس نے باز بہادر کو جو فوج شاہی سے
شکست کھاکر مالوہ سے بھاگا تھا اپنے پاس پناہ دی تھی اور جب سب راجپوت راجہ اظہار
اطاعت و فرمانبرداری کیواسطے حاضر دربار اکبری ہوئے تھے تو اودے سنگھ حاضر
نہیں ہوا تھا۔ اسکو اپنے زبردست اور مستحکم پہاڑی قلعہ پر بڑا بھروسہ تھا اور اپنے تئیں
محفوظ سمجھتا تھا اسکو اپنی کثرت فوج اور جنگی ہاتھیوں پر بھی بڑا غرور و گھمنڈ تھا۔
اسکو گمان تھا کہ اکبر ہرگز اس زبردست پہاڑی قلعہ کو جو چار سو فیٹ کی بلندی پر ہے
اور بہت مستحکم ہے کسیطرح فتح نہ کر سکیگا۔ قلعہ میں سامان رسد بکثرت موجود تھا۔
چاہ و تالاب تھے اور آٹھ ہزار تجربہ کار بہادر راجپوت سپاہی موجود تھے جنکا افسر
مشہور بہادر جیمل تھا۔ جب اکبر نے ۱۵۶۷ء میں چتوڑ پر فوج کشی کی تو اکبر کے خوف
سے رانا مع بال بچوں کے جان بچاکر کوہ اراولی میں جا چھپا اور جیمل کو مع فوج قلعہ کی
نگہبانی کیواسطے چھوڑ گیا۔ شہنشاہ اکبر نے قلعہ چتوڑ کا محاصرہ کیا اور پانچ ہزار بڑھئی
و سنگتراش و لوہار و نقب کن و گلکار و بیلدار وغیرہ ساباط (سرنگ) تیار کرنیکے لئے
مامور کئے اور وہ لوگ نہایت مستعدی اور خوشدلی سے سرنگ و نقب بنانے میں مشغول
ہوئے انکو معقول مزدوری دیجاتی تھی۔ اکبر کا حکم تھا کہ کسی پر سختی یا جبر نہ کیا جائے القصہ
دو سرنگ بہت جلد تیار ہوگئیں اور قلعہ کے دو برجوں کے نیچے نقب لگاکر بارود بچھادی گئی

۴ تاریخ فرشتہ صفحہ ۲۵۶

ایک سرنگ میں قبل از وقت آگ لگ گئی اور ایک برج و دیوار قلعہ کی اڑ گئی
اور دیوار میں رخنہ ہو گیا۔ دو ہزار سوار فوج شاہی کے جو کمین میں بیٹھے تھے یہ خیال
کرکے کہ دونوں سرنگیں اڑی ہونگی اور راستہ ہو گیا ہوگا یکبارگی حملہ آور ہوئے
اور سرنگ سے نکلکر حصار کیطرف دوڑے ایکہزار اسجگہ پہونچے جہاں برج اڑ
گیا تھا اور راستہ ہو گیا تھا اور راجپوتوں سے لڑائی ہونے لگی اور ایک ہزار
دوسرے برج کیجانب متوجہ ہوئے لیکن دیکھا کہ برج ہنوز نہیں اڑا ہے بدستور قایم
ہے اسکو دیکھکر راجپوت حصار سے نکلے اور لڑنے لگے کہ ناگاہ دوسری نقب
میں بھی آگ لگی اور برج و دیوار کو اڑا دیا۔ اس حادثہ سے بہت آدمی دوست
و دشمن کے ہلاک ہوئے جو بیخبر لڑ رہے تھے چنانچہ پندرہ بڑے سردار اکبر کے
مثل جمال الدین خاں و مردان علی شاہ معہ پانچسو سپاہیوں کے ہلاک ہوئے
اور صدہا راجپوت مارے گئے۔ اس حادثہ کیوجہ سے اس روز قلعہ کی فتح ناتمام
رہی اور دوسری سرنگ بنانا شروع ہوئی۔ ایک روز اتفاقاً شہنشاہ اکبر اس
سرنگ جدید کا ملاحظہ کر رہا تھا کہ ناگاہ جیمل راجپوت جو قلعہ کا گورنر اور رانا کا رشتہ دار
تھا قلعہ کا انتظام دیکھتا ہوا عشا کیوقت قضاراً اس مقام پر آیا جس کے سامنے
شہنشاہ موجود تھا۔ مشعل کی روشنی میں اکبر نے اسکو پہچان لیا اور بسم اللہ
کہکر اسپر بندوق کا نشانہ لگایا۔ اتفاقاً اسکی پیشانی پر گولی لگی اور فوراً ہلاک
ہوا۔ اسکے مرتے ہی تمام قلعہ کے لوگ دل شکستہ اور بدحواس ہو گئے اور
اسکی نعش کو جلاکر جوہار کی رسم کو ادا کی یعنی اپنے بی بی بال بچے اور مال اسباب
جلاکر خاک کر دیا۔ جب قلعہ میں روشنی ہوئی تو لشکر اسلام کو معلوم ہوا کہ راجپوت

نے جوہار کی رسم ادا کی ہے اسی وقت لشکر اسلام نے قلعہ پر حملہ کیا اور بے روک ٹوک قلعہ میں داخل ہو گئے اور قتل عام شروع کیا۔ صبح کو شہنشاہ بھی سوار ہو کے قلعہ میں داخل ہوا۔ دوپہر تک دس ہزار سے زیادہ راجپوت قتل ہوئے اور بہت آدمی اسیر ہوئے بتخانے مسمار کرائے گئے۔ مال غنیمت بہت ہاتھ آیا۔ قلعہ چتوڑ کی فتح کے چند روز بعد کالنجر اور رنتھمبور کے زبردست قلعے بھی فتح ہو گئے اور تمام راجپوت شہنشاہ اکبر کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے تمام راجپوت راجاؤں کو ثابت ہو گیا کہ اکبر نہ صرف منصف و غیر متعصب ہے بلکہ بہت زبردست و باقبال بادشاہ ہے۔ اکبر نے راجہ بیکانیر کی لڑکی سے شادی کر کے راجپوتوں کے دلوں میں اپنی محبت اور زیادہ کی اور ہندوستان کی اعلیٰ درجے کے جنگجو سپاہیوں کی وفاداری پر وہ بھروسہ کرنے لگا۔ آئندہ اسکی اور اسکے بیٹے پوتوں کی لڑائیوں میں بھگوانداس اور مان سنگھ اور ٹوڈرمل وغیرہ کے نام لڑائی اور انتظام امور سلطنت میں مشہور آفاق ہیں۔ اکبر کو بھگوانداس اور مان سنگھ کی وفاداری پر اسقدر بھروسہ تھا کہ ۱۵۷۸ء میں اُس نے انکو رانا اودے پور کے مقابلہ پر بھیجا اور ان بہادر وفادار راجپوتوں نے اپنے ہم قوم راجپوتوں کو شکست دیکر گوالکنڈہ اور کنبل میر کے قلعے فتح کئے اور شہنشاہ کی نظروں میں انکا اعزاز و اعتبار زیادہ ہوا۔

مسٹر ٹاڈ نے تاریخ راجستان میں (صفحہ ۲۶۱) تعداد مقتولان قلعہ چتوڑ تیس ہزار تحریر کی ہے۔ انہیں تمام سردار چتوڑ کے اور وہ جو باہر سے مدد کو آئے تھے اور ایک ہزار سات سو راجپوت جو راناکے رشتہ دار و برادری تھے مارے گئے۔ شامل میں نو رانیاں پانچ راجہ زادیاں اور دو بچے اور سب سرداروں کی بیویاں وغیرہ آگ میں جلکر خاک سیاہ ہو گئیں۔ اکبر کے خوف سے انکے دیوتا و دیبی انکو دام اجل میں چھوڑ

مسٹر لین پول صفحہ ۲۵۷

کر چلتے پھرتے نظر آئے تمام بتخانے مسمار کرائے گئے مقتولوں کے گلے میں سے جو
زنار (جنیو) اترے تھے تو انکا وزن ساڑھے چوہتر من تھا (زمان چار سیر کا ہوتا
ہے) ٹاڈ صاحب لکھتے ہیں کہ (صفحہ ۲۵۸) علمی قابلیت میں اگر ہم شاہان چغتائی و ان
کے ہمعصر بادشاہان یورپ کا مقابلہ کریں تو فضیلت علمی میں ایشیا والوں کا پلہ
بھاری رہیگا باوجودیکہ پلہ ثانی میں ملکہ الزبتھ اور ہنری چہارم بادشاہ فرانس
بھی ہوں اکبر کے زمانہ سلطنت میں سرداران ہنود کی بیٹیاں بہت مشہور ہیں
تعلقات رشتہ داری کے بڑھانے میں اکبر نے بہت کوشش کی اُسکے
جانشینوں نے بھی آئندہ اسی رسم کو جاری رکھا۔ وہ ہندو رانیاں جیسے جودھ
اور مانا بائی اکبر کی زوجیت میں تھیں۔ اس کے بڑے بیٹے کی شادی بھی
جے پور کی ایک راجازادی سے ہوئی تھی۔ ایسے موقع پر دلہن کا اثر شوہر
پر بہت ہوا کرتا ہے۔ ہندو رانیوں کی اولاد کے حقوق تخت نشینی مسلمان
بیبیوں کی اولاد کے برابر تھے۔ ان تعلقات سے اسقدر اعلیٰ درجے کا برتاؤ
کا برتاؤ کیا جاتا تھا کہ سب لوگ بجائے نفرت کرنے اور مذہب بگڑ جانے کا
اندیشہ کرنیکے نہایت آرزو و تمنا سے شاہی خاندان میں رشتہ داری کرتے
تھے اور اپنا اعزاز و افتخار سمجھتے تھے۔ اب اکبر ایک بڑی سخت مہم کیطرف
متوجہ ہوا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ گجرات کا ملک بھی فتح ہوکر سلطنت میں شامل کرلیا
گیا۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ بہادر شاہ کی وفات پر جسکا بھتیجا محمود ثانی تخت
نشین ہوا چند روز کے بعد اسکا بھی انتقال ہوگیا۔ اسکے ایک مصاحب خاص

جسکا نام اعتماد خاں تھا جو اصل ہندو غلام تھا اُس نے ایک لڑکے کو محمود شاہ کا
جعلی فرزند قرار دیکر تخت نشین کیا اور خود امور سلطنت کا منتظم ہو گیا۔ اس لڑکے کا
مظفر شاہ سوم خطاب ہوا لیکن اس کارروائی سے ایک سردار نے جسکا نام چنگیز
تھا اختلاف کیا۔ یہ وہ شخص ہے کہ جب سنہ ۱۵۶۶ء میں مرزا لوگوں نے بغاوت کی
تھی اور شکست کھا کر بھاگ گئے تھے تو اُس کے پاس پناہ گزین ہوئے تھے۔ اس کی
کیفیت یہ ہے کہ ایک شخص سلطان مرزا خاندان تیموریہ کا شاہزادہ بابر کیساتھ
ہندوستان میں آیا تھا اگرچہ بعد میں اس نے ہمایوں سے بغاوت کی تھی مگر اطاعت
کر لینے پر معاف کر دیا گیا تھا۔ اس کے چار بیٹے اور تین بھتیجے تھے جنھوں نے اس عام
ہنگامے کے زمانے میں بمقام سنبھل علم بغاوت بلند کیا جو انکو جاگیر میں دیا گیا تھا وہ فوج
شاہی سے شکست کھا کر گجرات بھاگ گئے تھے اور بغاوت فرو ہو گئی تھی۔ سنہ ۱۵۶۶ء
کا واقعہ ہے۔ اب بھی گجرات میں یہی لوگ بانی فساد تھے۔ اپنے محسن چنگیز خاں
سے بھی لڑ پڑے۔ اس نے بمشکل تمام گجرات سے نکال دیا۔ انھوں نے مالوہ پر حملہ
کرکے قبضہ کرنا چاہا لیکن اس اثنا میں چنگیز خاں کو ایک جھگڑے میں کسی نے قتل کر دیا تھا
اور گجرات میں فتنہ و فساد پھیل گیا تھا۔ مرزا لوگ موقع پاکر گجرات چلے آئے۔
سنہ ۱۵۷۲ء تک یہ فساد و جھگڑے ہوتے رہے۔ آخر الامر اعتماد خاں نے شہنشاہ اکبر سے
درخواست کی کہ ان فسادوں کو رفع کرکے اس سلطنت کو اپنے قبضے میں لے لیجیے
شہنشاہ اکبر نے اس ملک پر فوج کشی کی اور بہت جلد بمقام پٹن پہونچا
احمد آباد اور پٹن کے اثنا راہ میں مظفر خاں معزولی بادشاہ گجرات حاضر ہوا اور
گجرات کی سلطنت کا تاج شہنشاہ کی نذر کیا۔ اکبر کا کچھ وقت مفسد سرداروں

مغلوب کرنے اور مرزاؤں کو گرفتار کرنے کی تدبیریں اور انکے لشکر کو متفرق کرنے میں اور شہر سورت کے محاصرہ میں صرف ہوا۔ قبل اس سے کہ شہر فتح ہو سرغنہ مرزا لوگ خفیہ طور پر وہاں سے نکل گئے اور کوشش کی کہ گجرات کے شمال میں جو انکی فوج کا بڑا حصہ موجود تھا اس سے جا ملیں۔ اکبر نے انکے سدراہ ہونیکا ارادہ کیا اور قبل اس سے کہ وہ اپنے لشکر تک پہونچیں انکو جا گھیرا۔ اسموقعہ پر اکبر نے اسقدر عجلت کی اور ایسی تیزی سے دھاوا کیا کہ اس کے ہمراہ صرف ایکسو چھپن آدمی پہونچ سکے۔ یکایک دشمن کا مقابلہ ہوا جنکے ساتھ ایک ہزار آدمیوں کا مجمع تھا۔ دشمن نے اکبر کو پسپا کر دیا اور اکبر کو جھاڑیوں کے پیچھے پناہ لینی پڑی یہ جھاڑیاں اسقدر گنجان تھیں کہ تین سواروں سے زیادہ نہ گذر سکتے تھے دشمن نے نرغہ کرکے گھیر لیا اور عرصۂ جنگ اکبر پر بہت تنگ ہوا۔ قریب تھا کہ مغلوب ہو جائے اسکے ساتھی بڑے معزز عالیشان سردار تھے اور منجملہ ان کے انکے راجہ بھگوان سنگھ والئی جے پور اور اسکا پسر بھی راجہ مان سنگھ بھی تھے ان بہادروں کی دلیری و شجاعت و کوشش سے اکبر نے اس خوفناک حالت سے نجات پائی اور دشمن کو شکست ہوئی مرزا لوگ اپنی فوج سے جا ملے لیکن یہ لوگ متفرق ہوگئے اور طرح طرح کے واقعات انکو پیش آئے اور مختلف حشر ہوئے۔ ایک گجرات میں مارا گیا۔ انکے سرغنہ شمالی ہند میں پہونچے اور ناگور کے قریب راجہ رائے سنگھ سے شکست کھاکر اپنے اصلی وطن سنبھل میں آپہونچے جب یہاں سے بھی نکالے گئے تو پنجاب پہونچکر لوٹ مار مچائی۔ وہاں سے بھاگ کر دریائے سندھ کی طرف روانہ ہوئے بالآخر ملازمان شاہی کے ہاتھ گرفتار ہوئے اور قتل کیے گئے ایک شخص مرزا حسین جان بچاکر بھاگا

اور خاندیس کے پہاڑوں میں پناہ لی اور لاپتہ ہوگیا۔ گجرات کو اپنی سلطنت میں شامل
کرکے اکبر آگرہ کو مظفر و منصور واپس آیا ایک مہینہ دارالسلطنت میں آرام سے نہ بیٹھنے
پایا تھا کہ اکبر کو خبر پہونچی کہ مرزا حسین مغرور پھر گجرات میں آپہونچا اور پہلے بادشاہ کا
ایک بڑا سردار اسکے شریک ہوگیا ہے اور فوج شاہی جو وہاں موجود تھی اوسکو حملہ
کرکے قلعہ بند کر رکھا ہے اور وہ لوگ بسبب قلت رسد کے بہت تکلیف میں ہیں۔ ایام موسم
برسات شروع ہوگیا تھا باقاعدہ فوج کی روانگی بالکل ممکن نہ تھی۔ لیکن اکبر نے اپنی معمولی
مستعدی اور دلیری سے ارادہ کیا کہ خود اس مہم پر جاوے اس نے حکم دیا کہ فوراً دو ہزار سوار جس
طرح ممکن ہو پٹن پہونچیں اور بعد کو خود معہ تین سو منتخب سرداروں کے اونٹوں پر سوار
ہوکر روانہ ہوا اور اسقدر جفاکشی کی کہ چار سو پچاس میل نو روز میں طے کئے اور باوجود
موسم کے خراب ہونے کے اور وقت بہت کم ہو گئے اسنے اپنی فوجوں کو جمع کیا اور
تین ہزار آدمیوں کی جماعت سے دشمن سے مقابلہ کیا۔ اکبر کی فوج دشمن کے مقابلہ میں
بہت کم تھی مگر یکایک اکبر کی آمد اور اس خیال سے کہ اب قلعہ کی فوج جسکا محاصرہ کر رکھا
تھا الٹکر حملہ آور ہوگی۔ دشمن کے حواس جاتے رہے اگرچہ خوب لڑے مگر آخر شکست
کھاکر بھاگ نکلے اور دونوں سردار مارے گئے۔ ملک میں امن ہوگیا اور اکبر ملک کا
انتظام کرکے فتحیاب آگرہ کو واپس آیا۔ دوسری بڑی مہم اکبر کی فتح بنگال ہے۔

سنہ ۱۵۶۷ء میں کچھ حصہ بہار کا شیر شاہ ثانی پر فتح پاکر اکبر کے قبضے میں آگیا تھا۔ باقی کل
صوبہ مع مغربی ملکوں کے غیر مفتوحہ تھا۔ ہمایوں کی واپسی سے پہلے ملک بنگال سلطان
عادل شاہ سے بغاوت کرکے اس کے قبضے سے نکل گیا اور اسوقت سے ابتک مختلف
افغان بادشاہوں کے قبضے میں تھا۔ فی زمانہ وہاں سلطان داود جو نہایت کمزور

عیش پرست حکمران تھا۔ اُس کے وزیر نے اُسکو علیحدہ کرکے خود حکومت اختیار کی تھی اس خوفناک وزیر کو کسی تدبیر سے بادشاہ نے قتل کروا دیا تھا جسکی وجہ سے ملک میں ہنگامے اور فساد برپا ہو رہے تھے اس فرصت سے اکبر نے فائدہ اُٹھا کر سلطان داود سے اطاعت اور باجگذاری کا وعدہ لے لیا تھا۔ لیکن جب اُس کے ملک میں امن ہو گیا اور وہ مطمئن ہوا تو ہوائے خودمختاری اُس کے دماغ میں سمائی اور اسنے عہد شکنی کی اکبر کو یہ موقعہ اُسپر فوج کشی کرنیکا بہت اچھا ہاتھ آیا۔ موسم برسات کے شباب میں اکبر آگرہ سے روانہ ہوا معہ فوج و سامان گنگا اور جمنا سے عبور کیا۔ بہار تک پہونچنے میں کوئی اسکا سدراہ نہیں ہوا سلطان داود خان بنگال میں چلا گیا۔

سنہ ۱۵۷۴ء (۹۸۲ھ) میں اکبر اپنے افسروں کو اس ملک کی تسخیر کرنے کیواسطے چھوڑ کر خود آگرہ واپس چلا آیا۔ تسخیر بنگال ایسا آسان کام نہ نکلا جیسا کہ اکبر نے سمجھا تھا۔ اگرچہ شروع میں داود اڑیسہ میں چلا گیا تھا۔ مگر اُسنے دو مرتبہ حملہ کرکے فوج شاہی کو شکست دی لیکن جب آخر میں وہ شکست کھا کر بحر بنگال کے کنارے پر پہونچ گیا تو آپس میں صلح ہونا قرار پایا اور صوبہ اڑیسہ اسکے قبضہ میں چھوڑ دیا گیا۔ اس لڑائی میں راجہ ٹوڈرمل بھی شریک تھا جسنے بڑی دلیری اور شجاعت دکھائی۔ امن ہو جانیکے بعد ٹوڈرمل اور دیگر افسران وہاں ایک معزز افسر کو بطور گورنر متعین کرکے واپس چلے آئے۔ آب و ہوا کی ناموافقت سے یہ گورنر بیمار ہو کر قلعہ گوڑ یا لکھنوتی میں جو قدیمی دارالسلطنت تھا فوت ہوا۔ اس کی جانشینی کے زمانہ میں داود نے پھر بنگال پر حملہ کیا اور فوج شاہی سے سخت لڑائی ہوئی۔ آخرکار داود مارا گیا اور فوج کو شکست ہوئی۔ چند روز کے محاصرہ

کے بعد قلعہ رہتاس جو بہار میں تھا فتح ہوگیا۔ اب بنگال اور بہار اکبر
کی سلطنت میں داخل ہوگئے اور ہندوستان میں افغانوں کی سلطنت کا خاتمہ
ہوگیا۔ اکبر کی لڑائیاں اگرچہ مثل اور ہندوستانی لڑائیوں کے تھیں لیکن
جو لوگ اطاعت کر لیتے تھے۔ اُن کے مراحم خسروانہ کی وجہ سے کوئی اذیت
نہ پہونچتی تھی بلکہ اُس کے سایۂ عاطفت میں بآرام بسر کرتے تھے وہ اس امر کی بہت
احتیاط کرتا تھا کہ فوجوں کی آمد و رفت سے کاشتکاروں کا نقصان نہ ہو۔ اکبر
کی سلطنت رفتہ رفتہ بڑھ کر قندھار سے بحر بنگال تک پہونچ گئی تھی۔ اور تمام
ہندوستان نربدا تک اُسکے زیر فرمان تھا۔ ہندوستان کے تمام صوبوں پر
جن پر سابق میں سلطان علاءالدین حکمران تھا۔ اکبر کے قبضہ میں آنا دو قابل تعجب
امور تھے۔ اوّل یہ قبضہ ہندو راجاؤں کی بخوشی امداد سے ہوا۔ دوسرے یہ
قبضہ دست بدست باقاعدہ انتظام کے ساتھ رہا۔ ہندوستانی سلطنت
میں یہ ایک جدید بات تھی۔ اب تک مقامی حکام اپنی مرضی کے موافق کام کرتے
تھے اور تا وقتیکہ مالگذاری ادا ہوتی رہتی تھی سلطنت کی طرف سے امور
انتظامی وغیرہ میں بہت کم دست اندازی ہوتی تھی۔ اپنے ماتحتوں کا رعایا
پر سختی و ظلم کرنا اگر اُسکو معلوم ہو جاتا تھا تو نہایت سخت بازپرس کرتا تھا اُسکے
چند حملے ایسے تھے جو اُن گورنروں کے سزا دینے کے واسطے کئے تھے جو خیانت
اور خودمختاری کے مرتکب ہوئے تھے۔ زیادہ تر اصلاح اُس کے ہندو ملازم رکھنے
کی وجہ سے ہوئی جو بمقابلہ اُن جاہل اور خودغرض سپاہیوں کے جو مسلمان فاتحوں
میں زیادہ تعداد سے تھے زیادہ بکارآمد و کارگذار تھے۔ کسی مسلمان نے اکبر اور

ملک کی خدمت زیادہ دلسوزی اور سرگرمی یا جس سے زیادہ بہتر فواید پیدا ہوں۔ بمقابلہ بجیسے عامل مال راجہ ٹوڈرمل راجپوت کھتری کے جسکی جوانی میں نہایت قابل منتظم امور سلطنت شیرشاہ کی ماتحتی میں کام کرچکا تھا اسکو زمین اور مالگذاری کے بندوبست کرنیکا بیش بہا تجربہ حاصل تھا اس نے اکبر کے وزیر خزانہ مظفرخاں کو جدید سلطنت کے انتظام کرنے میں بہت مدد دی اور ۱۵۶۶ء میں علی قلی خاں کی بغاوت فرو کرنے میں اُس نے سب سے زیادہ حصہ لیا۔ زمانہ سلطنت مغلیہ میں یہ پہلا اتفاق ہوا کہ ایک ہندو مسلمان دشمن سے جنگ کرنیکے واسطے بھیجا گیا۔ اور یہ امر اسوجہ سے ہوا کہ اکبر کو شبہ تھا کہ مسلمان جنرل اپنے پورانے ساتھی اس باغی سے سازش نہ کرلے اس کے بعد اکبر نے راجہ ٹوڈرمل کو گجرات کے انتظام قواعد مالگذاری پر مامور کیا۔ زاں بعد اسکو پھر فوجی افسری دی گئی اور تسخیر بنگال سپرد ہوئی ۱۵۸۰ء میں اُسنے بنگال فتح کرکے اپنی دلیری اور شجاعت ثابت کی۔ ان کارگذاریوں کے صلہ میں وزارت کے معزز عہدہ پر سرفراز کیا گیا اور ۱۵۸۲ء میں وزیر اعظم صیغہ مال ہوگیا اور اُسنے مشہور اصلاح کی جدید تشخیص لگان جو ٹوڈرمل کا لگان کے نام سے مشہور ہے کیا۔ سلطنت مغلیہ کی کتاب قواعد جسمیں زمین کی حیثیت اور پیمایش اور کس کی ملکیت ہے وغیرہ وغیرہ حالات درج ہوں مرتب کی۔

۱۵۸۹ء میں راجہ ٹوڈرمل نے وفات پائی۔ ابوالفضل نے لکھا ہے کہ وہ حرص و ہوا میں مبتلا ہونے سے اپنے تئیں بچاتا تھا وہ ہمیشہ سلطنت کی خدمت میں معروف

رہا اور شہرت ابدی حاصل کی ہندوستان کے متوسط زمانہ کی تواریخ میں آجتک کسی شخص کا نام اتنا مشہور نہیں ہے جتنا کہ راجہ ٹوڈرمل کا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اکبر کی اصلاح میں کوئی شے اس قانون مالگذاری سے بہتر نہیں ہے جو اس عاقل نے ایجاد کیا۔ جو رعایا کی بہبودی اور آرام و آسائش کا باعث ہو۔ ہمیشہ ہندوستان میں آمدنی کا اصلی منبع زمین کی مالگذاری تھا۔ جیسے کہ اکبر نے جزیہ اور میلوں کا محصول اور ایسے ہی پچاس اور محصول معاف کردیئے تھے تو یکبا مالگذاری میں اضافہ کرکے پوری کی گئی تھی لہذا اسکا بار بہت زیادہ ہوگیا تھا۔ اب یہ تجویز ہوئی کہ زمین پر واجبی محصول تشخیص ہونا چاہیئے۔ جو آمدنی انتظام امور سلطنت کے واسطے کافی ہو اور رعایا پر زیادہ بار نہ ہو۔

فہرست مندرجہ ذیل سے بادشاہان مغلیہ کی مالگذاری میں ترقی کا حال واضح ہوتا ہے۔

اکبر	سنہ ۱۵۹۴ء	۱۸,۶۵۰,۰۰۰ پونڈ
اکبر	سنہ ۱۶۰۵ء	۱۹,۴۳۰,۰۰۰ پونڈ
جہانگیر	سنہ ۱۶۲۸ء	۱۹,۶۸۰,۰۰۰ پونڈ
شاہجہان	سنہ ۱۶۲۸ء	۲۲,۷۵۰,۰۰۰ پونڈ
شاہجہان	سنہ ۱۶۵۵ء	۳۰,۰۰۰,۰۰۰ پونڈ
اورنگزیب عالمگیر	سنہ ۱۶۶۷ء	۲۶,۷۴۰,۰۰۰ پونڈ
اورنگزیب عالمگیر	سنہ ۱۶۹۷ء	۴۳,۵۰۰,۰۰۰ پونڈ

پیمایش کا اندازہ مقرر کرکے زمین کی پیمایش شروع ہوئی - اس سے مدعا یہ تھا کہ (۱) زمین کی صحیح پیمایش -

(۲) صحیح اندازہ پیداوار فی بیگہ - تعین تعداد حصہ سرکار -

(۳) تعین تعداد روپیہ حصہ سرکاری جو کاشتکار کے ذمہ واجب الادا ہوگا

چونکہ زمینوں کی حیثیت مختلف ہوتی تھی اور پیداوار کم و زیادہ ہوتی ہے - زمین کے حسب ذیل درجے قایم کیے گیے -

(۱) جو زمین ہمیشہ زیر کاشت رہتی ہے ہر فصل پھر پورا لگان ادا کریگی -

(۳) جو زمین آفت ارضی و سماوی مثل سیلاب وغیرہ اٹھائیگی یا جو تین سال تک کاشت نہ کیجائے گی اور پھر کاشت کرنے مین بہت صرف اور محنت کرنا پڑیگی - سال اول صرف جزوی حصہ پنجم آمدنی کا دینا ہوگا اور پانچ سال تک تھوڑا تھوڑا روپیہ بڑھتا رہیگا - بعد پانچ برس کے پوری تعداد لگان واجب الادا ہوگی -

(۴) جو زمین پانچ سال تک افتادہ رہے گی اسکی کاشت کرنے مین اس سے بھی زیادہ رعائتین ہونگی جب پیداوار مین سے سرکاری تعداد مال کی مقرر ہو جاتی تھی تو اُسکی قیمت کا تخمینہ کرکے روپیہ کی تعداد مقرر کیجاتی تھی - قیمت کا تخمینہ اسطرح کیا جاتا تھا کہ انیس سال گذشتہ کا نرخنامہ غلہ وسیاہت کا جانچا جاتا تھا اور اُسکا اوسط نکالکر قیمت غلہ مقرر کیجاتی تھی - اور کبھی کبھی حسب نرخ بازار اس مقررہ قیمت مین کمی بھی کیجاتی تھی ہر کاشتکار کو اختیار تھا کہ اگر قیمت مقررہ اُسکو گران معلوم ہو تو

(۲) جو زمین افتادہ رہتی اور پھر کاشت کی جاتی تو پورا لگان واجب الادا ہوگا -

موافق نرخ بازار غلہ ادا کرے۔ غرض ہر طرح کی رعایت کاشتکار کے ساتھ کیجاتی تھی۔ زمین کے تین اقسام تھے

(۱) مزروعہ۔ (۲) غیر مزروعہ (۳) بنجر۔

قسم اول پر لگان تشخیص ہوا جس میں غلہ کی پیداوار ہوتی تھی پیداوار میں سے ایک تہائی سرکار کو ادا کیا جاتا اور دو تہائی کا کاشتکار مالک ہوتا تھا۔ شیر شاہ کی تجویز کردہ مالگذاری میں کچھ اضافہ نہیں کیا گیا اکبر کی دانشمندی اور رعایا پروری کی یہ مشہور بات ہے کہ اس نے ہمیشہ پابندی کے ساتھ اس قاعدہ کو جاری رکھا۔ کاشتکار زمین کا مالک قرار دیا گیا۔ تاکہ اس سے محبت کا پھل پاوے۔ غریب کاشتکار کی مدد روپیہ سے کیجاتی تھی۔ اسکو سہولیت سے ادا کرنے کا موقع دیا جاتا تھا اور یہ بندوبست انیس سالہ تھا۔ بادشاہ نے انتظام کر دیا تھا کہ اگر کاشتکاروں پر سختی یا جبر ہو تو اس کی دادرسی بہت آسانی سے وہ حاصل کر سکے۔ اور جبر یا سختی کرنے والے کو سخت سزا دی جاتی تھی۔ افتادہ زمین کی کاشت کرنے والے کو روپیہ اور تخم سے مدد کیجاتی تھی اور دو برس کا لگان معاف ہوتا تھا۔ افسروں کو اپنے ماتحتوں کے چال چلن کے متعلق سالانہ رپورٹ کرنیکا حکم تھا۔

آفات ارضی و سماوی مثل ژالہ زدگی و سیلاب و خشک سالی کے متعلق فوراً اطلاع دینے کا حکم تھا۔ افسران کو حکم تھا کہ اس امر کی جانچ کریں کہ باقاعدہ کاشتکار کو جو وہ روپیہ ادا کرے رسیدات

دیجاتی ہیں سال میں چار مرتبہ تحصیل وصول کا حکم تھا۔ اُس کے اختتام
پر کچھ بقایا نہیں رہنا چاہیئے۔ فصل ایستادہ کا خیالی اندازہ کرلیا جاتا تھا
اگر ضرورت ہوتی تو غلّہ تُلیا جاتا۔ ہر شخص کی نسبت بہت صحیح مگر مختصر
یادداشت درج کاغذات رہتی تھی کہ اس کے پاس کسقدر زمین ہے
اور کتنا روپیہ اُسکے ذمہ واجب الادا ہے۔ راجہ ٹوڈرمل نے ایک خاص
قاعدہ مقرر کیا تھا کہ کل حساب کتاب سلطنت کے فارسی میں تحریر
ہونا چاہئیں۔ بجائے ہندی کے جیساکہ سابق میں دستور تھا۔
اس قاعدے کے جاری کرنے سے اُسنے اپنے ہمقوموں کو اُن کے
فرمانروا کی زبان سیکھنے پر مجبور کردیا جسطرح کہ فی زمانہ کل دفتروں
میں زبان انگریزی رائج ہے۔ لہٰذا زبان فارسی کا پڑھنا ضروری ہوگیا۔
راجہ ٹوڈرمل کا حکم اور شہنشاہ اکبر کے فیاضانہ تدبیر کہ ہندو صاحبان سبقت
کی کوشش کرکے اعزاز حاصل کریں۔ راجہ مان سنگھ کو سب سے پہلے ہفت
ہزاری منصب پر سرفرازی ہوئی۔ دو باتیں پیدا ہوئیں اوّل قبل اختتام اٹھارویں
صدی کے اہل ہنود علم فارسی میں مسلمانوں کے استاد بن گئے۔ دوم بالائے
حصۂ ہندوستان میں زبان اُردو ایجاد ہوگئی جسکی ایجاد بغیر اہل ہنود کے درمیانی
وسیلہ ہونے کے نہ ہوسکتی تھی۔ خواہ راجہ ٹوڈرمل کے حکم کا نتیجہ تھا یا اکبر
کی پالیسی تھی جسکو بخوشی یا باکراہ اُس کے جانشینوں نے جاری رکھکر
اسکی پیروی کی۔ ایک امر قابل لحاظ ہے۔ اکبر کے زمانہ سے پہلے قاعدہ
تھا کہ اہل ہنود فارسی نہیں پڑھتے تھے اور اس وجہ سے اپنے مسلمان فرمانروا

سے ملکی سیاست کی رُو سے بہت کم رتبہ تھے۔ اکبر نے کل سلطنت کو
پندرہ صوبوں پر تقسیم کیا تھا ہر صوبے کا حکمران ایک ولیرائے۔
(سپہ سالار) تھا۔ جسکو ہر طرح کے اختیارات مالی و فوجی بمنظوری
شہنشاہ کے حاصل تھے۔ کل حاکمان مال اور افسران فوج جو فوجدار
کہلاتے تھے اس کے ماتحت تھے اور صوبہ کی فوجیں اُس کے زیر حکم تھیں جو
انتظام مُلک کیواسطے مامور تھیں

معاملات و مقدمات کا فیصلہ کرنیکے واسطے دو شخص مقرر تھے ایک میر
عادل دوسرا قاضی۔ بڑے شہروں میں ایک کوتوال رہتا تھا کُل پولس اُس
کی ماتحت ہوتی تھی۔ گورنران کو ہدایت تھی کہ بلا منظوری بادشاہ کے کسی
شخص کو پابزنجیر نہ کرے۔ نہ کوڑے لگوائے۔ نہ سزائے موت دے۔ مگر
سخت بغاوت کے معاملہ میں سزا دینے کا اختیار تھا۔ سزائے موت دینے
کے بعد نعش کو ذلیل و خوار کرنے کی اجازت نہ تھی۔ فوج کا انتظام کرنے میں اکبر کو
بہت دقّت پیش آئی۔ بمشکل تمام لوگوں سے قواعد کی پابندی کرائی گئی۔
سابق میں دستور تھا کہ سپاہیوں کو تنخواہ کے عیوض میں یا تو زمین دیجاتی تھی یا
کسی زمین کے لگان کی آمدنی اسکو بتادیجاتی تھی۔ جب سپاہی جائزے
کے واسطے جمع ہوتے تھے تو بڑی دھوکہ بازی ہوتی تھی۔ بعض لوگ کرایہ کے
گھوڑے لے آتے تھے اور ملاحظہ کرادیتے تھے اور بعض منصب دار جائزے
کیوقت اپنے ملازموں کو یا مزدوروں کو کچھ اجرت دیکر کرایہ کے گھوڑوں پر
سوار کرکے پوری تعداد دکھا دیتے تھے۔ اس بے انتظامی کے دور کرنے کے

واسطے اکبر نے یہ تدبیر کی کہ ہر شخص کا حلیہ درج رجسٹر کیا گیا اور گھوڑے پر داغ کا نشان لگایا گیا۔ اور ملازموں کی تنخواہ خزانہ سے نقد دینے کا حکم دیا۔ اونٹ اور بیل اور گاڑیاں جو باربرداری کے کام میں آتی تھیں اس کا بھی جائزہ لیا جاتا تھا۔ اور معقول اجرت دیجاتی تھی۔ اکبر کے شروع زمانہ سلطنت میں شیر شاہ ثانی جو آخر بادشاہ عادلی کا بیٹا تھا۔ بہت فوج لیکر جونپور پر حملہ آور ہوا تھا۔ لیکن خان زماں نے جو اکبر کا ایک بڑا سردار تھا اسکو شکست فاش دی تھی۔ مگر اکبر کو کمسن اور ضعیف و کمزور سمجھکر نخوت و غرور اس کے دماغ میں سمایا اور اس لڑائی کا مال غنیمت بادشاہ کی خدمت میں نہ بھیجا۔ اس حرکت سے اسکی طبیعت کی آزادی و خود مختاری پائی گئی۔ اکبر نہایت تیزی سے یکایک جونپور آپہونچا۔ اس کے اسطرح آجانے سے خان زماں کے دل پر اسکا رعب طاری ہوگیا اور اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کرکے کل مال غنیمت اکبر کی نذر کیا اور بہت کچھ عذر و معذرت کی۔ ایسا ہی ایک دوسرا واقعہ مالوے میں پیش آیا۔ ملک مالوہ شاہان افغان کے ایک گورنر باز بہادر کے زیر حکومت تھا۔ سابق میں بیرم خاں نے اس ملک پر فوج کشی کی تھی مگر کامیابی نہ ہوئی تھی۔ اب اکبر نے مالوے کی تسخیر کا مصمم ارادہ کیا اور ادہم خاں کو اسکی فتح پر مامور کیا۔ ادہم خان نے باز بہادر کو شکست دیکر ملک سے خارج کردیا اور اپنا قبضہ کرلیا مگر خان زماں کیطرح اسکی طبیعت میں بھی آزادی اور خودمختاری کی ہوس پیدا ہوئی اور مال غنیمت بادشاہ کیخدمت

میں نہ بھیجا۔ اکبر نے قبل اس سے کہ اُس کی جانب سے ظاہری طور پر آثار بغاوت آشکارا ہوں۔ نہایت عجلت سے روانہ ہوکر وہاں جا پہونچا۔

بادشاہ کے یکایک پہونچ جانے سے ادہم خاں کے ہوش جاتے رہے اور فوراً حاضر ہوکر بادشاہ کا قدم بوس بجا لایا اور کل مال غنیمت پیش کیا اور اپنی غفلت کا عذر خواہ ہوا۔ بادشاہ نے بہت خوشی سے اُسکی خطا معاف کردی۔ لیکن وہاں کی گورنری سے علیحدہ کردیا اور بجائے اُس کے اپنے استاد پیر محمد خاں کو وہاں کا گورنر مقرر کیا۔ لیکن یہ بیچارے ملاّ گورنری کرنا کیا جانیں۔

اکبر کے واپس جانے پر باز بہادر نے حملہ کیا اور ایک لڑائی میں شکست دی پیر محمد خاں شکست کھاکر ایسے بدحواس بھاگے کہ دریائے نربدا میں غرق ہوکر عالم بالا کو رخصت ہوئے۔ اور باز بہادر نے ملک پر قبضہ کرلیا اکبر نے یہ خبر سنکر عبداللہ خاں اُزبک کو اُس کے مقابلہ کے واسطے بھیجا عبداللہ خاں نے باز بہادر کو شکست دیکر بھگا دیا۔ باز بہادر نے اکبر سے اپنے گناہوں کی معافی مانگی۔ اکبر نے اپنے اصول رحمدلی کے موافق اُس کو معاف کردیا اور اپنے سرداروں میں داخل کرلیا۔

عبداللہ خاں اُزبک کو ابھی ڈیڑھ برس بھی مالوے کی حکومت پر نہ گزرا تھا کہ اُس کے دل میں وسواس شیطانی پیدا ہوئے اور خودمختاری کا خیال طبیعت میں پیدا ہوگیا۔

اکبر نے اُس کی تنبیہ و سرزنش کیواسطے فوج بھیجی۔ وہ بمقابلہ پیش آیا

مگر آخر کار شکست کھا کر بھاگنا پڑا اُنہوں نے آخر کار گجرات پہونچکر وہاں کے بادشاہ کے پاس پناہ گزیں ہوا*۔ عبداللہ خاں کی بغاوت کیوجہ سے تمام قوم اُزبک سے ناخوش ہو گیا ہوگا۔ چنانچہ ان لوگوں نے علم بغاوت بلند کیا اور خان زماں اور ایک دوسرا بڑا سردار آصف خان اُن سے شامل ہو گئے آصف خاں کی بغاوت کا یہ سبب ہوا کہ اُس نے بحکم شاہی حال میں ریاست گڈھ کو جو نبد ہیل کھنڈ میں واقع تھی نہایت کوشش سے فتح کیا تھا۔

اس ریاست پر ایک رانی حکمراں تھی جب لڑائی میں اس کو شکست ہوئی تو وہ بہت زخمی تھی۔ اُس نے اپنی آبرو بچانے کی غرض سے خودکشی کی تھی۔ اُس کے خزانہ میں زر و جواہر بہت کثرت سے تھے۔ جو سب آصف خاں کے قبضہ میں آیا۔ آصف خاں نے طمع نفسانی کی وجہ سے زیادہ حصہ اس خزانہ کا پوشیدہ کر لیا تھا۔ جسوقت اُس کی خبر بادشاہ کو ہوئی تو بادشاہ نہایت ناخوش ہوا۔

شرمندگی یا ناعاقبت اندیشی سے آصف خاں باغی ہو گیا اور اُزبکوں کے شریک ہو گیا۔ ان مفسدوں کا فساد رفع کرنے میں دو برس تک اکبر مشغول رہا۔ اس عرصہ میں چند مرتبہ یہ لوگ مغلوب ہوئے اور اطاعت کی۔ بعد چندے پھر فساد برپا کر دیا۔ مگر پھر مغلوب ہوئے۔

اکبر نے نہایت مستعدی اور سرگرمی سے ان مفسدوں کو نیست و نابود کیا۔ اس اثناء میں اس کے بھائی حکیم نے پنجاب پر حملہ کیا اکبر کے چند مہینے اُسکو شکست دیکر بھگانے میں صرف ہوئے جب

* یہ تمام افسران فوج شاہی جو اُزبک تھے اُنکو خیال ہوا کہ بادشاہ ہ

اس مہم سے فارغ ہوکر واپس آیا۔ تو معلوم ہوا کہ باغیوں نے موقع پاکر اودھ اور الہ آباد کے بعض حصوں پر قبضہ کرلیا ہے۔ اکبر بلا توقف اُن کے مقابلے کو روانہ ہوا۔ اگرچہ موسم برسات کا شباب تھا مگر اکبر نہایت مستعدی سے اُن کے سر پر جا پہونچا۔ بادشاہ کے خوف سے وہ لوگ گنگا پار اُتر گئے اور مطمئن ہوگئے کہ دریا کی طغیانی اور بارش کی وجہ سے بادشاہ اسطرف نہ آئیگا۔

لیکن اکبر نے ذرا بھی اِن باتوں کی پرواہ نہ کی اور دو ہزار آدمی لیکر راتوں رات گھوڑے اور آدمی اور ہاتھی پیرکر یا جسطرح ممکن ہوا دریا سے عبور کرگیا۔ رات کو ایک جگہہ پوشیدہ رہا۔ صبح ہوتے ہی دشمن پر حملہ کیا۔ وہ لوگ بالکل بے خبر تھے۔ یکایک اس طرح اکبر کے حملہ کرنے سے بدحواس ہوگئے اور باوجودیکہ انکی تعداد بہت زیادہ تھی شکست کھاکر بھاگے۔ خان زماں مارا گیا اور دوسرا سردار گرفتار ہوا۔ اکبر مظفر و منصور دارالخلافت کو واپس آیا۔

انکی بغاوت سے پہلے ۱۵۶۱ع ۹۶۹ھ میں عبدالمعالی اور شرف الدین اکبر کے دو سرداروں نے ناگور میں بغاوت کی تھی آخرکار فوج شاہی سے شکست کھاکر کابل کو بھاگ گئے تھے۔ چند وجوہات سے وہاں ان کا خیر مقدم کیا گیا۔ شاہزادہ حکیم کی والدہ وہاں حکمراں تھی جو نہایت قابلیت سے سلطنت کا کام کرتی تھی۔ عبدالمعالی کو اُس نے اپنا وزیر بنایا شروع میں اُس نے نہایت وفاداری سے کام کیا۔ لیکن بعد چند روز

کے جب اسکو قوت بہم پہونچ گئی تو طمع نفسانی سے نمک حرام ہو گیا اور ملکہ کو قتل کرا کر خود بادشاہ بن بیٹھا۔ مرزا حکیم نے سلیمان والئے بدخشان سے جو اسکا عزیز تھا مدد لیکر ۱۵۶۳ء میں عبدالمعالی سے جنگ کی۔ لڑائی میں عبدالمعالی مارا گیا اور لشکر کو شکست ہوئی۔ اور مرزا حکیم کا کابل کی سلطنت پر قبضہ ہو گیا۔ بعد ازاں مرزا حکیم کی سلیمان سے بھی نا اتفاقی ہو گئی مرزا حکیم نے اکبر سے امداد کی خواستگاری کی۔ باوجودیکہ اکبر اسوقت ازبکوں کی بغاوت فرو کرنے میں مصروف تھا مگر حسب درخواست مرزا حکیم کے اسکی مدد کیواسطے کچھ فوج بھیجی جس کے ذریعہ سے مرزا حکیم کامیاب ہوا۔ بدبخت مرزا حکیم نے اکبر کی اس سرپرستی اور احسان کا یہ معاوضہ کیا کہ اکبر کو بغاوتوں کے فرو کرنے میں مشغول دیکھکر صوبہ پنجاب پر قبضہ کر لیا لیکن نہایت مستعدی سے اکبر حملہ آور ہوا۔

مرزا حکیم اکبر کے خوف سے جنگ کئے بھاگ گیا۔ لیکن اکبر نے تعاقب کیا اور اسکو کابل سے بھی خارج کر کے اپنا قبضہ کر لیا اور یہ ملک عرصہ تک بلا کسی فتنہ و فساد کے اکبر کے تحت حکومت میں رہا۔

شرف الدین کی بغاوت کے زمانہ میں ایک حادثہ اکبر کو پیش آیا۔ ایک روز اکبر ایک مزار پر زیارت کیواسطے جا رہا تھا کہ اثنار راہ میں ایک شخص نے اس کے تیر مارا۔ یہ تیر اکبر کے بازو میں ترازو ہو گیا اور وہ اچھا گہرا زخم کیا۔ لیکن اکبر نے نہایت استقلال سے اس تیر کو اپنے بازو سے نکالا جس شخص نے تیر مارا تھا۔ فوراً گرفتار کر کے بادشاہ کے روبرو لایا گیا

بادشاہ نے نہایت ملائمیت سے اُس شخص سے دریافت کیا
کہ تجھکو ہم سے کیا تکلیف پہونچی ہے جو تو نے ہمارے قتل کا ارادہ کیا
اور اپنی جان خطرہ میں ڈالی۔ اُس نے عرض کی کہ جہاں پناہ مجھکو حضور
سے نہ کچھہ ذاتی رنج ہے نہ کوئی تکلیف پہونچی ہے مگر میں ایک شخص کا غلام
ہوں اُس کے اوپر میں نے اپنی جان نثار کرنیکا ارادہ کرلیا تھا
لہذا ایسے سخت جرم کا مرتکب ہوا۔ میں خوب جانتا تھا کہ کامیابی اور ناکامیابی
دونوں حالتوں میں میری جان ضایع ہوگی۔ مگر اپنے آقا کی عدول حکمی کرنا
میرے دل نے گوارا نہ کیا۔ بادشاہ نے اُسکی جرأت اور وفاداری کی اپنے
دل میں بہت قدر کی۔ اُس سے دریافت کیا کہ تو کس قوم کا آدمی ہے اور
کس قیمت کو تیرے آقا نے تجھکو خرید کیا ہے۔ اُسنے جواب دیا کہ سَو
روپیہ کو میرے آقا نے مجھکو خرید کیا ہے اور قوم کا راجپوت ہندو تھا۔ اب
مسلمان ہوگیا ہوں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اگر ہم تیری جان بخشی کریں اور سَو
روپیہ تجھکو دیدیں تاکہ تو اپنی قیمت مالک کو دیکر آزاد ہو جائے تو تو
ہماری ملازمت خوشی سے اختیار کریگا۔ یہ سنکر وہ قوی ہیکل جوان زار زار
رونے لگا۔ اور بادشاہ کے قدموں پر گرا اور کہنے لگا کہ جہاں پناہ میں اس
رحم کے قابل نہیں ہوں بلکہ واجب القتل ہوں آپ بڑے نیک اور رحمدل
بادشاہ ہیں اگر مجھہ گنہگار کی آپ جان بخشی فرمائیں گے اور غلامی سے آزاد
ہونگا تو آپکی خدمت میں حاضر رہوں گا اور جاں نثاری میں دریغ نہ کروں گا
بادشاہ نے اُسکی جان بخشی فرمائی اور رہا کردیا اور سَو روپیہ اُسکو دیکر رخصت کیا

ہر چند امرا نے اصرار کیا کہ اوّل تو اس شخص کو قتل کرانا واجب ہے۔ دوم
اس سے یہ تو دریافت کر لیا جاتا کہ کسکا غلام ہے۔ اور اس حرکت بیجا
کا کس نے حکم دیا تھا تاکہ باغیوں اور نمک حراموں کا حال معلوم ہو جائے
بادشاہ نے منظور نہ کیا اور فرمایا کہ ہم اس امر کا انکشاف ہونا خلاف
مصلحت کے سمجھتے ہیں۔ علاوہ بریں اس شخص کے انداز سے معلوم ہوتا ہی
کہ اگر اسکی جان بھی ضایع ہو جائیگی تو بھی اپنے مالک کا نام ظاہر نہ کریگا۔ یہ شخص
نہایت شریف قوم کا ہے ہمکو امید ہے کہ آئندہ ہمارے ساتھ نہایت وفاداری
کریگا۔ ایسے شریف اور دلیر آدمی کا قتل کرانا ہمارا دل گوارا نہیں کرتا۔ دوسرے
روز وہ شخص بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوا اور عرض کیا کہ جہاں پناہ
میرے مالک نے مجھکو آزاد کر دیا اور روپیہ بھی نہیں لیا۔ یہ روپیہ حاضر ہے
میں آج سے حضور کا جان نثار غلام ہوں۔ بادشاہ نے خوش ہو کر فرمایا کہ
تو ہمارا غلام نہیں ہے آئندہ بطور ملازم کے ہمارے پاس رہیگا اور تنخواہ پائے
گا یہ روپیہ ہم نے تجھکو معاف کیا۔ مبارک خاں اسکا نام تھا۔ بادشاہ کا
آداب بجالایا اور خدمت شاہی میں مصروف ہوا۔ کئی موقعوں پر مبارک خاں
نے اپنے تئیں خطرہ میں ڈالکر بادشاہ کی جان بچائی۔ آخر کار ایک موقع پر بادشاہ
کے اوپر اپنی جان قربان کر کے اپنی شرافت دکھائی اور اپنے گذشتہ گناہ کا
معاوضہ کر دیا۔ خواجہ معظم اکبر بادشاہ کی والدہ کا رشتہ دار تھا۔ چونکہ نہایت
مغلوب الغضب تھا اپنی بیوی کیساتھ نہایت سخت برتاؤ کیا کرتا تھا۔ اسکے
عزیزوں نے عاجز آکر بادشاہ سے شکایت کی۔ اکبر وزا کبر شکار کیو اسطے

جاتا تھا دہلی کے قریب جب اس کے مکان کے قریب سے گذرا تو ٹھہر کر سواری سے اترا اور اس کے مکان میں داخل ہونیکا قصد کیا - بدبخت معظم بادشاہ کا ارادہ پہچان گیا اور قبل اس کے کہ بادشاہ مکان میں داخل ہو اندر جاکر اپنی بیوی کو قتل کردیا اور تلوار خون آلودہ کھڑکی سے باہر پھینک دی استے میں اکبر مکان کے اندر پہونچ گیا - معظم اجل رسیدہ نے ایک غلام کو شمشیر برہنہ دیکر اکبر بادشاہ کے قتل کرنیکے واسطے ایک جگہہ پوشیدہ کر رکھا تھا - بادشاہ جب ایک کمرہ میں پہونچا تو یکایک اس غلام نے سامنے آکر تلوار کا وار شہنشاہ پر کیا - مبارک خاں شہنشاہ کے پیچھے موجود تھا - اس نے اس غلام نافرجام کا وار کرنا دیکھ لیا اور مثل برق تڑپ کر بادشاہ کے سامنے آگیا اور اس ضرب کو اپنے سر پر لیا اگرچہ شدید زخم آیا مگر اس غلام ناکام کے ہاتھ سے تلوار چھین کر ایک ضرب میں اس کے دو ٹکڑے کردئیے لیکن ضعف سے غش کھاکر گر پڑا بادشاہ نہایت غضبناک ہوا اور معظم کو گرفتار کراکر حکم دیا کہ جمنا میں غرق کردیا جائے اور مبارک خاں کو بدست خود اٹھایا اور اس کی علاج کا حکم دیا معظم جسوقت دریا میں غرق کرایا گیا تو غوطہ کھاکر نکلا اور تیرنے لگا تو بادشاہ کو رحم آگیا اور اسکو دریا سے نکلوالیا - اور گوالیار کے قلعہ میں قید کردیا چند روز کے بعد معظم مجنوں ہوگیا اور مرگیا بادشاہ نے مبارک خاں کا علاج خاص توجہ سے کرایا لیب صحت اسپر بہت مہربانی فرمائی اور خلعت و انعام عطا فرمایا یہ پہلا موقع

مبارک خاں کی وفاداری کا تھا۔ اکبر کی بہادری وشجاعت کا ایک واقعہ
اس طرح ہے کہ سورت کے قریب کچھ سرداروں نے بغاوت کی تھی
اور بہت فوج ولشکر اُن کے پاس تھا۔ اکبر کو جب اس بغاوت
کی خبر پہونچی تو نہایت عجلت سے شہر سورت پہونچا۔ ایسی تیزی
سے روانہ ہوا کہ صرف چالیس آدمی اس کے ساتھ پہونچ سکے۔ مہندری
دریا کو تیر کر عبور کیا۔ اس عرصہ میں ساٹھ آدمی لشکر شاہی کے اور آپہونچے
اور بادشاہ کے شریک ہو گئے۔ دریا سے عبور کرکے ایک قصبہ پر حملہ
کیا جس میں دشمنوں کی موجودگی کی خبر تھی اور قصبہ سے گزر کر ایک میدان میں
پہونچا تو دیکھا کہ دشمن کی بڑی فوج وہاں موجود ہے۔ اکبر کے ہمراہ صرف
سو آدمی تھے۔ اس طرف قریب ہزار سے زیادہ آدمی تھے۔ اکبر نے
نہایت دلیری سے دشمن پر حملہ کیا لیکن ایک خاردار جنگل میں چاروں
طرف سے دشمن نے گھیر لیا۔ ایک موقع پر اکبر کے ساتھ صرف
دو آدمی تھے ایک راجا بھگوانداس اور دوسرا مبارک خاں۔ یکایک
دشمن کے تین زبردست سوار دوڑے اکبر اور اس کے ساتھیوں
پر حملہ کیا۔ راجہ بھگوانداس تیر سے زخمی ہو کر گھوڑے سے گرا اور اُن تینوں
سواروں نے اکبر پر حملہ کیا۔ مبارک خاں بادشاہ کے سامنے آگیا
اور نہایت بہادری سے ایک سوار کو قتل کیا۔ باقی دو نے اکبر پر حملہ کیا
اکبر نے ایک سوار کو بضرب شمشیر ہلاک کیا دوسرا سوار اکبر پر تلوار
کا وار پیچھے سے کرنا چاہتا تھا کہ مبارک خاں نے نیزہ

مار کر اسکو بھی ہلاک کیا۔ لیکن خود بھی بہت زخمی ہو گیا۔ اس اثنا میں بادشاہ
کی فوج آگئی اور سخت لڑائی ہوئی۔ تمام فوج دشمن ماری گئی اور اکبر مظفر و منصور
واپس آیا۔ مبارک خاں پر بہت مہربانی فرمائی اور خلعت و جاگیر عطا
فرمائی اور امرا میں داخل کیا۔

سلطان محمود کیطرح اکبر کی عادت تھی کہ وقت شب تبدیل لباس کر کے شہر میں
گشت لگاتا تھا اور رعایا کا حال دریافت کرتا تھا۔ اتفاقاً ایکروز شہر سے
باہر نکلا دروازہ شہر کے قریب ایکدرخت کے سایہ میں چار آدمی دیکھے کہ باتیں
کر رہے ہیں چونکہ تاریکی تھی اکبر اُن کے قریب پہونچ گیا اور سلام علیک
کی انھوں نے دریافت کیا کہ تم کون ہو اکبر انکی طرز و وضع سے سمجھ گیا
کہ یہ لوگ چور ہیں چنانچہ انکو جواب دیا کہ بھائیو میں چور ہوں اسوقت شہر سے
باہر اس غرض سے آیا تھا کہ کوئی ساتھی ملجائے تو کچھ پیٹ کا دھندا کریں
انھوں نے کہا کہ بھائی ہم بھی چور ہیں۔ یہاں اس لئے آئے ہیں چونکہ ناواقف
ہیں اس فکر میں تھے کہ کوئی رہنما ملجائے تو شہر میں چلیں۔ مگر بھائی ایک
شرط سے ہم تمکو اپنا ساتھی بنا سکتے ہیں۔ وہ یہ کہ تم میں کوئی خاص ہنر ہو
جیسا کہ ہم میں ہے شہنشاہ نے دریافت کیا کہ صاحبو تم اپنے اپنے ہنر
بیان کرو تب میں بھی اپنا کمال بتاؤنگا۔ ایک شخص ان میں سے گویا ہوا کہ
میں جانوروں کی بولی سمجھتا ہوں۔ دوسرے نے کہا کہ میں جس شخص کو ایک
دفعہ دیکھ لوں پھر کبھی نہ بھولوں گا۔ ہر حالت میں پہچان لونگا۔ تیسرے نے
کہا کہ جہاں کہیں دولت یا خزانہ ہو میں بتا دیتا ہوں۔ چوتھے نے کہا کہ میں جس

تعمیر میں خواہ وہ کیسی ہی سنگین ہو ٹھوکر ماروں وہاں نقب ہو جاتا ہے۔
شہنشاہ اکبر نے کہا کہ صاحبو مجھ میں یہ ہنر ہے کہ اگر خدانخواستہ ہم سب لوگ
گرفتار ہو جائیں اور بادشاہ قتل کا حکم دے تو میں ذرا سر ہلا دوں تو سب لوگ
معاف کر دیئے جائیں۔ سب نے کہا کہ بھائی تمھارا ہنر ہم سب سے بہتر ہے
ازاں بعد پانچوں شہر میں داخل ہوئے۔

ایک نہایت قوی ہیکل زبردست جوان تھا جسکو دیکھکر چاروں چور
بہت خوش ہوئے کہ اچھا ساتھی ملا۔ شہر میں داخل ہوتے ہی ایک طرف سے
کتا بولا۔ جو شخص جانوروں کی بولی سمجھتا تھا۔ اُس نے اپنے ہمراہیوں سے
کہا کہ یارو ٹھہرو۔ یہ کتا کہتا ہے کہ ہم پانچوں میں ایک شہنشاہ ہے۔ یہ سنکر
وہ سب بہت ہی اندیشہ ناک ہو گئے۔ مگر اکبر نے یہ سنکر کہا کہ بھلا اس
وقت شہنشاہ کا کیا کام ہے۔ یہ امر غیر ممکن ہے۔ وہ اس وقت اپنے
محل میں آرام کرتا ہوگا۔ جانور کی بات قابل اعتبار نہیں ہے یا شاید
کتے کا یہ مطلب ہو کہ شہنشاہ شہر میں موجود ہے۔ بہرحال کچھ اندیشہ
نہیں ہے۔ یہ سنکر چاروں چوروں کی تسلی ہوئی اور آگے بڑھے اکبر
نے کہا کہ یارو بادشاہ کے خزانے میں لاکھوں کروڑوں روپیہ کے جواہر
موجود ہیں انہیں دستبرد کرو اور جگہ وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ ہے
اس بات پر سب رضامند ہو گئے اور محل شاہی کی طرف روانہ ہوئے
جب قریب پہنچے تو ایک درخت پر سے اُلو کی خوفناک آواز آئی۔
جانوروں کی بولی سمجھنے والے چور نے کہا کہ یارو یہ اُلو کہتا ہے کہ اے اجل رسیدو

کیا تمہاری قضا آئی ہے جو اسوقت یہاں چوری کرنے کے ارادہ پر آئے ہو تم
نہیں جانتے کہ تمہارے ساتھ شہنشاہ ہے یہ سنکر سب کے ہوش
پراں ہوئے اور پس وپیش کرنے لگے۔ پھر اکبر نے تشفی و دلاسا دیکر
اُن کے دلوں سے فکر دور کیا۔ آخر ایک مکان کے پاس پہونچکر ایک چور نے
کہا کہ یارو خزانہ شاہی اس کے اندر ہے۔ دو شخصوں نے فوراً ٹھوکر ماری اور
نقب ہوگیا۔ اکبر یہ حال دیکھکر حیراں و نگراں رہ گیا۔ آخر ان چاروں سے کہا
کہ تم اندر جاکر جواہرات لاؤ میں یہاں نقب کے دروازے پر موجود ہوں
اگر پہرہ دار آیا تو تمکو خبردار کردونگا۔ اور اگر ضرورت ہوئی تو چار پانچ آدمیوں
کے مقابلے کو میں تنہا کافی ہوں تم اطمینان سے کام کرو۔ یہ سنکر چاروں
چور بہ اطمینان تمام نقب میں داخل ہوئے۔ ناگاہ ایک بڑی چمگادڑ وہاں
سے اڑی اور چلا کر آواز دی۔ جانوروں کی بولی سمجھنے والے نے کہا کہ یارو
یہ چمگادڑ کہتی ہے کہ تم چاروں موت کے منہ میں داخل ہو گئے مگر انھوں نے
کچھ پرواہ نہ کی اور خزانہ میں داخل ہوئے اکبر نہایت تیزی سے
روانہ ہوکر کوتوال شہر کے پاس پہونچا اور کہا کہ کیا بیخبر سوتے ہو شہنشاہ
کے خزانہ میں چوروں نے نقب لگایا ہے اور اسوقت چوری کر رہے ہیں
یہ سنکر کوتوال کچھ سپاہی اپنے ہمراہ لیکر اس موقع پر پہونچا اور گھات میں
بیٹھ رہا۔ اکبر وہاں سے موقع پاکر چلدیا۔ جب چاروں چور نقب سے
نکلے تو مع مال مسروقہ گرفتار ہوگئے۔ صبح کو شہنشاہ کے روبرو
پیش ہوئے۔ بعد تحقیقات واقعہ اکبر نے چاروں کو قتل کا حکم دیا۔

جلّاد انکو لیکر چلا کہ قتل کرے وہ چور جس میں یہ ہنر تھا کہ جسکو ایکدفعہ دیکھے کبھی نہ بھولے۔ اپنے ہمراہیوں سے کہنے لگا کہ یارو یہ شہنشاہ جو تخت پر بیٹھا تھا وہ شخص ہے جو رات کو ہمارے ساتھ تھا۔ جانوروں کی بولی سمجھنے والے نے کہا کہ میں نے ہر چند تم سے کہا کہ کتّا۔ اُلّو اور چمگادڑ ہمارے ساتھ شہنشاہ کا ہونا بیان کرتے تھے مگر تم نے نہ مانا۔ آخر ان چوروں نے جلّاد سے کہا کہ قاعدہ ہے کہ جب کسیکو قتل کرتے ہیں تو سوائے رہائی کے اسکی جو تمنّا ہوتی ہے پوری کی جاتی ہے ہماری یہ آرزو ہے کہ ایک دفعہ شہنشاہ کی پھر زیارت کر لیں۔ انکی یہ درخواست شہنشاہ سے عرض کی گئی شہنشاہ نے اجازت دی۔ جب وہ چاروں چور شہنشاہ کے روبرو حاضر ہوئے تو ایک نے ان میں سے دست بستہ عرض کیا۔ شعر

سلطاں نے ہمارے دیکھے کرتب ؛ اب اپنا ہنر دکھائیں گے کب

یہ سنکر شہنشاہ مسکرایا اور سر ہلایا یعنی انکی جان بخشی کیگئی فوراً جلّاد نے قید سے آزاد کیا چاروں بادشاہ کے قدموں میں گر پڑے شہنشاہ نے اُن سے آئندہ افعال قبیحہ کرنے سے توبہ کرائی اور کچھ جائیداد انکو عطا فرمائی جس سے بخوبی ان کی بسر اوقات ہو سکے جب لوگوں نے یہ واقعہ سنا تو متعجب ہوئے اور بادشاہ کو دعائیں دینے لگے۔

ایکروز شہنشاہ اکبر شکار کو گیا گرمی کا موسم تھا۔

میں شہنشاہ اپنے ہمراہیوں سے علیحدہ ہوگیا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ حرارت
آفتاب بہت سخت تھی شدت تشنگی سے شہنشاہ بہت بیقرار
تھا۔ گھوڑے سے اُتر کر ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گیا ناگاہ
ایک نوجوان خوبصورت لڑکی اُس کی نظر پڑی کہ اپنے سر پر ایک
چھوٹی سی ٹوکری جس میں ایک پیتل کی لوٹیا تھی۔ رکھے ہوئے جا
رہی ہے شہنشاہ نے نہایت بیتابی سے اُسکو پکارا۔ جب وہ
قریب آئی تو دریافت کیا کہ تیرے پاس پانی ہے۔ اُس نے
جواب دیا کہ موجود ہے۔ میں اپنے باپ کے واسطے کھیت پر روٹی
اور پانی لئے جاتی ہوں۔ شہنشاہ نے کہا کہ تو کس قوم کی ہے
اُس نے جواب دیا کہ ہم لوگ جاٹ ہیں شہنشاہ نے کہا کہ میں بہت
پیاسا ہوں تیرا بہت احسانمند ہوں گا۔ یہ پانی مجھکو دے جو
قیمت مانگے گی وہ میں تجھکو دوں گا۔ اُسنے کہا کہ تو کیا قیمت مجھے
کو دیگا۔ اکبر نے کہا کہ جو تو مانگے گی وہ دونگا۔ اُس خوش مزاج سنگدل
لڑکی نے ہنسکر کہا کہ میں تو اس پانی کے بدلے دہلی کی سلطنت مانگتی ہوں
اگر تو دیسکتا ہے تو دے۔ اکبر نے کہا کہ میں تجھکو دہلی کی سلطنت ہی
دونگا۔ مجھکو جلد پانی دے پیاس کی شدت سے میرا بہت برا حال
ہو رہا ہے۔ اُس لڑکی نے تھوڑا پانی کٹورے میں کر دیا جو شہنشاہ
نے پی لیا مگر تسکین نہ ہوئی اور مانگا۔ اُس نے کہا کہ تھوڑا تھوڑا
پیئو ورنہ نقصان ہوگا۔ شہنشاہ نے صبر کیا۔ آخر اُس نے پھر تھوڑا پانی

دیا۔ جب شہنشاہ کی تسکین ہوئی تو بھوک معلوم ہوئی اور اُس سے روٹی
کی خواہش کی اُس سنگدل لڑکی نے وہ ٹوکری سامنے رکھدی کہ جسقدر
تمہارا جی چاہیے کھاؤ میں اپنے باپ کیواسطے اور روٹی اور پانی لیجاؤنگی
شہنشاہ نے وہ روٹیاں کھائیں تو بہت مزے کی معلوم ہوئیں اور
بہت خوش ہوا حالانکہ وہ روٹیاں بیجھڑ کی تھیں جو شہنشاہ نے کبھی نہ کھائی
تھی۔ مگر اسوقت بھوک میں ہزار نعمتوں سے بہتر معلوم ہوئیں۔ اُس لڑکی سے
دریافت کیا کہ تیرے باپ کا کیا نام ہے اور کس گاؤں میں رہتی ہے
اُس نے کہا کہ میرے باپ کا نام چودھری رام سنگھ ہے اور ہم موضع بالم پور
میں رہتے ہیں جو کرنگانوں کے قریب ہے یہ کہکر وہ لڑکی چلی گئی کہ مجھہ
کو بہت دیر ہوگئی۔ میرا باپ میرا منتظر ہوگا اور مجھسے ناخوش ہوگا
شہنشاہ بھی سوار ہوکر دہلی چلا آیا دوسرے روز کرنگانوے کے حاکم کے
نام حکم بھیجا کہ بالم پور گاؤں کے چودھری رام سنگھ جاٹ کو معہ اُس کے
بی بی بال بچوں کے ہمارے پاس بھیجدو۔ جس وقت رام سنگھ کو
معلوم ہوا کہ شہنشاہ اکبر نے معہ بال بچوں کے دہلی بلایا ہے تو وہ
غریب نہایت گھبرایا اور اندیشناک ہوا مگر سب نے تشفی کی کہ
گھبراؤ نہیں چلے جاؤ خدا مالک ہے جسوقت یہ لوگ دربار
شاہی میں پہونچے تو شہنشاہ اکبر لباس شاہی پہنے ہوئے اور تاج
شاہی سر پر رکھے ہوئے بڑی شان و شوکت سے تخت فرمانروائی پر
جلوہ فرما تھا چاروں طرف بڑے بڑے سردار دست بستہ کھڑے

ہوئے تھے۔ ہیبت شاہی سے اس جاٹ کے ہوش و حواس جاتے
رہے۔ اس لڑکی نے بغور شہنشاہ کی طرف دیکھا اور اپنی ماں سے کہا کہ
یہ شخص جو تخت پر بیٹھا ہے چار پانچ روز ہوئے جنگل میں فلاں جگہہ ایک
درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ میں اپنے باپ کیواسطے روٹی لیجا
رہی تھی یہ بہت پیاسا تھا۔ اس نے مجھہ سے پانی مانگا میں نے پلادیا
اور روٹی بھی کھلائی۔ یا تو یہی تھا یا بالکل اسی صورت کا کوئی اور شخص
تھا۔ شہنشاہ اسکی سرگوشی دیکھکر سمجھہ گیا۔ آخر اس جاٹ
سے کہا کہ چودھری ہم تمھاری لڑکی سے دہلی کی سلطنت دینے کا وعدہ
کر چکے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ تم اسکا ہم سے نکاح کردو۔ اسکے شکم سے
اگر لڑکا پیدا ہوا تو بادشاہ کیا جائیگا۔ یہ سنکر اس جاٹ کے
ہوش اُڑ گئے۔ کیونکہ اسکو کچھہ حال معلوم نہ تھا۔ بادشاہ نے سب
کیفیت اس سے بیان کی اور لڑکی نے بھی اپنے باپ سے اس بیان
کی تصدیق کی مگر کہا کہ میں نے ہنسی کے طور پر وہ بات کہی تھی۔ اکبر نے
کہا کہ خدا کو منظور تھا جو تیری زبان سے یہ بات نکلی۔ آخر
تھوڑے پس و پیش کے بعد جاٹ نے منظور کرلیا اور اپنی لڑکی کا
نکاح شہنشاہ سے کردیا۔ شہنشاہ نے بہت بڑی جاگیر اس جاٹ
کو نسلاً بعد نسلاً عطا فرمائی۔ اور جاٹ کی لڑکی سے جو لڑکا پیدا ہوا
وہ بنگالہ کا گورنر بنایا گیا مگر بعد چندے وہ مرگیا اور اس لڑکی
سے پھر کوئی اولاد نہ پیدا ہوئی۔

کابل اور ملک افغانستان پر شہنشاہ اکبر کا احسان فراموش باغی
بھائی مرزا حکیم حکمران تھا ہمیشہ فتنہ و فساد و بغاوت کرتا رہتا
تھا اور اکبر ہمیشہ چشم پوشی کیا کرتا تھا۔
سنہ ۱۵۸۵ء میں بدخشاں شہنشاہ اکبر کے قبضہ سے نکل گیا۔
سنہ ۱۵۸۶ء میں جنگلی اور وحشی یوسف زئی لوگوں کی جنگ میں مشہور راجہ بیربل
مارا گیا جس کا شہنشاہ کو بہت رنج ہوا بعد وفات مرزا حکیم کے
کابل میں امن و امان ہو گیا اور شہنشاہ کا قبضہ ہو گیا۔
سنہ ۱۵۸۷ء میں کاشمیر پر بھی قبضہ ہو گیا۔
سنہ ۱۵۹۴ء میں قندہار سلطنت میں شامل ہو گیا۔
سنہ ۱۵۶۴ء میں ملک دکن فتح ہو چکا تھا اور راجگان خاندیس اور برار
شہنشاہ کے مطیع و باجگذار تھے۔ ملک دکن میں شہنشاہ کی طرف سے ایک وائسرائے
رہتا تھا۔ شاہزادہ مراد اور دانیال کے زمانۂ گورنری میں ملک دکن
میں نہایت بدنظمی ہو گئی تھی۔ حتیٰ کہ ملک برار میں آثار بغاوت نمایاں
ہوئے۔ شہنشاہ نے اس مہم پر اپنے قابل وزیر ابوالفضل کو
مامور کیا اُس نے نہایت دلیری و شجاعت سے از سر نو دکن کو
سنہ ۱۵۹۹ء میں فتح کر کے شہنشاہ کے زیر فرمان کیا۔ شہنشاہ اکبر
بھی دکن میں گیا۔ سلطنت احمد نگر فتح ہوئی اور قلعہ اسیر گڈھ
جو خاندیس میں بڑا زبردست اور مستحکم مشہور قلعہ تھا سنہ ۱۶۰۰ء میں
مفتوح ہوا۔

سنہ ۱۵۹۵ء میں وزیر اعظم شیخ فیضی کا انتقال ہوا جو شہنشاہ کو بہت عزیز تھا اور انتہا درجہ کا قابل و دانشمند تھا۔ شہنشاہ کے دو بیٹے شرابخواری میں لقمۂ اجل ہوئے۔

شاہزادہ سلیم سے جو سب سے بڑا تھا شہنشاہ بوجہ اس کی نافرمانی و بدمزاجی کے ناخوش تھا۔ سنہ ۱۶۰۲ء ۱۱۰۱ھ میں شاہزادہ سلیم نے از راہِ بغض و حسد وزیر شیخ ابوالفضل کو جبکہ وہ دکن فتح کر کے شہنشاہ کی خدمت میں واپس آ رہا تھا اثنائے راہ میں سلیم کے اشارے سے نرسنگھ دیو راجہ اورچہ ملک بندیل کھنڈ نے قتل کیا اور شیخ مقتول کا سر بطور تحفہ شاہزادہ سلیم کے پاس بھیجا۔ اس قابل اور باوفا ملازم کے قتل ہونے کا شہنشاہ اکبر کو اس قدر صدمہ ہوا کہ بیمار پڑ گیا اور اس صدمہ سے جانبر نہ ہوا۔ دم مرگ شاہزادہ سلیم شہنشاہ اکبر کے قدم بوس ہوا اور زار زار رونے لگا۔ اور دست بستہ اپنے گناہوں کی معافی کا خواستگار ہوا۔ فرطِ محبت سے شہنشاہ بیقرار ہوا اور شاہزادہ کو سینہ سے لگا لیا اور پیشانی کو بوسہ دیا اور خطا معاف فرمائی۔ پھر اپنے روبرو تاج شاہی سر پر رکھوایا اور تلوار شاہی کمر سے بندھوائی اور اپنا جانشین مقرر کیا۔ اور سب امراء سے اطاعت کا حلف لیا۔ اور شاہزادہ کو ان لوگوں سے اچھا سلوک کرنے کی فہمائش کی اور اہل خاندان سے محبت سے پیش آنے کی ہدایت کی۔ امراء سے شہنشاہ نے کہا کہ صاحبو اگر مجھ سے کوئی خطا ہوئی ہو تو معاف کرنا یہ سنکر سب رونے لگے پھر شہنشاہ نے ایک مولوی کو بلا کر سب کے سامنے کلمہ

شہادت پڑہا اور توبہ واستغفار کی اور راہی ملک بقا ہوا۔
بتاریخ ۱۳ اکتوبر ۱۶۰۵ء ہ ۱۰۱۴ھ کو اس عظیم الشان بادشاہ نے وفات پائی

ذکر سلطنت ایڈورڈ ششم انگلینڈ

من ابتدائے ۱۵۴۷ء لغایت ۱۵۵۳ء

۱۵۴۷ء میں بعد وفات بادشاہ ہنری ہشتم کے ایڈورڈ ششم بعمر دس سال تخت نشین ہوا۔ شاہزادہ کی کم سنی کی وجہ سے انکا ماموں ایڈورڈ سیمور (Edward Seymour ڈیوک آف سومرسیٹ - Duke of Somerset) لارڈ پروٹیکٹر مقرر ہوا (Lord Protector) سومرسیٹ اگرچہ نیک بخت اور محنتی آدمی تھا لیکن دور اندیش اور دانشمند نہ تھا۔ بادشاہ ہنری ہشتم کی پالیسی "Policy" "حکمت عملی" کہ انگلینڈ اور اسکاٹلینڈ میں باہم اتفاق قایم ہو جائے اور دونوں سلطنتیں ایک ہو جائیں۔ ڈیوک نے اس پالیسی پر عمل کرنا چاہا۔ اس نے یہ تجویز کی کہ شاہزادہ ایڈورڈ کی شادی اس کی چچازاد بہن ملکہ میری آف اسکاٹلینڈ سے ہو جائے جو بادشاہ جیمس چہارم James IV اور مارگرٹ ٹوڈر Margaret Tudor کی پوتی ہے

ہسٹری آف انڈیا الفنسٹن صفحہ ۴۶۳

لیکن نافہمی اور ناعاقبت اندیشی سے ڈیوک نے اس کام کی انجام
دہی کیلئے نہایت لغو اور بیہودہ طریقہ اختیار کیا۔ یعنی رعب جمانیکی
غرض سے بافوج گراں اسکاٹ لینڈ پر حملہ آور ہوا اور بمقام
پنکی (Pinkie) متصل ایڈنبرگ۔ "Edinburgh"
ایک سخت لڑائی ہوئی۔ اہل اسکاٹ لینڈ کو شکست ہوئی اور
ڈیوک فتحیاب ہوا۔ ڈیوک نے سخت مظالم کئے اکثر قصبہ جات
میں آگ لگوادی اور خوب لوٹ مار کی اس وحشیانہ کارروائی سے
اہل اسکاٹلینڈ نہایت ناخوش اور اندیشناک ہوئے انھوں نے
اپنی نوعمر ملکہ کو فرانس بھیجدیا۔ وہاں ملکہ نے نہایت اعلیٰ تعلیم
پائی اور مذہب رومن کیتھولک اختیار کیا۔ جوان ہوجانے پر بادشاہ
فرانس کے بڑے بیٹے ولیعہد سے اس کی شادی ہوگئی۔ نتیجہ
ہوا کہ عرصہ دراز تک انگلینڈ اور اسکاٹ لینڈ میں مخالفت رہی
ڈیوک سومرسیٹ نے بشپ کرانمر Bishop Cranmer۔
کے مشورے سے مذہب میں بھی تغیر و تبدیل کرنا چاہا۔ ڈیوک نے حکم
دیا کہ بزرگان دین عیسوی کی جو تصاویر بطور تبرک گرجاؤں میں رکھی ہوئی ہیں
وہ سب توڑ ڈالی جاویں۔ اور پادریوں کو شادی کرنے کی عام اجازت
دیدی جو پہلے ممنوع تھی۔ لیکن سب سے زیادہ اہم تبدیلی اس
نے یہ کی کہ جو نماز اور دعائیں گرجاؤں میں لیٹن "Latin"
زبان میں پڑھی جاتی ہیں وہ ممنوع کی گئیں۔ اور بجائے اس کے ایک کتاب

انگریزی زبان میں نماز اور دعاؤں کی بنائی گئی اور ۱۵۴۹ء میں اس کتاب کی تمام گرجاؤں میں پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ اس کتاب کا نام "ایڈورڈ ششم کی دعاؤں کی پہلی کتاب" نام رکھا گیا (First Prayer Book of Edward VI) بہت سے انگریز ایک ایسی تبدیلی کیلئے طیار نہ تھے۔ اکثر رومن کیتھولک گرجا اور خانقاہیں مسمار کرا دئے گئے اور لندن میں اسٹرینڈ "Strand" میں چند گرجا مسمار کرا کر ڈیوک نے اپنے لئے ایک نہایت عالیشان محل تعمیر کرایا۔ اسکا نام سومرسیٹ ہاؤس Somerset-house رکھا گیا اور ۱۵۵۲ء میں کچھ تغیر و تبدل کے ساتھ دوسری کتاب نماز اور دعاؤں کی طیار کی گئی اسکا نام سیکنڈ پریر بک "Second Prayer Book" رکھا گیا۔ اور یہ قانون پاس کیا گیا کہ جو شخص گرجا میں حاضر ہوکر مقررہ طریقہ سے عبادت ادا نکرے گا تو پہلے جرم میں چھ ماہ قید سخت اور دوسرے جرم میں ایک سال قید سخت اور تیسرے جرم میں حبس دوام کی سزا کا مستوجب ہوگا۔ اور جو کوئی شخص بادشاہ کو گمراہ اور متعصب اور ظالم اور کافر اور غاصب کہیگا وہ مستوجب سزائے موت کا ہوگا اور مال و اسباب و جائیداد ضبط کیجائیگی ۱۵۴۹ء میں دو سخت بغاوتیں ہوئیں۔ ایک ڈیون شایر میں جہاں رعایا نے جدید طریقہ (Devonshire)

عبادت کی ایجاد پر علم بغاوت بلند کیا اور دوسری بغاوت نارفاک[1] میں ہوئی یہاں
کے باشندوں نے امرا کی سختی اور ظلم سے عاجز آکر بغاوت کی - امرا نے رعایا کے
مویشی اور جانوروں کو چراگاہوں میں چرنے کی ممانعت کردی تھی اس سختی سے
سب لوگ نہایت پریشان ہوئے تھے - ڈیوک سومرسیٹ اپنی کمزوری کی وجہ سے
ان بغاوتوں کو فرو نہ کر سکا - اس لیے کونسل نے ناخوش ہوکر ڈیوک کو عہدہ
پروٹیکٹوریٹ سے علیحدہ کردیا - زاں بعد ڈیوک پر گمراہی کا جرم قایم کیا گیا - کیونکہ
اُس نے اپنے عہدہ اور اختیارات کے حاصل کرنیکی سخت کوشش کی تھی - جو بغاوت
کی حد کو پہونچ گئی تھی - بعد ثبوت جرم ڈیوک کو سزائے موت دیگئی - یعنی سر
اُڑا دیا گیا - جوہن[2] ڈیوڈلے ارل آف واروک جو ایک نہایت خونخوار اور سنگدل فوجی
افسر تھا - اور اُس نے صدہا مرد و زن و معصوم بچے قتل کراکر بغاوت فرو کی تھی اِس
سنگدلی اور خونریزی کے صلہ میں ڈیوک مقتول کے عہدہ پر سرفراز کیا گیا - تقرر کے
بعد اُس نے اپنے آپکو ڈیوک آف نارتھمبرلینڈ[3] بنایا - اور گرجا اور مذہب کی ترقی میں
کوشش شروع کی - دراصل مذہب پروٹسٹنٹ سے اُسکو کچھہ تعلق نہ تھا - ظاہری ہمدردی کے
حیلہ سے پروٹسٹنٹ لوگوں کو اپنا طرفدار بنایا اور گرجاؤں میں خرابی ڈالنا چاہتا تھا -
ایڈورڈ نہایت رحمدل اور منصف مزاج نوجوان بادشاہ تھا مذہب پروٹسٹنٹ کو ترقی
دینے میں بدل و جان کوشش کرتا تھا - اُس کی تندرستی بہت خراب تھی ابھی سولہ برس
کی عمر نہ ہوئی تھی کہ پیغام اجل آپہونچا اور مرض سل[4] میں وفات پائی - ایڈورڈ کو وقت
مرگ ڈیوک نارتھمبرلینڈ نے مشورہ دیا تھا - کہ اگر بعد آپکے آپکی بہن شاہزادی میری
بنت کیتھرائن آف ایراگون تخت نشین ہوگی تو مذہب پروٹسٹنٹ جسکو آپنے بہت

Norfolk (2) John Dudley, earl of Warwick :-
(3) Duke of Northumberland (4) Consumption.

وجانفشانی سے فروغ دیا ہے۔ سخت نقصان پہونچے گا کیونکہ شاہزادی میری نہایت متعصب رومن کیتھولک ہی۔ لہذا مصلحت اور مناسب یہ ہی کہ آپ اپنی پھوپی زاد بہن لیڈی جین گرے کو جو پراٹسٹنٹ اور نہایت نیک طینت شاہزادی ہے۔ اپنا جانشین نامزد فرمادیجئے۔ تاکہ آئیندہ مذہب پراٹسٹنٹ کو کچھہ اندیشہ باقی نہ رہے لیکن لیڈی جین گرے کی شادی لارڈ گلڈ فورڈ ڈڈلی خلف نارتھمبرلینڈ سے ہوئی تھی۔ سب لوگوں کو یقین تھا کہ اگر لیڈی جین گرے بادشاہ ہوگئی تو ڈیوک نارتھمبرلینڈ کا مالک رہیگا اسوجہ سے سب کو یہ امر ناپسند تھا۔ ابھی کوئی امر طے نہ ہوا تھا کہ ایڈورڈ نے وفات پائی۔ ڈیوک نارتھمبرلینڈ نے لیڈی جین گرے کی بادشاہی کا اعلان کیا۔ اس بدنصیب اجل رسیدہ شاہزادی نے صرف دس روز بادشاہی کی۔ تمام امرا اور رعایا کے اتفاق سے شاہزادی میری تخت نشین کی گئی اور ڈیوک نارتھمبرلینڈ گرفتار ہوئے اور سزائے موت دیگئی۔ اور لارڈ گلڈ فورڈ ڈڈلی اور لیڈی جین گرے کو بھی ۱۲ فروری ۱۵۵۴ء کو سزائے موت دی گئی۔

شروع تخت نشینی سے اپنی وفات تک ملکہ میری نے اسقدر خونریزی کی کہ اسکا لقب میری خون آشام ہوگیا۔

شاہزادہ ایڈورڈ ششم اور اسکی تمام مصاحب پراٹسٹنٹ تھے شاہزادی الیزبتھ بھی پراٹسٹنٹ تھی ایڈورڈ الیزبتھ سے بہت محبت کرتا تھا۔ معاملات مذہبی میں ایڈورڈ بہت متحمل تھا اور انتہا درجہ کا رحمدل تھا۔ اس کے زمانہ سلطنت میں کوئی رومن کیتھولک اختلاف مذہبی کی وجہ سے قتل نہیں کرا گیا۔ ایڈورڈ کے زمانے میں ملک نیدرلینڈس سے بہت آدمی لوتھر اور کالون کے پیرو انگلستان میں آکر آباد ہوگئے [illegible] ایک پادری نے [illegible] دیا

(1) Lady Jane Grey (2) Lord Guildford Dudley
(3) [illegible]

شروع کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ خدا ہیں نہ خدا کے بیٹے ہیں بلکہ انکی تعلیم سے مخلوق نے خدا کو پہچانا ہے۔ لیکن یہ عقیدہ اُس وقت کفر سمجھا جاتا تھا بلکہ فی زمانہ بھی دو بڑے فرقے عیسائیوں میں رومن کیتھولک اور پراٹسٹنٹ اس عقیدہ کے خلاف ہیں۔ اس پادری کے وعظ کرنیکی سخت مخالفت کی گئی۔ قتل و گرفتاری سے محفوظ رہا۔ اسی طرح اور چند دیگر عقائد کے لوگوں کی خبر معلوم ہوئی مگر سوائے اس کے کہ اُنکو وعظ کرنیکی مخالفت کردیگئی اور کوئی سزا نہیں دی گئی۔ البتہ ایک عورت جسکی تعلیم سخت کفر سمجھی گئی بشپ کرانمر کی بہت کوشش سے سزایاب ہوئی۔ اسکی تعلیم یہ تھی کہ حضرت عیسیٰ بطور اوتار کے کنواری مریم کے پیٹ سے پیدا نہیں ہوئے نہ انمیں مریم کا گنہگار خون و گوشت شامل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ خدا کا حکم تھے جو خود بخود مجسم ہو گئے۔ نیز اور ایسے ہی خیالات تھے اس عورت کیواسطے بشپ کرانمر نے زندہ جلانیکی سزا تجویز کی۔ جسوقت وارنٹ سزائے موت دستخط کیواسطے ایڈورڈ کے سامنے بشپ کرانمر لایا تو ایڈورڈ نے چشم پرآب ہو کر کہا کہ تمہارے حکم سے مجبور ہو کر میں دستخط کرتا ہوں۔ اس امر کے تم خدا کے سامنے جوابدہ ہوگے۔ بشپ کرانمر بہت مباحثہ کرکے ایڈورڈ کی تشفی کرنا چاہتا تھا۔ مگر اس کی تسکین نہ ہوئی لیکن خاموش ہوگیا اور دستخط کر دئے۔

ایک اور شخص جسکا نام وان پیرس تھا اور ہالینڈ کا باشندہ تھا ڈاکٹری پیشہ کرتا تھا چند روز سے لندن چلا آیا تھا۔ اسکو حضرت عیسیٰ کے الوہیت سے انکار تھا اُسکو بھی آگ میں جلا کر بموجب حکم بشپ کرانمر ہلاک کیا گیا۔ اس کے وارنٹ پر ایڈورڈ نے جب دستخط کئے تو بشپ کرانمر نے حضرت موسیٰ کا وہ حکم دکھایا کہ کافر کو سنگسار کرنا چاہیئے۔

ایڈورڈ ششم ۱۵۴۷ء میں تخت نشین ہوا اور ۶ر جولائی ۱۵۵۳ء کو فوت ہوا۔ چھ برس چھ ماہ حکمران رہا۔ فقط

ذکر سلطنت ملکۂ میری دی بلڈی (خونخوار)

من ابتدائے ۱۵۵۳ء لغایت ۱۵۵۸ء عیسوی

ملک انگلینڈ

ایڈورڈ کی وفات پر ملکہ میری تخت نشین ہوئی۔ یہ ملکہ بادشاہ ہنری ہشتم کی بیٹی تھی رعایا کے اتفاق سے تخت نشین ہوئی کچھ امرا کا خیال ہوا تھا کہ لیڈی جین گرے جو میری کی بہن (خالہ زاد) تھی اور نہایت خوش مزاج اور نیک چلن تھی تخت نشین کیا جائے۔ ملکہ میری نے تخت نشین ہوتے ہی لیڈی جین گرے اور اسکے شوہر لارڈ گلڈ فورڈ کو نہایت بیرحمی سے قتل کرادیا۔ وقت قتل اس شاہزادی کی عمر صرف سترہ برس کی تھی۔ اور نہایت خوبصورت اور نیک سیرت تھی۔ وقت مرگ اسنے کہا تھا کہ "میرا بیگناہ خون خدا کے سامنے جو بڑا رحیم ہے فریاد کریگا" ڈیوک آف نارتھمبرلینڈ بھی قتل ہوا۔ انگریزی ترجمہ مذہبی دعاؤں کا منسوخ کیا گیا۔

جولائی ۱۵۵۴ء کو شاہزادہ فلپ شہنشاہ چارلس شاہ اسپین کے بیٹے سے میری کی شادی ہوئی۔ اور پھر انگلینڈ پوپ کی زیر حکومت ہو گیا۔ پراٹسٹنٹ لوگوں پر بڑے بڑے ظلم و ستم کیے گئے۔ صدہا بزرگ اور بڑے مشہور لوگ آگ میں نہایت بیرحمی سے جلائے گئے۔ رولینڈ ٹیلر[1]۔ بشپ رڈلی[2]۔ بشپ لیٹی مرس[3] اور بشپ کرانمر[4] وغیرہ جو مذہب عیسوی کے بڑے عالم بزرگ تھے جلائے گئے۔ فرانس سے سخت جنگ ہوئی۔ مقام کیلے قبضہ سے نکل گیا۔ شاہ فرانس نے قبضہ کرلیا۔

(1) Rowland Taylor (2) Bishop Ridley (3) Bishop-Latimer (4) Bishop cranmer.

ملکہ مذکورہ نے تخت نشینی کیوقت اشتہار عام دیا تھا کہ سب لوگ آزادانہ اپنے اپنے فرایض مذہبی ادا کریں کسی کے ساتھ تعصب کا برتاؤ نہ کیا جائیگا۔ مگر جب تخت پر بیٹھکر مطمئن ہوگئی تو عہد شکنی کی اور ہزارہا پروٹسٹنٹ لوگوں کو قتل کرایا اور بڑے بڑے بزرگ پادریوں کو زندہ جلوایا اسکا مذہب رومن کیتھولک تھا۔ فلپ دوم شاہ اسپین جس سے اسکی شادی ہوئی تھی نہایت متعصب اور ظالم و خونخوار تھا۔

۶ فروری ۱۵۵۵ء کو بزرگانِ دین پروٹسٹنٹ بوسر[1] اور فاگیس[2] اور دیگر مرد و زن کی نعشیں قبروں سے نکلواکر جلوادیں۔ اس سنگدل متعصب ملکہ کی پنج سالہ حکومت میں جو لوگ جلائے گئے انکی تعداد قریب چار سو کے ہے جنمیں ایک چھٹا حصّہ مظلوم عورتوں اور معصوم بچّوں کا ہے۔ ایک آرک بشپ چار بشپ اکیس[۲۱] پادری اٹھ[۸] امیر لوگ چوراسی[۸۴] تجارت پیشہ اور سو دستکار۔ ملازم اور مزدور ایکسو چھبیس[۱۲۶] اور بیوہ عورتیں بیس[۲۰] کتخدا چھبیس[۲۶] اور دس ناکتخدا اور جو لوگ قیدخانہ میں بھوکے پیاسے نہایت عذاب سے مارے گئے۔ اُن کی تعداد نامعلوم ہے۔ مقام گرنسی[3] میں ایک حاملہ عورت کو جو پروٹسٹنٹ تھی۔ جلانیکی سزا تجویز کی گئی۔ جب وہ عورت مقتل میں لائی گئی تو نہایت خوف و اندیشہ سے اسیوقت اوس کے بچہ پیدا ہوا۔ حاضرین کو اُسپر رحم آیا اور بچّہ کو اُٹھا لیا۔ مگر رومن کیتھولک پادری نے حکم دیا "چونکہ یہ بچّہ کافر گمراہ عورت کے شکم سے پیدا ہوا ہے لہذا یہ بھی کافر ہے۔ اور واجب القتل ہے" اور نہایت بیرحمی و سنگدلی سے اس بچّہ کو بھی اُسکی ماں کے ساتھ آگ میں جلوادیا۔[۴۲]

ایک شخص جان السیکو پروٹسٹنٹ مذہب کا بزرگ غیر ملک کا رہنے والا تھا۔ اسکو انگلینڈ سے فوراً نکل جانیکا حکم دیا گیا۔ اُس کے ساتھ بہت بڑا حصّہ پروٹسٹنٹ لوگوں کا مُلک سے چلا گیا۔ ان لوگوں کے چلے جانیسے جو اعلیٰ درجے کے دستکار اور کاریگر تھے ملک انگلینڈ

(1) Bucur (2) Fagius (3) Guernsey

تاریخ ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ صفحہ ۲۵۹ جلد ۱۹ = ۴۲ ہ صفحہ ۲۵۱ ہسٹری مذکور۔

کی صنعت و حرفت کو بہت نقصان پہونچا۔ پراٹسٹنٹ لوگوں کے واسطے یہ زمانہ بہت ادبار کا تھا۔ انکو پارلیمنٹ سے کچھ توقع سرپرستی کی نہ تھی۔ رومن کیتھولک مذہب کی رسوم جنکو پراٹسٹنٹ لوگ کفر سمجھتے تھے اور سابق میں بذریعہ قانون پاس کردہ پارلیمنٹ ممنوع تھیں۔ اب اعلانیہ ہر جگہ ادا کیجاتی تھیں۔ پارلیمنٹ نے ایک جدید قانون پاس کیا کہ ملکہ کیتھرائن اور ہنری ہشتم کی شادی جایز تھی اور ملکہ میری وارث جایز ہے ہنری ہشتم کے وقت میں جو بشپ کرانمر نے جواز طلاق کا فتویٰ دیا تھا وہ اب منسوخ کیا گیا۔ پارلیمنٹ کو اختیار تھا کہ معاملات دینی و دنیوی میں حسب ضرورت جو چاہیں تبدل و تغیر کریں۔

ملکہ میری کی تجویز شادی فلپ شاہ اسپین سے حسب ذیل شرائط شادی پر قرار پائی جو ملک انگلستان کی بہبودی کیلئے بہت کافی ہیں۔ حالانکہ اس شادی سے تمام انگلش قوم ناخوش تھی۔ شرائط حسب ذیل ہیں۔

(۱) اگرچہ فلپ کو بادشاہ کا خطاب دیا جائیگا۔ مگر ملکی اور فوجی اختیارات سب ملکہ میری کے ہاتھ میں رہینگے۔ بادشاہ کو کوئی تعلق نہ ہوگا۔

(۲) کسی پردیسی کو کوئی عہدہ ملکی یا فوجی نہ دیا جائیگا۔

(۳) قانون ملک و رسم و رواج اور باشندگان کے حقوق میں کوئی تغیر و تبدل نہ کیا جائیگا۔

(۴) ملکہ میری کو شاہ فلپ بلا اسکی رضامندی کے اور اسکی اولاد کو بلا مرضی امراے سلطنت ملک سے باہر نہ لیجا سکے گا۔

(۵) ساٹھ ہزار پونڈ سالانہ دونوں کو متفقہ خرچ دیا جائیگا۔

(۶) اگر ملکہ میری کے لڑکا پیدا ہوا تو علاوہ انگلینڈ کے ہر دو برگنڈی اور ممالک زیریں اور بحالت وفات ڈان کارلس فلپ کے پہلے بیٹے کے ممالک اسپین و سسلی و میلان

۴ اور بشپ کرانمر گمراہ و کافر قرار دیا گیا۔

اور دیگر ممالک جو فلپ کی ملکیت ہیں اُن سب کا بادشاہ ہوگا۔

(۷) اگر شاہ فلپ بعد وفات میری زندہ رہا تو تخت انگلینڈ پر کو اسکا کوئی حق نہ ہوگا۔

(۸) خزانہ شاہی انگلینڈ سے شاہی جواہر اور جنگی جہازات نہ لے سکیگا۔

(۹) انگلینڈ کو اپنے باپ شہنشاہ چارلس پنجم کو شریک کر کے فرانس سے جنگ کرنے پر مجبور نہ کر سکیگا۔

(۱۰) کسی قسم کی دست اندازی یا تعصب پر اٹسٹنٹ لوگوں سے نہ کر سکیگا۔ نہ اُن کے فرائض مذہبی آزادانہ ادا کرنے میں حارج ہوگا۔

باوجود ان مقررہ شرائط کے بھی انگریز لوگ اس شادی سے خوش نہ تھے کیونکہ خوب جانتے تھے کہ شاہ فلپ علاوہ مکاری و دغابازی کے جو نسلاً اسکو اپنے باپ سے پہونچی ہے وہ نہایت متعصب۔ سنگدل۔ مغرور اور وحشی ہے۔ اور اندیشہ تھا کہ آئندہ انگلینڈ سلطنت اسپین کا ایک ماتحت صوبہ بنجائیگا۔ اور ان شرائط کی پابندی بالکل نہ کیجائیگی اور جیسے کہ نیتھرلینڈس اور نیپلس و میلان وغیرہ اس خونخوار بادشاہ کے ظلموں سے عاجز اور پریشان و ناخوش ہیں اور امریکہ میں جو جدید مفتوحہ ملک ہی۔ ایسی سنگدلی و بیرحمی و وحشیانہ ظلم اور سختیاں کیگئی ہیں جنکی مثال دنیا کی تواریخ میں نہیں ہی۔ یہ وہ قوم ہی کہ جس نے خونخوار انکویزیشن ایجاد کی ہے۔ اور انگلینڈ میں بھی جدید قواعد و قوانین جاری کیے جائیں گے۔ اور طرح طرح کی ظلم و سختیاں کیجائیں گی۔ اور کُل قوم غلامی کے درجے پر پہونچ جائیگی۔

اس شادی کی تجویز سے جو درمیان ملکہ میری اور فلپ کے قرار پائی تھی تمام ملک میں ناراضی پھیل گئی۔ اور فتنہ و فساد برپا ہوگئے۔ ایک ہنگامہ جو ہنگامہ وییٹ کے نام سے

(1) Sir Thomas Wyatt.

مشہور ہوا نہایت خوفناک برپا ہوا۔ اگر کسی بیرونی طاقت کی مدد ہوتی یا کوئی قابل شخص
افسر نہا ہوتا تو یہ ہنگامہ بہت اندیشہ ناک ہو جاتا۔ اس ہنگامہ میں صدہا آدمی مارے
گئے۔ اس بغاوت کا سرگروہ سر طامس ویٹ تھا۔ ۲۴ جنوری ۱۵۵۴ء کو یہ ہنگامہ
واقع ہوا سخت خونریز لڑائی ہوئی۔ ویٹ گرفتار ہوا اور چار سو آدمی اور بکڑے گئے
جنکو معہ ویٹ پھانسی کی سزا دیگئی۔ پھانسی کیوقت* ویٹ نے بیان کیا کہ شاہزادی
الزبتھ کا ہم لوگوں سے کوئی تعلق نہ تھا۔ قید خانے میں مجھکو طرح طرح کے عذاب سے
ڈرایا گیا اور جان بخشی کا وعدہ بھی کیا گیا۔ اس شرط پر کہ میں شاہزادی پر الزام بغاوت
کا لگاؤں۔ لیکن میں نے بمقابلہ جھوٹ بولنے کے موت کو پسند کیا۔ بیگناہ نیکذات
شاہزادی پر خواہ مخواہ الزام لگانا مناسب نہ سمجھا۔ ملکۂ میری اپنی بہن الزبتھ سے بوجہ
اختلاف مذہب نہایت ناخوش تھی۔ بلکہ اُس کے خون کی پیاسی تھی۔ اُسکو ہلاک کرنا
چاہتی تھی۔ مگر اُسکی حیات باقی تھی اور قسمت میں تخت انگلینڈ پر حکمرانی تحریر تھی
اس خونخوارہ کے ہاتھ سے بال بال بچگئی۔ لیکن اپنی زندگی تک اس خونخوارہ نے اُس
نیکبخت شاہزادی کو قید میں رکھا۔ اور بہت سختیاں کیں۔ دربار میں اُسکو ذلیل و خوار
کیا۔ اُسکی نشست چند معمولی درجہ کی امیرزادیوں سے نیچے رکھی جس سے یہ ثابت
کرنا منظور تھا کہ وہ حلال زادی نہیں ہے۔

لیکن اس بردبار متحمل مزاج شاہزادی نے اس ذلت و خواری کو اور دیگر
سختیوں کو نہایت استقلال سے برداشت کیا۔ اُسکی نیک چلنی اور مستقل مزاجی
دیکھکر سب لوگوں کے دلوں میں اُسکی محبت اور عزت پیدا ہوئی۔ دنیا کی کسی تاریخ
میں ایسی مثال موجود نہیں کہ جسمیں ایک بھائی اور دو بہنوں کو پیدایش سے ہی تقدیر

* ۱۱ اپریل ۱۵۵۴ء ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ صفحہ ۲۳۱ جلد ۱۹ -

نے ایک دوسرے کا دشمن بنادیا ہو۔

جیسا کہ شاہزادہ ایڈورڈ ششم و شاہزادی میری اور الزبتھ میں قدرتی مخالفت تھی شاہزادی میری کی صحیح النسبی شاہزادی الزبتھ کو بداصل کرتی تھی اور الزبتھ کی صحیح النسبی سے شاہزادہ ایڈورڈ ششم بداصل قرار پاتا تھا۔ ایک قانون پاس کردہ پارلیمنٹ سے شاہزادی میری بداصل قرار دیگئی تاکہ الزبتھ حلال زادی اور وارث جائز تخت قرار پائے۔ بعدہٗ شاہزادی الزبتھ کیلیے بھی ایسا ہی قانون پارلیمنٹ نے بموجب خواہش ہنری ہشتم کے پاس کیا کہ وہ بھی اولاد ناجائز اور غیر صحیح النسب ہے تاکہ شاہزادہ ایڈورڈ ششم کی ماں سے نکاح جائز سمجھا جاوے اور ایڈورڈ ششم صحیح النسب و جائز وارث تخت و سلطنت قرار پائے۔ دونوں شاہزادیاں بداصل اور اولاد ناجائز بادشاہ کی بذریعہ قانون قرار دیگئی۔ تخت نشینی کیوقت شاہزادہ ایڈورڈ ششم کی عمر نو برس کی تھی اور شاہزادی میری ۳۲ بتیس برس کی اور شاہزادی الزبتھ چودہ برس کی تھی۔ شاہزادی میری اپنی ماں ملکہ کیتھرائن کی صحبت کیوجہ سے سخت متعصب (رومن کیتھولک) تھی مگر باپ اور بھائی کے ایام زندگی میں خوف سے اپنے عقیدہ کا اظہار نکرسکی۔ اسکو نہایت صدمہ تھا کہ اسکی بیگناہ ماں پر نہایت ظلم اور سختیاں ہوئیں۔

جسوقت ہنری ہشتم نے ملکہ کیتھرائن کو علیحدہ کیا تھا تو شاہزادی میری کو ایک مکان شاہی ہنسڈن میں نظربند رکھا تھا کسی شخص کو اُس کے پاس آنے جانیکی اجازت نہ تھی بالکل تنہا رہتی تھی۔ صرف ایک دو ملازم رہتے تھے۔ جب اسطرح دو سال گزر گئے تو میری نے عاجز آکر کرامویل سے جو بادشاہ کا بہت مقرب وزیر تھا سفارش چاہی اور حسب ذیل اُسکو خط بھیجا۔

مجھکو ثابت ہوا ہے کہ جبتک وہ عورت (اینی بولین) زندہ رہی کسی شخص کی مجال نہ تھی کہ بادشاہ سے میرا ذکر کرسکے۔ اب چونکہ وہ اس دنیا سے رخصت ہوگئی ہے میں دعا کرتی ہوں کہ

خدا اُسکو معاف کرے۔ اب اُسکا قصہ درمیان میں باقی نہ رہا ہیں آپ سے التجا کرتی ہوں کہ آپ
بادشاہ سے میری سفارش کیجیے کہ مجھکو اپنی خدمت میں عریضہ بھیجنے کی اجازت عطا فرمائی جائے
جس سے میں دو سال سے زیادہ سے محروم ہوں۔ وزیر کرام ویل نے اسکا جواب مہربانی آمیز
دیا۔ یہ مہربانی سنگدل کرام ویل نے میری پر مظلوم کیتھرائن کی بیٹی سمجھکر نہیں کی تھی بلکہ اُسکو یہ خیال
تھا کہ میری اور الیزبتھ اگرچہ دونوں قانوناً ولد الزنا میں حلال زادی نہیں ہیں لیکن اگر اُن کے ساتھ
شاہزادیوں کا سا برتاؤ کیا جائیگا۔ تو یورپ کے کسی بادشاہ یا شاہزادے سے انکی شادی کردی
جائیگی۔ تاکہ ہمارے بادشاہ کو کوئی پولیٹیکل فائدہ پہونچے۔ اسکی سفارش سے بادشاہ نے میری
کو خط بھیجنے کی اجازت دیدی۔ میری نے نہایت لجاجت سے اپنی اطاعت کا اظہار کیا مگر بادشاہ
نے کچھ التفات نہ کیا۔

میری نے پھر کرام ویل سے صلاح کی اور بموجب اُس کے مشورہ کے بادشاہ کو خط لکھا۔ چونکہ ہنری
کو میری کے خلوص کا پورے طور پر امتحان کرنا منظور تھا اُس نے بجائے جواب کے اُس کے پاس ایک
سردار کی معرفت ایک کاغذ بھیجا جس پر چند شرائط تحریر تھیں جن پر میری کے دستخط مطلوب تھے اگرچہ
اُن شرائط کو دیکھکر میری کی طبیعت میں بہت جوش پیدا ہوا لیکن کرام ویل کے بیرحم اور حکمانہ خط
نے اُسکے غصہ کو فرو کردیا۔ کرام ویل نے لکھا کہ وہ نہایت سرکش اور نافرمان عورت ہے اور جو
کچھ سختی کیجائے وہ مناسب ہے اگر اُس نے اس موقع پر اطاعت نہ کی تو وہ (کرام ویل) ہمیشہ
کیواسطے اُس سے علیحدہ ہو جائیگا۔ میری نہایت حیران و پریشان اور خوف زدہ ہوئی اور
کہا کہ میرا فرض ہے کہ میں بادشاہ کی اطاعت و فرمانبری کروں وہ شرائط یہ تھیں جن پر میری
نے مجبوراً دستخط کردیے۔

(۱) بادشاہ کلیسا کا افسر اعلیٰ ہے (۲) بادشاہ اور اُسکی ماں سے نکاح خلاف قانون اور

حرام تھا۔ (۳) میری اُن لوگوں کے نام بتادے جنکے مشورہ سے اُسنے پہلے مخالفت کی اور اب اطاعت کی۔

لیکن شرط سوم کو دیکھکر میری نے نہایت غصہ سے جواب دیا کہ مجھکو مرنا منظور ہی مگر اپنے دوستوں کا نام بادشاہ کا معتوب کرانے کیلئے ظاہر کرنا منظور نہیں ہی۔ بادشاہ نے اس عذر کو منظور کرلیا اور میری کو اپنے پاس خط بھیجنے کی اجازت دیدی اور اسکا عملہ و اخراجات اُس کے رتبہ کے موافق مقرر کیا۔

ملکہ میری کی سلطنت نہایت حقیر و منحوس تھی یہ نہایت کمظرف اور خونخوار مزاج تھی[✱] اگرچہ ایک حد تک حق شناسی ظاہر ہوتی تھی مگر اپنی بہن (الزبتھ) سے زیادہ ریاکاری اور اپنے شوہر (فلپ) سے زیادہ عہد شکنی کا اُسمیں مادہ تھا۔ اسنے خودسری اور خودپسندی سے اپنی رعایا کی محبت اور اون کے حقوق کو ایک غیر مناسب اور ناشائستہ تعلق پر قربان کردیا تھا اس کے چال چلن کی نسبت مورخ کاڈنی نے جو کچھ لکھا ہی وہ بالکل صحیح ہی۔ "قوم کی جہاز کو تباہی کے مہیب طوفان میں پہونچا کر دنیا سے رخصت ہوئی۔ مگر اسکی بیمحل وفات سے اُس کی قابل جانشین نے قوم کو اس بلائے بیدرماں سے نجات دیکر قدیمی عظمت و شان پر پہونچا دیا۔ ہم تسلیم کرنے کو آمادہ ہیں کہ ملکہ کے افعال کسی پالیسی پر مبنی نہ تھے بلکہ عقیدہ پر اور یہ کہ اُس کے دل میں وہی تعصب لئے جڑ پکڑ گئی تھی جیسے بشپ گارڈنر اور بشپ بونر کی کوشش کرکے ایڈورڈ کے ذہن نشین کرتے تھے یعنی یہ کہ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کافروں اور ملحدوں کو فنا کیا ایسے ہی ایک عیسائی بادشاہ کا بھی فرض ہے خصوصاً اُس کا جو حامی دین کے لقب سے ممتاز ہو کہ خدا کے گرجا کے میدان سے خاردار جھاڑیوں کو اُکھاڑ ڈالے اور جسم کے سڑے ہوئے حصہ کو کاٹ ڈالے تاکہ باقی جسم میں زہر نہ پھیلے۔"

✱ مورخ ولیم کی رائے ملکہ میری کے متعلق صفحہ ۲۶۵ ہسٹوریینس ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ۱۹۔

پراٹسٹنٹ لوگوں پر عرصہ دراز تک سخت ظلم کرنے اور ایذا پہونچانیکا ملکہ میری کے چال چلن پر بڑا بدنما دھبہ ہی۔ قدرتی طور پر اُس ملکہ نے جس کے حکم سے سخت تکلیفیں پہونچیں لوگوں کے دلوں میں سخت نفرت و کراہیت پیدا ہوئی۔ مورخ جیمس وایٹ کی رائے ہے کہ ملکہ میری ایسی سعادتمند بیٹی تھی کہ اپنی ماں کی ذلتوں کے عوض میں اُسنے ملک کو قتل و غارت کردیا۔ ایسی فرمانبردار بیوی تھی کہ اسنے انگلینڈ کی بہبودی کو مخالف خونخوار قلب اپنے شوہر کے سپرد کردیا اور پوپ کی عظمت اور برتری اور مذہب رومن کیتھولک کی ایسی عقیدتمند تھی کہ خلاف عقیدہ رکھنے والوں کو آگ میں جلوادیا اور حتی الامکان مخالفین کو نیست و نابود کرنیکی کوشش کی۔

ملکہ میری کا زمانہ سلطنت ۱۵۵۵ء پراٹسٹنٹ لوگوں کیلئے نہایت خونریز و ہولناک تھا۔ بشپ ہوپر۔ فرار۔ روجرس۔ ٹیلر اور دیگر چند بڑے عالم بزرگ پادری (مذہب پراٹسٹنٹ کے) نہایت عذاب سے قتل کئے گئے۔ بشپ گارڈنر رومن کیتھولک پادری نے ان بزرگوں کو بہت ذلیل و خوار کیا اور بہت لعنت ملامت کی لیکن انھوں نے اپنا عقیدہ تبدیل کرنے سے بالکل انکار کیا اور مرنا منظور کیا

پادری ہوپر اور روجرس کا مقدمہ پہلے پیش ہوا۔ پادری ہوپر پر یہ جرم لگایا گیا تھا کہ باوجود پادری ہونیکے تم نے شادی کی جو ممنوع ہے اور تمھاری یہ رائے بھی کہ بجرد سرزد ہونے زنا کے نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور عورت علیحدہ کیجا سکتی ہے اور مرد دوبارہ شادی کرسکتا ہے اور عقیدہ (مراد [illegible]) تبدیلی شئی الشیا سے انکار ہے۔ اُسنے اپنے عقاید کا اقرار کیا۔ پادری روجرس سے کہا گیا کہ اگر تم مذہب رومن کیتھولک کا اقرار کرو تو ملکہ تمھاری جان بخشی

Transubstantiation.

گئی۔ اس نے جواب دیا کہ وہ مذہب رومن کیتھولک سے کبھی منحرف نہیں ہوا ہے لیکن وہ اصلی تعلیم مذہب عیسوی کو ترک کر کے معافی خریدنا نہیں چاہتا۔ بالآخر بشپ گارڈنر نے وہ خوفناک سوال کیا جسپر اُسکی زندگی کا دار و مدار تھا یعنی تمہارا عقیدہ ہے کہ سیکریمنٹ (عشاء ربانی) میں حضرت عیسیٰ کا جسم درحقیقت موجود تھا۔ اُس نے جواب دیا کہ یہ میرا عقیدہ نہیں ہے۔ چنانچہ کفر کا فتویٰ دیا گیا۔ اور آگ میں جلا کر ہلاک کرنیکی سزا تجویز کی گئی۔ پادری روجرس نے درخواست کی کہ اسکی بیوی کو جو غیر ملک یعنی جرمنی کی رہنے والی ہے۔ اس سے ملنے کی اجازت دیجائے بشپ گارڈنر نے نہایت سختی سے کہا کہ وہ تمہاری بیوی نہیں ہے۔ راجرس نے عرض کیا کہ اے بزرگ پادری وہ بیشک میری بیوی ہے اور اٹھارہ برس سے میرے نکاح میں ہے۔ لیکن اس کی درخواست نامنظور کیگئی۔ بعدہٗ یہ دونوں بزرگ ایک افسر کے سپرد کئے گئے اور حکم دیا گیا کہ شام تک اسجگہ حراست میں رکھے جائیں جب تاریکی ہو جائے تب جیلخانہ نیوگیٹ میں پہنچاؤ۔ تاکہ کوئی نہ دیکھے اور بازار میں دوکانداروں کو حکم دیا گیا کہ فلاں وقت تک اپنی دوکانوں پر روشنی نہ کریں لیکن تمام لوگ اپنے مکانوں کے دروازے پر موم بتیاں روشن کر کے کھڑے ہو گئے اور جسوقت یہ دونوں بزرگ پادری نکلے تو بڑے جوش سے یہ لوگ انکے لئے دعا خیر کرنے لگے۔ چند روز کے بعد متعصب ظالم بشپ بونر جیلخانہ میں گیا اور ان دونوں بزرگوں کو ایذا رسانی پہونچائی۔ مگر انہوں نے صبر کیا۔ پادری روجرس نے آخری درخواست کی کہ میری بیوی کو مجھ سے ملنے کی اجازت دیجائے۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے بچوں کو بھی دیکھ لوں اور انکو آخری دعا دوں۔ مگر اس بیرحم سنگدل بشپ نے منظور نہ کیا۔

۴ فروری ۱۵۵۵ء کو پادری راجرس اسمتھ فیلڈ جلانے کیلئے لایا گیا۔ اس کے
دیکھنے کو راستہ اور گلی کوچوں میں ہزارہا آدمیوں کا ہجوم تھا۔ وہ بزرگ انجیل کی
اشاعت پر آمادہ ہوا تھا۔ اسکی نظر اس مجمع میں اپنی بیوی اور دس بچوں پر پڑی جنمیں ایک بچہ شیرخوار
بھی تھا۔ انکو دیکھکر یہ بزرگ چشم پر آب ہوا اور اُن کے حق میں دعاء خیر کی۔ اس نے ہر چند
چاہا کہ اپنے بچوں کے سر پر ہاتھ رکھے اور بیوی سے رخصت ہو مگر ظالموں نے اسکی تمنا
پوری نہ کی۔ اس سے کہا گیا کہ اگر اب بھی تم اپنا مذہب تبدیل کر لو تو تمہاری جان بخشی
ہوجائے۔ مگر اس بزرگ نے نامنظور کیا اور اپنے سچے عقیدہ پر اپنی جان قربان کر دی۔
اور پادری ہوپر کے بارے میں یہ تجویز ہوا کہ مقام گلوسسٹر جہاں وہ تعلیم دیا کرتا تھا
وہاں جلانا چاہئے تاکہ عوام کو عبرت ہو چنانچہ شاہی گارد کے چند سپاہیوں کی حراست
میں وہاں گیا۔ ۹ فروری ۱۵۵۵ء کو اسی مقام پر ایک میلہ تھا قریب سات ہزار لوگ
وہاں جمع تھے لیکن اس بزرگ کو سخت ممانعت کی گئی کہ لوگوں کو وعظ سنائے اگر ایسا کریگا
تو اسکی زبان کاٹ لی جائیگی۔ جب وہاں پہنچکر وہ بزرگ آہنی ستون سے باندھا گیا تو ایک بکس
اس کے سامنے لایا گیا جسمیں ملکہ کی طرف سے معافی نامہ رکھا ہوا تھا۔ اس بزرگ نے دو تین مرتبہ
نہایت التجا سے کہا کہ برائے خدا اسکو میرے سامنے سے لیجاؤ۔ میں آخری وقت میں گمراہ
ہونا نہیں چاہتا۔ ایک جلد ساز پاری نے بارود کی چند تھیلیاں اس کے جسم میں باندھ
دیں تاکہ وہ جلد ختم ہو جائے اور زیادہ تکلیف نہ اٹھائے۔ پھر لکڑیوں کے انبار میں آگ
لگائی گئی مگر لکڑیاں تر تھیں کبھی شعلہ اٹھتا تھا کبھی دب جاتا تھا بلکہ فوراً زور سے شعلہ
اٹھا لیکن پھر ہوا سے دب گیا جسکی وجہ سے اس بزرگ کا تمام جسم جھلس گیا اور بہت سخت
تکلیف ہوئی۔ اگرچہ بارود بھی اڑ گئی مگر اسکو ہلاک نہ کیا۔ پون گھنٹہ وہ بزرگ غایت درجہ

Gloucester.

کے عذاب میں رہا اس حالت میں سب نے دیکھا کہ وہ برابر انجیل کی آیتیں پڑھ رہا ہی
اور ایک ہاتھ سے وہ اپنا سینہ پیٹ رہا ہی۔ آخرکار وہ یہ سب تکلیفیں اٹھا کر راہی ملک بقا ہوا
ڈاکٹر ٹیلر کا واقعہ سب سے زیادہ افسوس ناک اور عبرت انگیز ہی۔ ضلع سوفاک کے قصبہ
ہیڈلی میں یہ بزرگ وعظ و نصیحت کیا کرتا تھا۔ جب ملکہ میری تخت نشین ہوئی تو چند
متعصب رومن کیتھولک پادری ہیڈلی گئے اور ڈاکٹر ٹیلر کے گرجا میں مذہب رومن کیتھولک
کے موافق عبادت کرنے لگے اور جبراً گرجا پر اپنا قبضہ کرنا چاہا۔ ڈاکٹر ٹیلر نے اعتراض کیا
اور آپس میں بحث و مباحثہ ہونے لگا۔ رومن کیتھولک پادریوں نے ملکہ میری کو اطلاع دی اور
ڈاکٹر ٹیلر بحکم ملکہ گرفتار کر کے لندن لایا گیا اور پورے دو سال سخت قید رہنے کے بعد مقدمہ
پیش ہوا۔ اسقف بشپ بونر نے ڈاکٹر ٹیلر کی نسبت کفر کا فتویٰ دیا اور سزائے موت
تجویز کی۔

ایک افسر چند سپاہیوں کے دو بجے شب کو جیلخانہ میں گیا اور ڈاکٹر ٹیلر کو باہر لایا۔ ڈاکٹر ٹیلر
کی بیوی کو شبہ تھا کہ آج رات کو یہ لوگ میرے شوہر کو لیجائینگے سینٹ بوٹلف[1] گرجا کے برآمدہ
میں جو سر راہ تھا یہ مصیبت زدہ بیوی مع اپنے بچوں کے اسکے انتظار میں تمام رات جاگتی
رہی۔ جسوقت یہ لوگ ڈاکٹر ٹیلر کو لیئے ہوئے گرجا کے سامنے سے گذرے تو الزبتھ[2] نے چلا کر
مضطربانہ لہجہ میں کہا کہ ہائے میرا پیارا باپ" اے ماں یہ ظالم میرے باپ کو لئے جاتے ہیں
بیوی نے زور سے پکارا "رولینڈ رولینڈ" (ڈاکٹر ٹیلر کا نام) تم کہاں ہو۔ اسوقت
تاریکی بہت زیادہ تھی۔ ایک دوسرے کو دکھائی نہ دیتا تھا۔ ڈاکٹر ٹیلر اپنی بیوی کی آواز
سنکر ٹھہر گیا اور کہا اے میری پیاری بیوی میں یہاں ہوں۔ جب اسکی بیوی اسکے
پاس پہونچی تو اسنے اپنی چھوٹی لڑکی میری کو گود میں لیکر پیار کیا۔ پھر اسنے اور

(1) St. Botolph.

[2] اسکی بڑی لڑکی

اُسکی بیوی اور بڑی لڑکی الزبتھ نے سربسجدہ ہوکر خدا کی عبادت کی۔
یہ حالت دیکھکر سنگدل افسر اور دیگر ہمراہیوں کے آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ جب بزرگ ڈاکٹر ٹیلر عبادت سے فارغ ہوا تو بیوی کو آغوش محبت میں لیکر آخری رخصتانہ بوسہ لیا اور اُسکا ہاتھ پکڑکر محبت سے ہلایا اور کہا کہ پیاری وفادار بیوی ہمیشہ کیلئے رخصت! اپنی طبیعت کو مستقل رکھنا اور صبر و شکر کرنا خدا کا شکر ہے کہ میں حق پر ہوں خدا میرے بچوں کی پرورش کیواسطے کوئی نگہبان پیدا کر دیگا۔ پھر اپنی چھوٹی لڑکی کی پیشانی پر بوسہ دیا اور کہا کہ خدا تجھپر رحمت کرے اور تجھکو سعادتمند بنائے پھر بڑی لڑکی الزبتھ کا بوسہ لیا اور کہا کہ خدا تجھکو برکت دے اور اپنے حفظ و امان میں رکھے میں دعا کرتا ہوں کہ تم حضرت عیسیٰ اور اُس کے حکم کی فرمانبری کرو اور وہ تمکو بت پرستی سے محفوظ رکھے اسکی بیوی نے کہا کہ پیارے رولینڈ خدا تیری مدد کرے خدا کے فضل سے میں تجھ سے ہیڈلی میں ملوں گی سپاہی ڈاکٹر ٹیلر کو لیچلے۔ اثنائے راہ میں ڈاکٹر ٹیلر کا ملازم جان بل روس کے بیٹے طامس کو لئے ہوئے کھڑا ملا۔ جب ڈاکٹر ٹیلر نے اُسکو دیکھا تو پکار کر کہا کہ بیٹا طامس میرے پاس آؤ جان بل نے اُس لڑکے کو گود میں اُٹھاکر گھوڑے پر ڈاکٹر ٹیلر کے سامنے بیٹھا دیا۔ ڈاکٹر ٹیلر گھوڑے پر سوار تھا۔ ڈاکٹر ٹیلر نے سر سے ٹوپی اُتار کر جو لوگ اسوقت وہاں کھڑے ہوئے تھے اُنکی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ بھائیو یہ میرا لڑکا ہی جو جائز شادی کے ذریعہ میرے نطفہ سے پیدا ہوا ہے اور جائز شادی کو خدا برکت دے۔ پھر اُس نے آسمان کیطرف دیکھکر اپنے لڑکے کیواسطے دعا مانگی اور اپنی ٹوپی اُس کے سر پر رکھدی پھر اپنے ملازم جان بل کے سپرد کر دیا اور جان بل کا ہاتھ پکڑکر کہا کہ اے وفادار ملازم ہمیشہ کیلئے رخصت۔ جان بل زار زار رونے لگا۔ اور ختنے

آدمی وہاں موجود تھے سب کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آخر وہاں سے روانہ ہوکر
برنٹ ووڈ پہونچے وہاں سپاہیوں نے ڈاکٹر ٹیلر کو ایک نقاب پہنایا۔ اسمیں دو سوراخ
دیکھنے کو اور ایک سانس لینے کو تھا۔ یہ امر اسلئے کیا گیا کہ کوئی شخص اسکو نہ پہچانے اور نہ
یہ کسی سے بات چیت کر سکے۔ یہہ برتاؤ اور مظلوموں کے ساتھ بھی کیا گیا تھا۔ ان کا ایمان
انکو بتارہا تھا کہ تم ان مظلوموں کو بیگناہ قتل کرنیکے لئے لیجارہے ہو۔ انکو اندیشہ تھا کہ لوگ
انکا استقلال دیکھکر اور انکی باتیں سنکر جدید عقاید پرٹسٹنٹ کے پابند ہو جائیں گے اور مذہب
رومن کیتھولک کی توہماتی اور بت پرستی کے پرانے عقاید چھوڑ دیں گے۔ تمام راستے ڈاکٹر ٹیلر
کے چہرہ سے آثار مسرت و شادمانی ظاہر ہوتے رہے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کوئی شخص
کسی شادی کے جلسے میں جارہا ہے۔ اثناء راہ میں ڈاکٹر ٹیلر نے افسر اور سپاہیوں کو نصیحت
کی باتیں کیں انکو سنکر وہ لوگ چشم پرآب ہوتے تھے اور سرنگوں ہو جاتے تھے۔ ڈاکٹر ٹیلر نے کہا
کہ بھائیو ہمیشہ اس دنیا میں نہیں رہو گے خدا کو بھی منہ دکھانا ہے حرکات ناشایستہ ترک کرو
اور راہ راست پر آؤ۔ خدا تم پر رحم کریگا۔ وہ لوگ ڈاکٹر ٹیلر کو دیکھکر تعجب کرتے تھے اور آپس
میں کہتے تھے کہ یہ شخص اپنی ہولناک مرگ پر کسقدر خوش ہے اور اسکو ذرا رنج و خوف نہیں ہے۔
ایکدفعہ ڈاکٹر ٹیلر نے کہا کہ صاحبو مجھکو بڑا دھوکا ہوا اور میں نے بھی بہت کو دھوکے میں رکھا
مجھکو خیال تھا کہ میں ہیڈلی کے گرجا میں دفن ہونگا۔ مگر میں نے اس معاملہ میں ان کیڑوں
کو دھوکا دیا جو میرے جسم کو قبر میں کھاتے۔ اب یہ جسم جلاکر خاک کردیا جائیگا اور وہ کیڑے
اپنی غذا سے محروم رہیں گے۔ اسکی یہ بات سنکر اسکے ہمراہی حیران رہگئے اور اسکی مستقل
مزاجی پر تعجب کرنے لگے۔ کہ بلا کسی خوف کے یہ ایسی ہولناک موت کا جو اس کے لئے
طیار ہے مذاق کررہا ہے۔ جب ہیڈلی دو میل رہگیا تو ڈاکٹر ٹیلر نے باجازت افسر گھوڑے

P Brentwood.

سے اُتر کر بے تکلف رقص کرنے لگا اور نہایت خوشی کا اظہار کیا۔ یہ دیکھکر افسر نے تعجب سے دریافت کیا کہ اے بزرگ یہ کیا حرکت ہے۔ تمہارا مزاج کیسے ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ میں بہت اچھی طرح ہوں اور خدا کا شکر ہے کہ میں اپنے گھر آپہونچا۔ دو میل گزرنے پر اپنے باپ کے دروازے پر پہونچ جاؤں گا۔ لیکن کیا ہم شہر کے اندر ہوکر گزریں گے۔ افسر نے کہا کہ ہاں یہ سنکر ڈاکٹر ٹیلر نے کہا کہ خدا تیرا شکر ہے کہ آخری وقت میں اُن لوگوں کو دیکھ لونگا جنکو میں تیرا حکم سناتا تھا اور بہت محبت کرتا تھا۔ اے خدا انپر رحمت کرنا اور راہ راست پر رکھنا۔

قصبہ میں ڈاکٹر ٹیلر کی آمد سنکر مرد و عورت اور بچوں کا اسقدر ہجوم تھا کہ راستہ چلنا دشوار تھا علاوہ قصبہ کے گرد و نواح کے بہت آدمی آگئے تھے جب اُن لوگوں نے اپنے پیارے پادری کو اسطرح مرنے کے لئے لیجاتے ہوئے دیکھا تو سب لوگ زار زار رونے لگے۔ اور فریاد کرنے لگے کہ اے خدا یہ ہمارا پیارا چرواہا جارہا ہے جسنے ہمکو نہایت محبت اور وفاداری سے تعلیم دی ہے اور ہر حال میں ہمارا نگراں رہتا تھا۔ اے رحیم اب ہم پریشان بھیڑ بکریاں کیا کرینگے جب ہمارا چرواہا نہ ہوگا اس کم بخت دنیا کا کیا حشر ہوگا۔ اے خدا اس بزرگ کو طاقت صبر عطا فرما اور اسپر رحم کر۔ اسی طرح تمام لوگ فریاد و زاری کر رہے تھے افسر اور سپاہیوں نے لوگوں کو ذرا دھمکا کر علیحدہ کردیا۔ ڈاکٹر ٹیلر نے بآواز بلند کہا کہ بھائیو میں نے تمکو خدا کی سچائی کا حکم سنا دیا ہے اور آج اُس حکم پر اپنے خون کی مہر کرنے آیا ہوں جب الڈہم کامن پہونچے تو یہاں ایک جم غفیر تھا۔ ڈاکٹر ٹیلر نے کہا کہ یہ کیا مقام ہے اور یہ لوگ کیوں جمع ہیں۔ جواب دیا گیا کہ یہ مقام وہ ہے جہاں تم جلائے جاؤ گے اور یہ لوگ تمکو دیکھنے آئے ہیں۔ اُس نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ میں اپنے گھر آپہونچا اور گھوڑے سے اُتر کر نقاب پھاڑ ڈالا۔ متعصب بشپ بونر نے ڈاکٹر ٹیلر کے سر کے

بال نہایت مضحکہ امیز تراشے اور اُسکو ذلت دیکر اپنی طبیعت خوش کی تھی جب لوگوں نے اس
کا متبرک چہرہ اور سفید لمبی داڑہی دیکھی تو وہ لوگ زار زار رو کر کہنے لگے کہ خدا تجھکو
اپنی امان میں رکھے حضرت عیسی تیری مدد کریں اور تجھکو طاقت دیں اور روح القدس
تجھکو صبر و تسکین دے اور ایسی ہی دعا کے الفاظ کہے،

ڈاکٹر ٹیلر نے چاہا کہ کچھ بولے مگر ایک متعصب ظالم سپاہی نے اُس کے منہ پر لکڑی
مارکر خاموش کردیا جب ڈاکٹر ٹیلر نے دیکھا کہ یہ سنگدل سپاہی مجھکو بولنے نہ دیں گے تو
مجبوراً خاموش ہوکر بیٹھ گیا۔ ایک شخص سے کہا کہ بھائی جان تم میرا لوٹا لیلو اور خود
پہنو پھر کھڑے ہوکر اپنے کپڑے اتارے اور قمیض میں باندہکر ایک مفلس کو دیدئے
اور باواز بلند کہا کہ اے نیک لوگو! میں نے تمکو سوائے خدا کے پاک حکم کے اور کچھ تعلیم
نہیں دی ہے۔ یہ سارے احکام انجیل مقدس کے تمکو تعلیم کئے ہیں اور آج میں اپنے بیگناہ
خون سے اُسپر مہر کرنے آیا ہوں۔ یہ سنکر ایک سنگدل ہومس[1] سپاہی نے مظلوم ڈاکٹر ٹیلر
کے سر پر ایک لٹھ مارا اور کہا کہ اے کافر کیا اسیطرح وعدہ پورا کرتے ہیں۔ آخر وہ مجبوراً
خاموش ہوگیا اور زمین پر گھٹنے ٹیک کر عبادت الہی میں مشغول ہوا یہ دیکھکر ایک غریب عورت
اس مجمع میں سے نکلکر ڈاکٹر ٹیلر کے پاس آئی اور دعا میں شریک ہوئی۔ ہر چند سپاہیوں
نے اُسکو ڈرایا اور دھمکایا مگر اس نے کچھ پرواہ نہ کی اور دعا میں مشغول رہی۔ جب وہ
عبادت سے فارغ ہوا تو ستون آہنی کے پاس گیا اور اُسکو بوسہ دیا اور ایک گڈھے میں
جو ستون کے عقب میں تھا ستون کی طرف پشت کرکے استادہ ہوگیا اور دونوں
ہاتھ بغلوں میں دیکر خاموش ہوگیا۔ اور آسمان کی طرف نگاہ کرکے دعا مانگنے لگا۔ ظالموں
نے اُسکے چاروں طرف بہت سی لکڑیاں جمع کیں اور ایک بیرحم سپاہی نے جسکا نام

1(Homes)

وارو کؔ [1] تھا ایک جلتی ہوئی لکڑی ڈاکٹر ٹیلر کے سر پر پھینکدی جس سے اسکا چہرہ شق ہو گیا اور خون بہنے لگا۔ تب ڈاکٹر ٹیلر نے نہایت ملائمیت سے کہا کہ اے دوست مجھکو کافی ایذا پہونچ رہی تھی۔ اسکی کیا ضرورت تھی۔ پھر دعا میں مشغول ہو گیا۔

سر جان شیلٹن [3] ایک متعصب سنگدل امیر قریب کھڑا تھا اُس نے اُس کے منہ پر نہایت زور سے ایک لکڑی ماری اور کہا کہ اے کافر لیٹن میں دعا مانگ۔ انگریزی میں دعا نہ مانگ آخر کار آگ کے شعلے بھڑکنے لگے اور ڈاکٹر ٹیلر نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا کہ اے رحیم آسمانی باپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے طفیل میں میری روح کو اپنے ہاتھ میں لے" یہ کہکر خاموش کھڑا رہا نہ چلایا نہ آہ و زاری کی۔ ایک ظالم سنگدل سپاہی نے جسکا نام سوئیس [2] تھا نہایت زور سے بندوق کی نال اس بزرگ مظلوم کے سر پر ماری کہ مغز پاش پاش ہو گیا اور بے روح جسم آگ میں گرا اور وہ بزرگ عالم بالا کو رخصت ہوا۔ اسیطرح جلتے وقت بزرگ بشپ لیٹمیر [4] نے بشپ رڈلی [5] سے کہا تھا کہ" آج کے دن انگلینڈ میں ہم وہ شمع روشن کرینگے جو کبھی گل نہ ہو سکے گی پھر دونوں بزرگ آپس میں بغلگیر ہوئے لیٹمیر نے رڈلی سے کہا کہ بھائی صبر و شکر کرو ہمت مردانہ ہاتھ سے نہ دو۔ خدا ہمارے اوپر رحمت کریگا اور نہایت استقلال سے یاد خدا کرتے ہوئے دونوں بزرگوں نے اس دنیا سے کوچ کیا۔

ملکہ میری نے تین سال بیمار رہکر ۱۷ نومبر ۱۵۵۸ء کو وفات پائی۔

---

(1) Warwic (2) Soyce (3) Sir John shelton
(4) Biship Latimar (5) Biship Ridley

ذکر سلطنت ملکہ الیزبتھ ـ "انگلینڈ"

۱۵۵۸ء لغایت ۱۶۰۳ء

۱۵ر جنوری ۱۵۵۹ء کو رسم تاجپوشی ادا ہوئی - ملکہ میری کی وفات کی خبر اسکو اسوقت ملی جب یہ ہیٹ فیلڈ پارک میں ایک درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے کہا کہ خدا کی شان ہے ورنہ یہ امر تو عجیب معلوم ہوتا ہے کہ بجائے اس کے کہ الیزبتھ قلعہ ٹاور میں قید ہوتی اور بہت ممکن تھا کہ قتل کیجاتی اللہ تعالیٰ نے اسکو ملک انگلینڈ کی فرمانروائی دی - اور باشندگان انگلستان سمجھے کہ آج خدا نے ہمکو جلائے جانے سے رہا کیا - اب آئندہ زن و مرد زندہ نہ جلائے جائیں گے اور نہ انگریزوں کو اسپین کے بادشاہ کی خاطر غیر ملک والوں سے جنگ کرنا پڑیگی - ملکہ مذکورہ نے ارادہ کیا کہ غیر ملک والوں کا انتظام امور سلطنت سے کچھ تعلق نہ رکھا جائیگا - وہ جانتی تھی بادشاہ فرانس و بادشاہ اسپین دونوں بڑے زبردست حکمراں ہیں اور دونوں کے پاس بہت زیادہ فوج ہے اور میرے پاس بہت کم فوج ہے - مگر وہ یہ بھی جانتی تھی کہ دونوں بادشاہوں میں سخت مخالفت ہے ایک دوسرے کو انگلینڈ پر حملہ آور نہ ہونے دیگا - اسوجہ سے دونوں کیطرف سے مطمئن تھی اور شاہ فرانس سے اُس نے صلح کر لی -

ملکہ الیزبتھ نے تخت نشینی کے بعد نہایت دانشمندی کی پولیسی اختیار کی - اُسنے خیال کیا کہ اگر ایکایک مذہب رومن کیتھولک سے مخالفت کیجائیگی تو ملک میں بغاوت پھیل جائیگی اور فتنہ و فساد برپا ہو جائینگے - لہذا اُسنے بتدریج رومن کیتھولک لوگوں کو کمزور کرنا شروع کیا - اس نے اپنی بہن ملکہ میری متوفیہ کے ممبران کونسل میں سے گیارہ آدمی بدستور بحال رکھے - لیکن آٹھ ایسے امیروں کا کونسل میں اضافہ کیا جنکو وہ اپنا خیر خواہ اور پراٹسٹنٹ مذہب کا پابند سمجھتی

تھی۔ انکے نام حسب ذیل ہیں۔ مارکوئیس آف نارتھمبرلینڈ (۲) ارل آف بیڈفورڈ (۳) سر طامس پیری (۴) سر ایڈورڈ روجرس (۵) سر ایمبروسی کیو (۶) سر فرانسس نالیز (۷) سر نکولس بیکن (۸) سر ولیم سیسل سے ملکہ الیزبتھ مذہب پراٹسٹنٹ کی ترقی کے متعلق مشورہ کرتی تھی۔ سر ولیم سیسل جو نہایت قابل و دوراندیش تھا اس نے ملکہ سے کہا کہ آپکے والد ہنری ہشتم کے زمانہ سے زیادہ حصّہ آپکی رعایا کا مذہب پراٹسٹنٹ کیطرف راغب ہی۔ اگرچہ ملکہ میری نے جبراً و قہراً ان لوگوں کو مذہب رومن کیتھولک کا پابند رکھّا تھا لیکن اس کے وزیروں کے ظلم و ستم اور خونریزی سے سب لوگوں کو مذہب رومن کیتھولک سے نفرت ہوگئی خدا کا شکر ہی کہ اسوقت مذہبی عقائد میں بادشاہ اور رعایا ہمخیال ہیں لہذا مناسب مصلحت ہی کہ محکمہ جات سلطنت میں اور ملکی و جنگی و مذہبی اور تعلیمی محکموں میں پراٹسٹنٹ لوگ ملازم رکھّے جائیں۔ اور ہر امر میں اُنکو رومن کیتھولک لوگوں پر ترجیح دیجائے اس سے بادشاہ کی طاقت کا اظہار ہوگا۔ اور مذہب پراٹسٹنٹ غالب و فایق ہو جائیگا۔ ملکہ الیزبتھ کی تعلیم و تربیت بچپن سے مذہب پراٹسٹنٹ کی ہوئی تھی۔ اور وہ اُسکی پابند تھی ملکہ نے یہ بات اپنے دل میں طے کرلی تھی کہ معاملات مذہبی میں نہایت سہولیت سے کارروائی کی جائیگی۔ اُسکو ملکہ میری کے خونریز اور جابرانہ طریقوں پر عمل کرنا منظور نہ تھا۔ اُسکو یقین تھا کہ اگر میں پراٹسٹنٹ لوگوں کی ذرا بھی ظاہرانہ طرفداری کروں گی تو وہ آناً فاناً میں رومن کیتھولک لوگوں کو تباہ و برباد کردیں گے اور بڑے فساد و کشت و خون ہوں گے مذہب رومن کیتھولک کا قدیم سے ملک میں رواج ہی۔ ایکدم اُسکی بیخ کنی کرنا عقلمندی و دوراندیشی کے خلاف ہی لیکن الیزبتھ نے یہ امر مصلحت سمجھا کہ پراٹسٹنٹ لوگوں کو جو جبر و ظلم سے پائمال ہو چکے ہیں یہ یقین ہو جائے کہ بادشاہ کی ہمارے اوپر نظر عنایت ہی

(1) Marquis of Northampton (2) Earl of Bedford (3) Sir Thomes Parry

(4) Sir Edward Rogers (5) Sir Ambrose Cave (6) Sir Francis Knolleys

(7) Sir Nicholas Bacon (8) Sir William Cecil.

اور ہمارا ہم مذہب ہے۔ تاکہ اُن کے دلوں سے خوف و اندیشہ نکل جائے اور مطمئن ہو جائیں
ملکہ نے جلاوطن پراٹسٹنٹ لوگوں کے لئے فرمان جاری کیا کہ سب لوگ اپنے وطن کو واپس
آئیں اور جو لوگ اپنی عقاید مذہبی کی وجہ سے جیلخانوں میں مقید تھے وہ سب فوراً رہا کر دیئے گئے
پراٹسٹنٹ لوگوں کے دل میں چونکہ عرصہ سے غم و غصّہ بھرا ہوا تھا آزادی حاصل ہوتے ہی انھوں
نے رومن کیتھولک لوگوں پر زہر اگلنا شروع کیا۔ انھوں نے بھی تیزی کی تیزی جواب دیا اور
ہنگامے و فساد شروع ہوئے۔ ملکہ نے فوراً ایک فرمان جاری کیا کہ آئندہ سے کوئی شخص
بغیر اجازت نامہ حاصل کئے وعظ نہ کہہ سکیگا۔ لیکن اُس نے چند پراٹسٹنٹ بزرگوں کو جو بردبار اور
متحمل مزاج تھے اس حکم سے مستثنیٰ کر دیا اور قانون سابق جسکی رو سے انجیل مقدس اور دیگر
دعاؤں کا انگریزی زبان میں پڑھنا ممنوع تھا اور لیٹن زبان میں پڑھنے کا حکم تھا منسوخ کیا
اور حکم دیا کہ کل ملک کے گرجا شاہی گرجے کی تقلید کریں۔ کل مذہبی معاملات میں حکم شاہی
واجب التعمیل کر دیا گیا بحالت نافرمانی سزائے موت تجویز ہوئی۔ ان احکامات سے مذہب
رومن کیتھولک کے پادریوں کے کان کھڑے ہوئے اور سمجھے کہ آں قدح شکست و آں ساقی نماند
اب مذہب میں تغیر و تبدّل ہونیوالا ہے۔ لہذا ان بزرگوں نے بطور پیش بندی ملکہ الیزبتھ
کی تاجپوشی کی رسم میں شریک ہونے سے انکار کر دیا۔ لیکن امرا نے بمشکل تمام طمع و خوف دلاکر
کارلیسل[1] کے بزرگ بشپ کو رضامند کر کے رسم تاجپوشی ادا کرائی۔ ایسی نیک طینت حکمران
جیسی کہ ملکہ الیزبتھ تھی اپنے اختیارات کے جابرانہ اور بیجا استعمال سے اپنی رعایا کو ناخوش نہیں
کر سکتی۔ ملکہ نے اگرچہ پراٹسٹنٹ لوگوں کی اکثر رعائتیں کیں جن سے انکی حوصلہ افزائی
ہوئی لیکن مذہب میں تغیر و تبدل کرنا اُس نے پارلیمنٹ کی تجویز پر موقوف رکھا جس کے
جمع ہونیکا اُس نے حکم دیا۔ میمبران پارلیمنٹ کا انتخاب رومن کیتھولک کے بالکل خلاف ہوا

(1) "Carlisle"

نا امیدی کی وجہ سے ان لوگوں نے اپنی بزرگی و برتری کیلئے کچھ زیادہ جدّ وجہد بھی نہیں کی۔ ۲۵ جنوری ۱۵۵۹ء کو پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا۔ ممبران پارلیمنٹ کی آرزوئے قلب یہ تھی کہ اپنی نوجوان ملکہ کو ہر طرح رضامند اور خوش کریں گے کوئی امر اسکی خلاف مرضی و منشا نہ کرینگے۔ چنانچہ کل ممبران کی اتفاق رائے سے شروع میں یہ گفتگو کیگئی کہ ملکہ الیزبتھ بحکم خدا اور بموجب قانون ملک بلاشک وشبہ جائز اور سچّی وارث تاج وتخت انگلینڈ کی ہے اور جائز طور پر نسل شاہی سے ہے۔ اوّل بل جو پارلیمنٹ میں پیش ہوا وہ یہ تھا کہ رومن کیتھولک کی جتنی جدید خانقاہیں[1] تعمیر ہوئی ہیں وہ یکلخت بند کردیجائیں۔ اور دہم[2] اور پہلی آمدنی[3] ملکہ کو دیجائیں۔ اس کی منظوری کے بعد سوپریمیسی بل[4] (سردار اعلیٰ) پیش ہوا۔ اور ملکہ سوپریم گورنس قرار دیگئی۔ ملکہ کو بھی باپ اور بھائی کیطرح لامحدود اختیارات مذہبی حاصل تھے تمام بزرگ بشپ (پادری) موجودہ پارلیمنٹ نے اس سرشکن قانون کی نہایت سرگرمی سے مخالفت کی چونکہ یہ بزرگوار دیگر امرا سے زیادہ قابل وتعلیم یافتہ تھے لہذا مباحثہ میں فتحیاب ہوئے لیکن دونوں پارلیمنٹوں کی کثرت رائے ان بزرگوں کے خلاف تھی اسوجہ سے انکو شکست ہوئی اور قانون پاس ہوگیا۔ اس قانون کے ذریعہ سے تاج کو بلا منظوری پارلیمنٹ ونیز جلسۂ پادریان کے معاملات مذہبی کے طے کرنیکے پورے اختیارات حاصل تھے۔ تاج کو اختیار تھا کہ ہر قسم کے کفر وبدعت کو نیست ونابود کرنے کا حکم دے۔ بزرگ پادریوں کے تقرر وتبدل وتنزل وتقرر کا اختیار تھا ہر قسم کا انتظام کرسکتا تھا۔ مذہبی رسوم یا قواعد عبادت کو جاری رکھنا یا منسوخ کرنا اس کے اختیار میں تھا۔ غرضکہ جو اختیارات بزرگ پوپ روم کو حاصل تھے وہ ملکۂ انگلینڈ کو ہوگئے۔ جو شخص ملکہ کی سوپریمیسی کے اقرار سے حلف اٹھانیمیں عذر کریگا اسکو سلطنت میں کوئی ملازمت نہ مل سکیگی اور جو شخص ملکہ کی سوپریمیسی کا انکار

Supreme Governess

(1) Monasteries. (2) Tenth (3) First fruit (4) Supremacy Bill.

کریگا یا اُن اختیارات و حقوق کو جو ملکہ کو حاصل ہیں محروم کرنیکی کوشش کریگا تو اول جرم پر اسکی جایداد اور مال و اسباب ضبط کیا جائیگا دوسرے جرم پر کافر اور باغی سمجھا جائیگا اور تیسرے جرم پر مستوجب سزائے موت کا ہوگا۔ اگرچہ بظاہر یہ سزائیں سخت معلوم ہوتی ہیں مگر سابق میں ایسے جرائم کی جو سزائیں ملکہ کے باپ اور بھائی کیوقت میں دیجاتی تھیں یہ ان کے مقابلہ میں ملایم تھیں۔ ایک قانون پاس کیا گیا جس کے ذریعے سے کل مذہبی قوانین مجوزہ ایڈورڈ ششم منظور کیے گئے۔ اور الکاعمل دراآمد گرجاؤں میں کیا گیا۔ اور بشپ لوگوں کا تقرر بلا منظوری جلسہ پادریوں کے ملکہ کے اختیار میں دیا گیا اور ملکہ کو یہ بھی اختیار دیا گیا کہ اگر کسی بشپ کی جگہ خالی ہو تو اسکی کل جایداد ملکہ ضبط کرلے اور جب کسی بشپ کا تقرر کرے تو اسکو جسقدر مناسب سمجھے اتنی جائداد اپنی تجویز سے اپنے قابض میں سے عطا فرما۔ اسی طرح بہت تھوڑی جاگیریں پادریوں کو دیجاتی تھیں۔ بمقابلہ ان کے جو ضبط کیجاتی تھیں۔ پادریوں کو حکم دیا گیا کہ وہ جایداد یا منافع منتقل نکریں نہ اکیس برس سے زیادہ کیلئے ٹھیکہ کریں۔ پارلیمنٹ کے مواجہہ میں رومن کیتھولک اور پراٹسٹنٹ پادریوں کا مباحثہ ہوا۔ پراٹسٹنٹ پادری فتحیاب ہوئے اور چند رومن کیتھولک پادریوں کو زبان درازی اور گستاخی کی وجہ سے قید کی سزا دیگئی اور وہ لوگ گمراہ و سرکش قرار دئے گئے۔ اس فتحیابی سے پراٹسٹنٹ پادریوں کی بہت جرأت بڑھ گئی اور انھوں نے ایک بل پارلیمنٹ میں منظوری کیلئے پیش کیا یہ بل رومن کیتھولک کی تقدیس کا فیصلہ کرنیوالا تھا۔ اسکا نام ایکٹ آف یونی فارمٹی تھا۔ اسکا مضمون یہ تھا کہ ماس موقوف کیا جائے۔ اور بجائے اس کے شاہ ایڈورڈ نے جو نماز مقرر کی ہو وہ جاری کیجائے جو شخص اس کے خلاف کرے وہ سخت سزا کا مستوجب ہوگا۔ نہایت خوشی سے یہ بل پاس کیا گیا۔ اسی طرح

Act of Uniformity ۔ رومن کیتھولک کی خاص نماز (ع) Mass

ایک اجلاس پارلیمنٹ میں بلا کسی جبر و ظلم و ہنگامہ و فساد کے پورے طور پر مذہبی طریقہ بدل گیا
ایک سلطنت کے آغاز میں اور ایک ایسی نوجوان لیڈی کی مرضی سے جسکے وارث تاج
تخت ہونیکا اکثر لوگوں کو شبہ و اعتراض تھا سنہ ۱۵۶۱ء میں سر ایڈورڈ والڈی گریو* اور اسکی
لیڈی اس جرم میں قلعہ ٹاور میں قید کیے گئے کہ انکے پاس ایک رومن کیتھولک پادری ملازم
تھا اور وہ ماس سنتے تھے اور بہت سے آدمی بھی اسی جرم میں سزایاب ہوئے۔
تمام رومن کیتھولک خانقاہیں بند کر دی گئیں اور پادری اور نن** انگلینڈ سے نکالدیے
گئے اور ملک اسپین کو بھیج دیے گئے۔ چند بادشاہوں نے ملکہ الزبتھ سے سفارشیں کی
کہ رومن کیتھولک کو اپنے ملک سے جلاوطن نہ کیجیے اور انکو اپنے عقیدے کے موافق عبادت
کرنے دیجیے۔ الزبتھ نے جواب دیا کہ ہمکو اپنے ملک میں کسی غیر مذہب کے آدمی کا رکھنا منظور
نہیں ہے کیونکہ یہ لوگ باعث فتنہ و فساد ہوتے ہیں۔ فرانس اور اسپین اور انگلینڈ کا
آخر کار اسطرح فیصلہ قرار پایا کہ شاہان فرانس و اسپین نے جو مقامات ایک دوسرے کی
لڑائی میں فتح کر لیے ہیں وہ چھوڑ دیں اور بادشاہ فرانس کی بیٹی سے بادشاہ اسپین کی
شادی ہوگی اور فرانس و انگلینڈ کا اسطرح تصفیہ ہوا کہ آٹھ برس کے بعد بادشاہ
فرانس مقام کیلے*** کو انگلینڈ کے حوالے کر دے اگر میعاد مقررہ کے گذرنے پر کیلے کو نہ
چھوڑ دیگا تو بادشاہ فرانس پانچ لاکھ کردن (ایک سکہ) جرمانہ ادا کرے اور ملکہ انگلینڈ
کیلے کی مالک ہوگی لیکن اگر اس اثنا میں ملکہ انگلینڈ نے فرانس اور اسکاٹلینڈ سے
جنگ کی تو اسکو کیلے پر حق باقی نہ رہیگا اور اگر بادشاہ فرانس ملکہ انگلینڈ سے جنگ کریگا
تو کیلے اس وقت ضبط کر لیا جائیگا۔ اور ملکہ انگلینڈ کو دیا جائیگا۔ اس صلح سے
تمام یورپ میں امن و امان ہوگیا۔

(***) Calais.

* Sir Edward waldegrave (**) Nuns.

ملکہ الیزبتھ کی خوفناک دشمن ملکہ میری آف اسکاٹ لینڈ تھی - یہ ملکہ نہایت خوبصورت نوجوان
قابل و ہوشیار تھی - اسکی شادی بادشاہ فرانس سے ہوئی تھی جبکہ وہ فرانس میں تھی
تو اسکی والدہ بطور نایب السلطنت اسکاٹ لینڈ میں فرمانروائی کرتی تھی - اسکاٹ لینڈ کی رعایا
زیادہ تر پروٹسٹنٹ ہوگئی تھی اور انکا ارادہ تھا کہ رومن کیتھولک ملک سے بالکل نکال دیئے جائیں
اسکاٹ لینڈ کے امرا کی یہ خواہش تھی کہ پادریوں کی بہت بڑی جایداد ہمارے قبضہ و
تصرف میں آجائے - نایب السلطنت نے فساد رفع کرنیکی غرض سے اپنی امداد کیلئے
فرانس سے فوج طلب کی - ملکہ الیزبتھ کو اندیشہ ہوا کہ اگر فرانس کی فوج نے اسکاٹ لینڈ
کو فتح کرلیا تو وہ انگلینڈ پر بھی حملہ آور ہوگی - لہذا اس نے اہل اسکاٹ لینڈ کی مدد کیواسطے
اپنی فوج انگلینڈ سے بھیجی اور فرانس کی فوج کو اسکاٹ لینڈ سے نکلوا دیا - اس اثنا میں
۱۱ جون سنہ ۱۵۶۰ع کو نایب السلطنت کا انتقال ہوگیا اور اتفاق سے اسی زمانہ میں بادشاہ
فرانس کا بھی انتقال ہوگیا - اور نوجوان ملکہ میری اپنے ملک اسکاٹ لینڈ میں سلطنت کرنیکے
لئے واپس چلی آئی - اگرچہ ملکہ میری رومن کیتھولک کی پابند تھی لیکن اسکی رعایا زیادہ تر
پروٹسٹنٹ تھی اسوجہ سے ملکہ میری کچھ دم نہ مار سکی اور پروٹسٹنٹ کی مزاحم نہ ہوئی -
ملکہ الیزبتھ اپنے ہمسایہ میں ایک رومن کیتھولک ملکہ کے ہونے سے بہت اندیشہ ناک تھی
یہ امر ملکہ الیزبتھ کی بہت بڑی خوشی کا باعث ہوا کہ ملکہ میری اور اسکی رعایا کے مذہب میں
اختلاف ہے اگر ملکہ میری انگلینڈ پر فوج کشی کریگی تو اسکی رعایا ہرگز اسکا ساتھ نہ دیگی - ملکہ
الیزبتھ ملکہ میری سے نہ صرف اسوجہ سے خائف تھی کہ وہ رومن کیتھولک ہے بلکہ بڑا اندیشہ
اسوجہ سے تھا کہ ملکہ میری علاوہ اسکاٹ لینڈ کے تخت انگلینڈ کی بھی حسب ارث دعویدار
تھی کیونکہ وہ بادشاہ ہنری ہشتم کی حقیقی بڑی بہن کی پوتی تھی - وہ کہتی تھی کہ میں ہی

الزبتھ کی والدہ کا حسب شریعت عیسوی ہنری ہشتم سے نکاح ہوا تھا نہ وہ اسکی زوجہ تھی اور الزبتھ کا بوجہ ولدالزنا ہونیکے تخت انگلینڈ پر کوئی حق نہیں ہے - ہنری ہشتم کی دو شادیاں ایک کیتھرائن آف اراگون سے جسکے بطن سے ملکہ میری (مرحوم) پیدا ہوئی تھی اور دوسری این بولین الزبتھ کی والدہ سے ہوئی تھی یہ دونوں شادیاں ایک دوسرے کے برخلاف تھیں - یہ امر غیر ممکن تھا کہ دونوں جایز اور موافق قانون شریعت عیسوی سمجھی جائیں لیکن ملکہ الزبتھ کی پیدائش بمقابلہ میری کے زیادہ مشتبہ اور تاریکی میں تھی بادشاہ کی پہلی شادی بادشاہوں اور بزرگ پوپ روم کی منظوری سے ہوئی تھی اور انگلینڈ کے پراٹسٹنٹ و رومن کیتھولک نے بھی بخوشی یہ بات منظور کرلی تھی کہ ملکہ کیتھرائن سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ وارث جایز تخت انگلینڈ کی ہوگی لیکن بادشاہ ہنری کا پہلی بیوی کو طلاق دینا اور بلا اجازت پوپ روم کے دوسری شادی کرنا بالکل ناجایز تھا اگرچہ انگلینڈ کی پارلیمنٹ نے اور بزرگ پادریوں نے منظور کرلیا تھا لیکن جو لوگ پوپ روم کے معتقد تھے اور اسکو مذہبی رہنما جانتے تھے انھوں نے بادشاہ کی یہ حرکت ناجایز اور خلاف شریعت سمجھی اور الزبتھ کو وارث جایز نہیں سمجھتے تھے - دوسری دعویدار حقدار تخت انگلینڈ شاہی نسل سے ملکہ میری بادشاہ اسکاٹلینڈ تھی کیونکہ وہ بادشاہ ہنری ہشتم کی حقیقی بڑی [illegible] کی پوتی تھی - ملکہ کیتھرائن آف اراگون کا مقدمہ بزرگ پوپ روم کے اجلاس میں پیش تھا کہ بزرگ پوپ اس مقدمہ کا فیصلہ کرے انگلینڈ میں آرک بشپ کرینمر[۱۱] نے ۲۳ مئی ۱۵۳۳ء کو بدرجہ فتوی دیدیا کہ ملکہ کیتھرائن[۱۰] کی شادی ہنری ہشتم سے ناجایز اور خلاف شریعت ہے - اور شروع سے اسوقت تک ناجایز تعلق رہا ۱۵۲۷ء میں بادشاہ نے بزرگ پوپ کو درخواست بھیجی کہ میری شادی ملکہ کیتھرائن سے ناجایز ہوئی ہے کیونکہ

[۱۰] Queen Catherine.
[۱۱] Arch Biship Cranmer.

وہ میرے بڑے بھائی مرحوم کی بیوہ تھی لہذا طلاق دیجائے۔ (سابق میں ہنری کا ناجائز تعلق اپنی بولین کی حقیقی بہن لیڈی میری سے بھی تھا۔ حسب شریعت عیسوی جیسے بھائی کی بیوہ سے نکاح ناجائز ہے اسی طرح بی بی یا مدخولہ کی بہن سے بھی نکاح ناجائز ہے) لیکن قبل اس سے کہ بزرگ پوپ کچھ حکم دے (دو برس تک پوپ نے جواب نہ دیا) بادشاہ نے اپنی بولین سے ناجائز تعلق شروع کر دیا اور تین برس کے بعد ۱۵۳۳ء میں جب اپنی بولین حاملہ ہو گئی تو اس خیال سے کہ اسکی اولاد وارث جائز سمجھی جائے اُس سے خفیہ نکاح کر لیا۔ ۲۵ جنوری ۱۵۳۳ء کو پادری رولینڈلی نے نکاح پڑھایا۔ ملکہ کیترائن چھبیس برس بادشاہ ہنری ہشتم کے نکاح میں رہی اور شاہزادی میری اُس کے بطن سے پیدا ہوئی۔ ماہ مارچ ۱۵۳۴ء میں پارلیمنٹ نے یہ قانون پاس کیا کہ انگلینڈ کا تعلق مذہبی معاملات میں پوپ روم سے بالکل نہیں رہا اور بادشاہ بجائے پوپ کے مالک تجویز کیا گیا۔ اور اسی پارلیمنٹ میں یہ امر تجویز ہوا کہ بادشاہ کی شادی اپنی بولین سے جائز اور موافق شریعت عیسوی ہے اور ناقابل تنسیخ ہے اور شاہزادی میری بنت کیترائن ولد الزنا ہے اور وارث تاج و تخت نہیں ہو سکتی اور ملکہ اپنی بولین کی اولاد جائز وارث تخت و تاج کی ہے اور یہ بھی قانون پاس کیا کہ اگر کوئی شخص زبانی یا تحریری کوئی اعتراض اس شادی یا ملکہ اپنی بولین کی اولاد پر کریگا تو وہ مستوجب سزائے موت کا ہوگا اور سب سے اطاعت و فرمانبری کا عہد و حلف لیا گیا۔

کچھ عرصہ بعد خونخوار بادشاہ کی طبیعت اپنی بولین سے سیر ہو گئی اور دوسرے معشوق کی تلاش ہوئی۔ آخرکار ۹ مئی ۱۵۳۶ء کو بحکم بادشاہ اپنی بولین کو جرم زناکاری میں قتل کرایا گیا۔ اسکی ایک لڑکی جسکا نام الیزبتھ تھا۔ ۱۹ مئی ۱۵۳۶ء کو پھانسی کے تختے پر اپنی بولین نے حسب ذیل تقریر کیا

Rowland & co.

ای نیک عیسائی لوگو! میں یہاں اسوقت معافی مانگنے یا اپنی بیگناہی ثابت کرنے کیلئے نہیں آئی ہوں میں خوب جانتی ہوں کہ اگر میں اپنی صفائی کے متعلق کچھ کہونگی تو نہ اسکا آپ لوگوں سے کوئی تعلق ہے نہ اسکا مجھکو کچھ نتیجہ مل سکتا ہے۔ نہ میری جانبری ہوسکتی ہے میں یہاں مرنے کے لئے آئی ہوں اور ہمیشہ اپنے مالک و بادشاہ کی نہایت عجز سے اطاعت و فرمانبری کرتی ہوں۔ میں راضی ہوں اُسی میں جسمیں رضا ہو اسکی۔ اگر میں نے کبھی بادشاہ کو ناخوش کیا ہے یا اُنکے ساتھ بیوفائی کی ہے تو یہ سزا کافی معاوضہ ہے مجھکو اپنے ججوں یا کسی اور شخص کی شکایت نہیں ہے۔ صرف اس خونخوار قانون کی شکایت ہے جس کے ذریعہ سے میں قتل کیجاتی ہوں۔ لیکن یہ جو کچھ بھی ہو اور میرا کچھ قصور بھی ہو۔

ای بھائیو اور دوستو میں نہایت عاجزی سے درخواست کرتی ہوں کہ آپ لوگ میرے اور اپنے بادشاہ کی ترقی عمر و اقبال کیلئے دعا کریں۔ جو دنیا میں بہترین بادشاہوں میں سے ہے۔ اور اُس نے ہمیشہ میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا ہے اور محبت و مہربانی سے پیش آیا ہے۔ میں بخوشی اسپر جان فدا کرتی ہوں اور آپ سب صاحبو سے نہایت عاجزی سے معافی مانگتی ہوں اپنے ملازموں سے مخاطب ہوکر کہا کہ افسوس میں تمہاری خدمات کا کچھ انعام نہ دیسکی لیکن تم سے درخواست کرتی ہوں کہ میری موت پر صبر و شکر کرنا اور مجھکو کبھی نہ بھولنا۔ بادشاہ کے وفادار رہنا اور آئندہ اُس خوش قسمت لیڈی کی جو تمہاری مالکہ ہو اطاعت کرنا۔ اور ہمیشہ مجھکو دعاے خیر سے یاد رکھنا۔ ملکہ کی یہ گفتگو سنکر سب لوگ زار زار رونے لگے اور اُس کے ملازم بہت بیتاب و بیقرار تھے۔ ملکہ دو زانو بیٹھ گئی اور ایک خادمہ نے اُسکی آنکھوں پر رومال باندھ دیا۔ ملکہ نے کہا کہ ای خدا میری عاقبت بخیر فرما۔ جلاد نے تلوار کا ایک وار کیا اور سر تن سے جدا کر دیا۔

to Jadjes

۱۷ مئی ۱۵۳۶ء کو آرک بشپ کرانمر نے فتویٰ دیا کہ اینی بولین کی شادی بادشاہ سے شروع ہی سے ناجائز اور خلاف شریعت تھی اور اس سے جو لڑکی الزبتھ پیدا ہوئی وہ ولد الزنا ہے۔ اور وارث تخت و تاج نہیں ہو سکتی۔ اسی بزرگ نے ۱۵۳۳ء کی ۲۸ مئی کو بمقام لیمبتھ* فتویٰ دیا تھا کہ اینی بولین کا نکاح بادشاہ سے جائز اور موافق شریعت ہے اور ملکہ کیتھرائن کا نکاح ناجائز و خلاف شریعت ہے۔ غرضیکہ اس بزرگ پادری کرانمر کے فتوؤں سے دونوں بیبیاں ناجائز اور دونوں لڑکیاں ولد الزنا تھیں۔ اینی بولین کے قتل کے روز لباس فاخرہ رنگ سفید ہنری ہشتم نے زیب تن کیا جس سے خوشی کا اظہار ہوتا تھا اور دوسرے روز ۲۰ مئی ۱۵۳۶ء کو اس سنگدل بادشاہ نے جین سیمور ایک لیڈی سے نکاح کیا اور عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔ شاہزادی الزبتھ ۷ ستمبر ۱۵۳۳ء کو پیدا ہوئی تھی اسکی عمر تین سال کی تھی جب اسکی ماں قتل کیگئی تھی۔ بادشاہ کے کمینے اور سنگدل ملازموں نے آقا کی کم توجہی دیکھکر اسکی خور و پرداخت ترک کردی۔ ظالم و بیرحم بادشاہ نے اس شاہزادی کے ولد الزنا ہونیکا عام اعلان کردیا اور محروم الارث کیا۔ وہ اسقدر تہی دست تھی کہ اسکی گورنس (اتالیق) لیڈی برین نے لارڈ کرامول کو حسب ذیل خط لکھا۔

"مائی لارڈ۔ میں آپ سے التجا کرتی ہوں کہ آپ اس معصوم بچی پر نظر عنایت فرمائیں اور اس کے لئے لباس و پوشیدنی کا انتظام فرمائیں۔ نہ اس کے پاس گاؤن ہے نہ واسکٹ نہ قمیض اور نہ کوئی کپڑا اور نہ رومال ہے نہ مفلر اور نہ اور ضروری کپڑے ہیں جو عورتیں استعمال کرتی ہیں۔"

کچھ عرصہ کے بعد جب بادشاہ کا غصہ کم ہو گیا تو شاہزادی کے خورد و نوش و ...

Lambeth.* (لیمبتھ) Lady Bryan

(* صفحہ ۱۴۹ جلد ۱۹ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا)

Lord Cromwell

L. Jane Seymour

تعلیم وغیرہ کیطرف توجہ فرمائی - انیس برس کی عمر میں شاہزادی الزبیتھ نہایت فہیم
دانشمند مہذب و تعلیمیافتہ لیڈی تھی اُس کے چہرہ پر شاہانہ شوکت و جلال ظاہر
ہوتے تھے - اسکی مردانہ طبیعت زنانہ کمزوریوں سے مستثنی تھی - فرنچ اٹیلین
اور لیٹن اور گریک مثل انگریزی کے بولتی تھی نہایت خوشنویس تھی اور علم موسیقی سے
بھی بخوبی واقف تھی شاہزادی الزبیتھ کو اب ہٹ فیلڈ میں ملکہ میری کی خبر وفات ملی چند
روز بعد وہ لندن گئی بازاروں میں باشندگان شہر و بیرونجات کا بہت ہجوم تھا اور سب
لوگ بآواز بلند مبارکباد دیتے تھے اور دعائے ترقی عمر و اقبال کرتے تھے جب وہ قلعہ
ٹاور میں بجلوس شاہانہ داخل ہوئی تو اُسنے خیال کیا کہ چند روز قبل میں بطور واجب القتل
قیدی کے یہاں آئی تھی - یا آج خدا کے فضل سے بطور بادشاہ کے اس قلعہ میں داخل
ہوئی ہوں - فوراً سواری سے اتری اور شکر خدا کا سجدہ بجا لائی - کہ خدا نے اسکو
خونخوار دشمنوں کے پنجہ اجل سے نجات بخشی - جسطرح کہ سابق میں بزرگ دانیال* کو
شیروں سے محفوظ رکھا تھا - الزبیتھ نے ازراہ دوراندیشی و نیک باطنی تمام غم و
غصہ و گذشتہ مصائب کو اپنے دل سے بھلا دیا اور جو لوگ سابق میں اُس کے ساتھ
سختی و بدسلوکی سے پیش آئے تھے اُن کے ساتھ بھی اخلاق و تواضع سے پیش آئی
شخص مسما سر ہنری بیڈنگ فیلڈ** جسکی حراست میں شاہزادی الزبیتھ سپرد کی گئی تھی
اور اس سنگدل وحشی امیر نے غیر معمولی سختی کا برتاؤ کیا تھا اور نہایت کج خلقی سے
پیش آیا تھا اب جسوقت وہ اگر قاعہ ملوس ہوا تو الزبیتھ اُس سے بکشادہ پیشانی پیش
آئی اور تمام ایام سلطنت میں اُس کے ساتھ کوئی برائی نہیں کی ہمیشہ عزت و آبرو
کرتی رہی - جب بزرگ بشپ لوگ اُس کے پاس مبارکباد اور دعا دینے کو حاضر

* Daniel (**) Sir Henry Bedingfield.

ہوئے تو سوائے بشپ بونر کے جو نہایت ظالم و خونخوار تھا اور جس نے بہت بیگناہ
ملکہ میری مرحوم کے زمانہ میں نہایت عذاب سے جلا کر ہلاک کرائے تھے اور سب پادریوں
سے نہایت اخلاق و تہذیب سے پیش آئی اور انکی عزت و آبرو بہت کی تھی

چند روز بعد امور خانگی کے انتظام سے فارغ ہو کر الزبتھ نے دیگر ممالک کے سلاطین
کو اپنی بہن میری کی وفات اور اپنی تخت نشینی کی اطلاع دی - اور لارڈ کوبھم کو
ملک نیدرلینڈس میں بادشاہ فلپ (ملکہ مرحوم کا شوہر) کے پاس بھیجا اور اسکی
سرپرستی و مہربانی کا شکریہ ادا کیا اور درخواست کی کہ آئندہ بھی مجھ پر نظر عنایت
رکھی جائے اور بدستور سابق آپس میں دوستی کا برتاؤ قایم رکھا جائے - فلپ اپنے دل میں
سمجھتا تھا کہ الزبتھ سے میرا نکاح ہو جانے پر انگلینڈ پر میری حکومت ہو جائیگی - یہ بات
میری کے وقت میں اسکو حاصل نہ ہوئی تھی -

فلپ نے فوراً اپنے سفیر متعینہ لندن ڈیوک آف فیریا کو حکم بھیجا کہ ملکہ الزبتھ سے درخواست
کرے کہ وہ ہم سے شادی کرلے اور ہم بزرگ پوپ سے بھی اسکی اجازت منگالیں گے
ملکہ الزبتھ نے نہایت مہذب الفاظ میں اس درخواست کو نامنظور کیا لیکن ایسا مذبذب
جواب دیا کہ جس سے فلپ کو کامیابی کی امید باقی رہی اور اسنے اس معاملہ میں بزرگ
پوپ سے تحریک شروع کی -

ذکر ملکہ میری فرمانروائے اسکاٹلینڈ

سنہ ۱۵۶۰ء لغایت سنہ ۱۵۶۸ء قتل سنہ ۱۵۸۷ء

انگلینڈ اور دیگر ممالک کے شاہزادوں نے ملکہ الزبتھ کی خواستگاری کی لیکن اس نے

Cobham

سب کو جواب صاف دیا اور کہا کہ مجھکو بادشاہ بنکر کسی کا تابع ہونا منظور نہیں ہے اسی
طرح ملکہ میری فرمانروائے اسکاٹلینڈ کی بھی خواستگاری اکثر امیرزادوں اور والیان ملک
نے کی اور لارڈ ڈارنلی# ایک حسین نوجوان امیرزادی کو ملکہ میری نے اپنی زوجیت کے
لئے منتخب کیا اور اول اسکو ارل آف روس## اور ڈیوک آف البنی کے خطابات سے
جو خاندان شاہی کیلئے شایاں ہوتے تھے سرفراز کیا۔ اور بزرگ پوپ روم کی اجازت
بھی اس شادی کیلئے لیگئی تھی۔ لہذا ۲۹ جولائی ۱۵۶۵ع کو ہولی روڈ‡ شاہی گرجا
میں موافق مذہب رومن کیتھولک ملکہ میری اور ڈیوک ڈارنلی کا نکاح ہوا لیکن چونکہ ڈیوک
ڈارنلی پروٹسٹنٹ تھا اس لئے وہ ماس (کار لیند نکاح) کے وقت علیحدہ رہا۔ ملکہ نے از
راہ محبت ڈیوک کو بادشاہ کا خطاب دینا بھی منظور کیا تھا لیکن دو وجوہ سے اول اجلاس
پارلیمنٹ کے منعقد ہونے پر اسکی منظوری حاصل کرنے۔ دوم ڈیوک کی عمر ۲۱ سال ہو
جانے پر ملتوی رہا۔ اسوقت ڈیوک کی عمر ۱۹ سال کی تھی اور ملکہ کی ۲۳ سال کی تھی
لیکن ضدی ناعاقبت اندیش اور تندمزاج ڈیوک نے کہا کہ یا تو خطاب ابھی ہوگا ورنہ
پھر کبھی نہ ہوگا اسلئے ملکہ کو مجبوراً خطاب شاہی کا اعلان کرنا پڑا۔ لہذا نکاح کے روز
دوبارہ گرجا میں خطاب شاہی کا اعلان کیا گیا جسپر باوجودیکہ تمام ارکان سلطنت گرجا
میں موجود تھے کسی نے لفظ آمین نہیں کہا خاموش اور سرنگوں رہے۔ صرف ڈیوک
کے باپ نے کہا کہ خدا ملکہ کو سلامت رکھے۔ یہ شادی ملکہ میری کے سوتیلے بھائی لارڈ
جیمس مرے‡‡ اور دیگر امرائے سلطنت کے خلاف مزاج ہوئی تھی اور انکو بہت
کوشش کی تھی کہ یہ شادی نہ ہو کیونکہ ڈارنلی نہایت مغرور، سیاہ قلب اور بدکار
مشہور تھا اور مذہب کا بھی وہ اتنا پابند نہ تھا۔ اسی طرح ایک دوسرا شخص بھی تھا

‡ Holyrood ‡‡ Lord James Murray.

Lord Darnley. ## Earl of Ross.

جس سے سب امرا متنفر و بیزار تھے اسکا نام ڈیوڈ رزیو* تھا۔ یہ شخص اٹلی کا باشندہ تھا
علم موسیقی میں کامل ہونیکی وجہ سے ملکہ نے اسکو اپنا سیکرٹری مقرر کیا اور اس سے بہت
محبت کرتی تھی۔ کیونکہ وہ نہایت دانشمند اور ہوشیار تھا۔ بوجہ اس کے رومن کیتھولک
ہونے کے سب کو یہ گمان تھا کہ یہ شخص پوپ روم کا ایجنٹ ہے قبل نکاح ڈارنلی
نے رزیو سے دوستی پیدا کی تھی اور اس کے ذریعہ سے اپنی سفارش ملکہ میری سے کرائی
تھی بعد نکاح ہو جانیکے ڈارنلی کا مزاج ہفت آسمان پر جا پہونچا اور غرور و بدمزاجی کی
کوئی حد نہ رہی۔ دو شخصوں سے نہایت ناخوش اور بیزار تھا حتی کہ ان کے خون کا
پیاسا تھا ایک ارل مرے کا کیونکہ اس نے شادی کی سخت مخالفت کی تھی اور جب
ملکہ نے نہ مانا تو وہ ناخوش ہوکر دربار سے اپنی ریاست میں چلا گیا۔ دوم ڈیوڈ رزیو چونکہ
ملکہ اس سے بڑی محبت کرتی تھی اور اکثر تنہائی میں گھنٹوں تک وہ ملکہ کے پاس حاضر رہتا تھا
(یہ شخص ضعیف العمر اور بدرو تھا) ڈارنلی کو ملکہ کا اس شخص سے محبت کرنا سخت ناگوار تھا
اور اس کے دل میں ملکہ کے چال چلن کی نسبت شبہ پیدا ہوا۔ ڈارنلی نے اپنے چند احباب
سے غریب رزیو کے قتل کرنیکا مشورہ کیا چنانچہ ۹ مارچ سنہ ۱۵۶۶ء کو وقت شب ڈارنلی
اپنے چند دوستوں کو جو اس کے ہمراز تھے اپنے کمرے میں لایا جو ملکہ کے کمرے کے قریب تھا
اسوقت ملکہ کھانا کھا رہی تھی اور اجل رسیدہ رزیو اور لیڈی آرگل*** ملکہ کے ساتھ
کھانے میں شریک تھے۔ ناگاہ ڈارنلی نشہ شراب میں مخمور و بدمست جھومتا ہوا ملکہ
کے کمرے میں داخل ہوا۔ اسکو اس خراب حالت میں دیکھکر ملکہ نے کہا خدا خیر کرے
ڈارنلی نے ازراہ محبت ملکہ کے گلے میں باہیں ڈالیں اور بوسہ لینے کا قصد کیا لیکن
ملکہ نے چیں بجبیں ہوکر اس بدتہذیبی سے روکا تو اس نے رزیو سے غصہ ہوکر

* David Rizzio *** Lady Argyll

کہا کہ او پاجی کمینے تیرا یہاں کیا کام ہے فوراً کمرے سے باہر چلا جا۔ اگر ذرا بھی تامل کریگا تو میں تجھکو ہلاک کر دونگا۔ ملکہ نے بزبان تلخ کہا کہ آپ ایسی گستاخانہ و ناشایستہ گفتگو ہمارے روبرو نہ کیجئے۔ رزیو کو ہم نے بلایا ہے وہ ہمارے حکم و مرضی سے یہاں موجود ہے آپکو کوئی حق اُسکو یہاں سے نکالنے یا تہدید کرنیکا نہیں ہے۔ بہتر ہے کہ آپ اپنے کمرے میں جاکر آرام کریں اسوقت آپکی حالت تغیر ہو رہی ہے ملکہ کی یہ سخت گفتگو سنکر ڈارنلی کی آتش غضب اور زیادہ بھڑکی۔ اُس نے ایک چیخ ماری کہ کمرہ گونج گیا۔ دوسری کمرے میں اس کے دوست اس اشارے کے منتظر تھے۔ یکایک برہنہ تلواریں ہاتھ میں لئے ہوئے ملکہ کے کمرے میں داخل ہوئے اور رزیو پر حملہ آور ہوئے۔ وہ خوف زدہ ملکہ کی کرسی کے نیچے جا چھپا۔ ملکہ کو چھ ماہ کا حمل تھا اور طبیعت بھی ناساز تھی اسی غمناک نظارہ سے اُسکو غش آگیا بیرحم قاتلوں نے اُسکو ٹانگ پکڑکر کرسی کے نیچے سے گھسیٹا اور چند زخم ہائے کاری تلوار کے اسکے جسم پر لگائے اور کشاں کشاں دوسرے کمرے میں لائے اور نہایت تکلیف سے اُسکو قتل کیا اور سر کاٹکر کھڑکی کی راہ سے باہر پھینکدیا تھوڑی دیر کے بعد ملکہ کو ہوش آیا تو رزیو کا حال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ظالموں نے اُسکو قتل کر دیا۔ ملکہ نے آہ سرد کھینچی اور کہا کہ اب آنسو بہانے سے کیا فایدہ اس خون ناحق کا بدلہ لیا جائیگا۔ ملکہ پھر اس خوفناک واقعہ کو زبان پر نہ لائی۔

۱۱ مارچ ۱۵۶۶ء کو لارڈ مرے اور اُسکے دوست ایڈنبرگ[۴] میں آئے۔ ملکہ میری نے اپنے بھائی کو سینہ سے لگایا اور پیشانی کو بوسہ دیا اور آبدیدہ ہوکر کہا کہ عزیز از جان تم یہاں موجود ہوتے تو میری یہ ذلت گوارا نہ کرتی اور میرے قابل سکریٹری کی جان ضائع نہ ہوتی۔ لارڈ مرے یہ واقعہ سنکر چشم پر آب ہوا اور ملکہ کی تسلی و تشفی کی۔

[۴] Edinburgh

نے اپنے شوہر ڈارنلی کو سمجھایا کہ تم رزیو کے قاتلوں کو اپنی رفاقت سے علیحدہ کردو ورنہ
تمہارے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ اس کندہ ناتراش نے اپنے دوستوں کا ساتھ چھوڑا اور
خفیہ طور پر رات کو ملکہ کے ساتھ قلعہ ڈنبار کو چلا گیا اور دوسرے روز ایک اعلان جاری
کیا کہ رزیو کے قتل کا حال مجھکو بالکل معلوم نہیں۔ باتھ ویل اور ہنٹلی اور دیگر امرا جو
ملکہ کے موافق و خیرخواہ تھے وہ قلعہ ڈنبار میں مع اپنے ہمراہیوں کے حاضر ہوئے اور ۱۹ تاریخ
کو ملکہ مع آٹھ ہزار فوج کے بڑی شان و شوکت سے ایڈنبرگ میں داخل ہوئی۔ قاتلان
رزیو ملکہ کے خوف سے فوراً انگلینڈ کو فرار ہو گئے۔ ملکہ کو اپنے نامعقول شوہر سے بہت
نفرت و بیزاری ہو گئی تھی۔ باتھ ویل اور لارڈ مرے پر ملکہ بھروسہ کرتی تھی۔ اور یہ
دونوں اُس کے مشیر و صلاح کار تھے۔ ۱۹ جون ۱۵۶۶ء کو ملکہ میری کے بطن سے
شاہزادہ جیمس اسٹوارٹ وارث تاج و تخت اسکاٹلینڈ و انگلینڈ پیدا ہوا
اس خوشخبری کی اطلاع کیلئے سر جیمس میلویلی ملکہ الزبتھ کے پاس انگلینڈ بھیجا گیا جب
وہ الزبتھ کی خدمت میں پہونچا تو اسوقت ملکہ محل شاہی گرینوچ میں تھی۔ اُس نے بیماری
سے ابھی شفا پائی تھی۔ اسوقت ملکہ بطور تفریح رقص فرما رہی تھیں کہ لارڈ سیسل نے
یہ خوشخبری ملکہ کو سنائی۔ اُسنے فوراً رقص موقوف کیا اور بیٹھ گئی اور اپنے رخساروں کو
ہاتھ پر رکھکر سرنگوں ہو گئی۔ پھر یکایک سر اٹھا کر فرمایا کہ اسکاٹلینڈ کی ملکہ ایک خوبصورت
لڑکے کی ماں ہوئی اور میں بدنصیب مثل سنگ خارا کے بے ثمر ہوں۔
ملکہ میری کو دن بدن اپنے شوہر سے نفرت بڑھتی جاتی تھی جب ڈارنلی نے دیکھا
کہ [illegible] کیونکہ جو لوگ اسکی صحبت میں رہتے
تھے ملکہ ان سے بھی نفرت کرتی تھی۔ ملکہ کی ناراضگی کیوجہ سے امرائے ڈارنلی کے

+ Dunbar Castle ++ Bothwell +++ Huntly ++++ James Stuart

(2) Greenwich ++ Sir James.

پاس آنا جانا قطع کر دیا۔ ملکہ وزیر باتہ ویل سے اسقدر محبت کرتی تھی کہ عوام میں چہ میگوئیاں
ہونے لگیں اور نوجوان ملکہ کے چال چلن پر شبہ کرنے لگے قضارا ایک معاملہ ایسا واقع
ہوا کہ لوگوں کا شبہ یقین سے بدل گیا۔ سرحد پر جو بدنظمی ہو رہی تھی اُس کے انتظام کیلئے
ملکہ بمقام جیڈبرگ گئی تھی اور باتہ ویل کو وہاں کا ناظم مقرر کیا تھا۔ اور اپنی روانگی
کیوقت اُسکو وہاں بھیج دیا تھا۔ اتفاقاً وہاں ایک ہنگامے میں ایک شخص مسمی ایلیٹ
کے ہاتھ سے باتہ ویل زخمی ہوگیا۔ باتہ ویل کے ملازم اُسکو قلعۂ ہرمیٹیج میں لیگئے جب ملکہ
جیڈبرگ پہونچی اور یہ حال معلوم ہوا تو نہایت متفکر اور پریشان ہوئی۔ دو تین روز کے
بعد حالانکہ موسم سخت تھا اور سڑکیں خراب حالت میں تھیں مگر ملکہ نے قلعۂ ہرمیٹیج جانے
اور باتہ ویل کو دیکھنے کا مصمم ارادہ کر لیا آخر گھوڑے پر سوار ہو کر معہ چند ہمراہیوں کے
ہرمیٹیج جو کہ بیس میل تھا تشریف لیگئی۔ باتہ ویل کو دیکھکر ملکہ کا اطمینان ہوا کہ اُسکی جان
خطرہ میں نہیں ہے۔ باتہ ویل ملکہ کو دیکھکر باغ باغ ہوگیا اور شعر مندرجہ ذیل پڑھا۔

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے * کبھی ہم اُنکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

اور دست بستہ عرض کیا کہ ملکۂ عالم حضور نے اس غلام جان نثار کو سرفراز فرمایا جو اس تاریک کلبہ
کو اپنے شعاعِ حسن عالم افروز سے منور فرمایا۔ اور آپنے اپنی تکلیف کا بھی کچھ خیال
نہ فرمایا۔ ابیات +

بخوبی ہمچو مہ تابندہ باشی　　بملک دلبری پایندہ باشی
بمظلوماں نگاہ لطف کردی　　کرم کردی الٰہی زندہ باشی

ملکہ نے بلب تبسم فرمایا کہ وفادار ملازموں کی قدردانی ہمارا فرض ہے یہ کہکر مریض کی
طرف بہ ناز و انداز سے دست نازک بڑھایا۔ اس خستہ جگر نے نہایت شوق و تمنا

Jedburgh. # Elliott. # Hermitage

سے بوسہ لیا اور تہ دل سے اپنی مہربان ملکہ کا شکریہ ادا کیا۔ ملکہ باتھ ویل سے رخصت ہو کر
اسی روز جیڈبرگ واپس چلی گئی۔ اس غیر معمولی محنت اور سفر کی تکان سے ملکہ کو بخار
ہو گیا اور چند روز سخت علیل رہی آخر کو شفا پائی۔ صحت پاؤ کے بعد ملکہ ایڈنبرگ کے
قریب قلعہ کرگ ملیر* میں رونق افروز ہوئی یہاں میٹ لینڈ* اور دیگر امرا نے ملکہ کو
ڈارنلی سے طلاق لینے کا مشورہ دیا لیکن ملکہ نے فرمایا کہ طلاق لینے سے ہمارے لڑکے
کی سبکی ہوگی اسوجہ سے طلاق لینا منظور نہیں ہے۔

۱۷ دسمبر ۱۵۶۶ء کو بمقام اسٹرلنگ* شاہزادہ کو بپتسمہ دینے کی رسم ادا ہوئی
اگرچہ ڈارنلی قلعہ میں موجود تھا لیکن یا تو غرور سے یا ملکہ کی سرد مہری کی وجہ سے اس
جلسہ میں شریک نہ ہوا۔ فرانس اور انگلینڈ کے سفیروں کی مہمانداری کیلئے ملکہ نے
باتھ ویل کو مقرر کیا۔ یہ لوگ شاہزادہ کی بپتسمہ کی رسم میں شریک ہونیکے لئے آئے تھے

۲۴ دسمبر ۱۵۶۶ء کو باتھ ویل کی سفارش سے ملکہ نے مارٹن* اور دیگر قاتلان
رزیو کو معافی دیدی اسی دن ڈارنلی اپنے باپ کے پاس گلاسگو* چلا گیا۔ وہاں پہنچ کر
مرض چیچک میں مبتلا ہو گیا ملکہ نے اسکی بیماری کی خبر سنکر اپنا خاص ڈاکٹر اسکے
علاج کیلئے بھیجدیا۔

۲۰ جنوری ۱۵۶۷ء کو باتھ ویل اور میٹ لینڈ مارٹن کے پاس [illegible]
[illegible] گئے اور اس سے ڈارنلی کے ہلاک کرنیکا مشورہ کیا اور کہا کہ ملکہ کی بھی
مرضی ہے کہ اس بدبخت کا قصہ پاک کیا جائے لیکن مارٹن نے انکار کیا اور کہا کہ ایک
مصیبت سے تو ابھی نجات ہوئی ہے اب تم دوسری پریشانی میں ڈالنا چاہتے ہو اگر تم
اس کے متعلق ملکہ کا تحریری حکم لادو تو مجھکو تعمیل حکم میں کچھ عذر نہ ہوگا۔ مگر تحریری

Craigmillar — Maitland # Stirling & Morton

Glasgow.

اجازت نامہ ملکہ سے حاصل کرنا غیر ممکن تھا۔ یا تو باتہ ویل کو ملکہ سے اس امر کے کہنے کی جرأت نہ ہوئی یا ملکہ نے ازراہ احتیاط و دور اندیشی تحریر کا دینا منظور نہ کیا۔ رزیو کے قتل سے اسدم تک ملکہ اپنے شوہر سے بالکل ملتفت نہ ہوئی تھی

۲۰ تاریخ کو جو ملکہ نے اپنے سفیر متعینہ پیرس کو جو خط لکھا تھا اُسمیں ڈارنلی اور اس کے باپ کی شکایت لکھی تھی۔ دوسرے روز ملکہ گلاسگو گئی جبتک وہاں مقیم رہی اپنے شوہر سے بہت اخلاق و محبت سے پیش آئی لیکن اس اثنا میں جو خطوط اُس نے باتہ ویل کو بھیجے تھے وہ انتہا درجہ کے محبت آمیز الفاظ سے پر تھے۔ ملکہ کی غرض اپنے شوہر کو قابو میں لانیکی تھی اس میں وہ کامیاب ہوئی۔

۳۱ تاریخ کو ملکہ اپنے شوہر کو ایڈنبرگ لائی چونکہ اُسکو مرض متعدی تھا اسوجہ سے ڈاکٹروں نے مشورہ دیاکہ بادشاہ محل ہولی روڈ میں جہاں ملکہ اور شاہزادہ رہتے تھے قیام نہ کریں کیونکہ وہاں آدمیوں کا ہجوم زیادہ رہتا ہے اور ہوا صاف نہیں ہے ایڈنبرگ سے کچھ فاصلہ پر کرک آف فیلڈ ایک عالیشان مکان تھا جہاں فی زمانہ ایڈنبرگ کالج ہے اُس کے قریب میں اور کوئی مکان نہ تھا۔ شاہی ڈاکٹروں نے وہ مکان بادشاہ کے قیام کیلئے تجویز کیا اس لئے کہ وہ مکان کھلے میدان میں تھا اور آب و ہوا نہایت عمدہ تھی۔ چنانچہ اسباب و سامان سے وہ مکان بادشاہ کیلئے آراستہ کیا گیا۔ ملکہ بادشاہ سے ملنے کیلئے روزانہ اس مکان میں آتی تھی۔ اور چند مرتبہ رات کو بھی ایک کمرے میں جو بادشاہ کے کمرے کے نیچے تھا آرام کیا۔

مورخ سیلوبلی کا بیان ہے کہ بہت آدمیوں کو یہ شبہ تھا کہ باتہ ویل بادشاہ کی نقصان رسانی میں کوئی خوفناک تدبیر کر رہا ہے۔ لارڈ مرے کی عموماً یہ عادت تھی

= Paris # Kurk of Field.

کہ جب کوئی خوفناک حادثہ واقع ہونیوالا ہوتا تھا تو وہ اُسجگہ سے علیحدہ ہوجاتا تھا چنانچہ
اس منحوس و مہلک روز بھی وہ اپنی بیوی کی سخت بیماری کا بہانہ کرکے کسی دور مقام پر
چلا گیا۔ اثناءِ راہ میں اُس نے ایک اپنے رازدار سے کہا کہ ڈارنلی کا پیمانہ عمر لبریز ہوچکا ہے
شاید کل کا دن بھی دیکھنا اُسکو نصیب نہ ہو۔ اسروز ملکہ معہ چند امرا کے اپنے شوہر کے پاس
گیارہ بجے رات تک رہی اور نہایت پیار و محبت سے پیش آئی۔ گیارہ بجے کے بعد ملکہ اپنے
مکان ہولی روڈ کو چلی آئی۔ کیونکہ اُسکو اپنے ملازم سبسٹین آورنیک کی شادی کے جلسہ
میں شریک ہونا تھا۔ ملکہ کی روانگی کے تین گھنٹے کے بعد یعنی دو بجے صبح کے ایک مہیب
و ہولناک آواز آئی اور محل شاہی اور شہر متزلزل ہوگئے۔ لوگوں نے شہر سے باہر نکلکر دیکھا
مکان کرک آف فیلڈ جسمیں بادشاہ رہتا تھا بالکل مسمار ہوگیا ہے اور بادشاہ اور اس کے
خانساماں کی لاشیں باغ میں اُفتادہ ہیں۔ ڈارنلی کی نعش ایک قریب کے مکان میں لائی گئی
اور تجہیز و تکفین کا انتظام کیا گیا

مورخ میلویلی بیان کرتا ہے کہ ۱۰ فروری کی صبح کو میں محل میں گیا تو ملکہ کو نہایت ملول و
غمگین ایک کمرے میں بیٹھا ہوا دیکھا۔ اس اثنا میں ارل باتھ ویل میرے پاس آیا اور
ایک عجیب و غریب واقعہ بیان کیا کہ میں نے رات بچشم خود دیکھا کہ آسمان سے بجلی گری اور
اس مکان کو جلا دیا جسمیں بادشاہ تھا اور بادشاہ باغ میں اُفتادہ تھا۔ بادشاہ
کے مرنے کی اصلیت بالکل معلوم نہ ہوئی۔ یہ واقعہ ایک راز تھا جو مخفی رہا۔

کبھی ایسا ہولناک قتل ایسی بے شعوری سے نہیں کیا گیا۔ اس روز آسمان پر کسی
قسم کے طوفانی آثار نہ تھے معمولی آدمی بھی بارود سے اُس مکان کے اڑنے کا آثار
دیکھ سکتا تھا۔ سب لوگوں کو فوراً باتھ ویل پر شبہ ہوا لیکن اُسوقت ملکہ اور پارلیمنٹ

Sebastian Avergnac.

اور ایسٹ لینڈ پر کسیطرح کا شبہ نہیں کیا گیا۔ سکریٹری میٹ لینڈ۔ مارٹن بٹلی اور آرگل
اور دیگر امرا جنکو ملکہ کا قرب حاصل تھا اور ملکہ کا بھائی لارڈ مرے یہ سب لوگ باتھ ویل
کی دوستی کا دم بھرتے تھے اور اسکی بیگناہی کا اقرار کرتے تھے چند امرا ایسے بھی تھے جو
اس خوف سے باتھ ویل کے جرم کا اظہار نکر سکتے تھے کہ اپنی شرکت جرم ظاہر ہو جائیگی ملکہ
اور لارڈ مرے کی نسبت تمام لوگوں کو شریک جرم ہونیکا شبہ تھا مگر اور لوگونکی نسبت
مجرم ہونیکا پورا یقین تھا۔

۱۲ فروری ۱۵۶۷ء کو ان امیروں نے ملکہ کیطرف سے ایک اشتہار جاری کیا کہ
جو کوئی بادشاہ کے قاتلوں کا پتہ لگائیگا اسکو دو ہزار پونڈ انعام دیا جائیگا۔ ۱۶ فروری کو
ایڈنبرگ کے بازاروں میں کاغذ کے اشتہار لگے ہوئے پائے گئے جسمیں یہ تحریر تھا کہ بادشاہ
کا قاتل ارل باتھ ویل اور اُس کے تین ملازم ہیں۔ لیکن کسی چھوٹے درجہ کے آدمی نے
یہ جرأت نہ کی اور نہ کسی بڑے درجہ کے آدمی کی یہ ہمت ہوئی کہ عدالت میں حاضر ہو کر بیان
کرے لیکن رات کو اندھیرے میں بازاروں اور گلی کوچوں سے خوفناک آوازیں آتی
تھیں کہ بادشاہ کا قاتل ارل باتھ ویل ہے اور ملکہ بھی شریک جرم ہے۔

ماہ مارچ کے شروع میں بادشاہ مقتول کے والد ارل آف لینا کس[1] نے گلاسگو سے
ملکہ کے پاس درخواست بھیجی کہ جن لوگوں کے نام اشتہاروں پر تحریر ہیں وہ گرفتار کیے جائیں
ملکہ نے اس درخواست کا جواب دیا کہ اگر ارل لینا کس یا اور کوئی شخص مدعی بنکر عدالت
میں حاضر ہو اور باقاعدہ دعوی کرے کہ فلاں اشخاص گرفتار کیے جائیں تو ایسا کیا جائیگا
لیکن محض گمنام اشتہاروں پر یا تمہاری درخواست پر کوئی عمل نہیں کیا جا سکتا
۱۰ مارچ کو ارل لینا کس نے ارل باتھ ویل اور دیگر اشخاص پر باقاعدہ دعوی کیا ۱۲ اپریل

[1] Earl of Lennox.

سماعت مقدمہ مقرر کیگئی (شہادت و ثبوت پیش کرنیکے لئے بجائے ۴۰ ایام قانونی کے ارل لیناکس کو صرف ۱۴ روز کی مہلت ملی) اور مجرم حراست میں نہ تھا بلکہ اُس کونسل میں شریک تھا جو مقدمہ کی ترتیب کرتی تھی - اور اُس کے اقتدار میں کوئی کمی نہ تھی - ارل لیناکس ڈرنلے کے قتل کرنے اور دیگر ذلیل سازشوں میں شریک ہونیکا شبہ تھا - ارل لیناکس ظلم و ناانصافی کا شاکی تھا - اُس نے نہ صرف ملکہ میری کو بلکہ ملکہ الیزبیتھ کو تحریر کیا تھا کہ مقدمہ ملتوی کیا جائے اس قلیل وقت میں گواہ جمع نہیں ہو سکتے اور وہ اطمنان سے اس عدالت میں حاضر نہیں ہو سکتا جہاں اُس کے مقتول بیٹے کے قاتل نہ صرف آزاد بلکہ با اختیار ملکہ کے منظور نظر ہیں - لیکن اُسکی درخواست پر کچھہ توجہ نہیں کیگئی اور تاریخ مقررہ پر مقدمہ پیش ہوا - ملکہ الیزبیتھ نے ایک خط حسب ذیل ملکہ میری کو لکھا جس سے اُس کی بزرگی ظاہر ہوتی ہی -

عزیزمن ، اس مقدمہ میں اسطرح عجلت کرنا مناسب نہیں ہی - یہ معاملہ چونکہ تمہاری ذات خاص سے تعلق رکھتا ہی - برائے خدا نہایت احتیاط اور راستبازی سے عمل کرو تاکہ تمام دنیا تمکو اس گناہ کبیرہ سے مبترہ سمجھے اگر یہ گناہ تم سے سرزد ہوا ہی تو انصافاً تم شاہی درجے سے خارج ہونے کے قابل ہو اور مورد نفریں ہو - قبل اس سے کہ تم مجرم ثابت ہو میں دعا کرتی ہوں کہ خدا تعالی تمکو بعزت و آبرو دنیا سے اٹھالے اس بدنام زندگی سے موت ہزار درجہ افضل و بہتر ہے - عزیزمن واضح ہو کہ میں تمکو مثل اپنی بیٹی کے سمجھتی ہوں - اس اثنا میں ارل لیناکس گلاسگو سے براہ اسٹرلنگ اڈنبرگ کو روانہ ہوا مگر اسپر اسقدر خوف غالب ہوا کہ کچھہ عذر و بہانہ کر کے بعجلت تمام انگلینڈ کو روانہ ہو گیا ملکہ الیزبیتھ اُس کے ساتھہ نہایت خاطر و مدارات سے پیش آئی اور تسلی و تشفی کی -

۱۱ اپریل کو قبل اس سے کہ مقدمہ پیش ہو لارڈ مُرے بھی بمشکل تمام ملکہ میری سے اجازت

لیکن ایڈنبرگ سے فرانس کو روانہ ہوا۔ لارڈ مرے انگلینڈ ہوکر گزرا ملکہ الزبتھ نے اسکی
بھی خاطر و مدارات کی اور بہت مہربانی سے پیش آئی جب تک یہ معاملات طے نہ ہو گئے
لارڈ مرے اسوقت تک اسکاٹ لینڈ واپس نہ آیا تاریخ مقررہ پر مقدمہ پیش ہوا اور مجرم
باتھ ویل دو امیروں میٹ لینڈ اور مارٹن کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے بخندہ پیشانی
برہ عدالت میں داخل ہوا۔ نہ مدعی حاضر ہوا نہ کسی قسم کی شہادت پیش ہوئی لہذا عدالت
نے مجرم کو بری کردیا۔ لیکن تمام ملک کو اس کے مجرم و گنہگار ہونے میں کچھ شک و شبہ نہ تھا
رہائی کے دو روز بعد ۱۴ اپریل کو ایڈنبرگ میں باقاعدہ پارلیمنٹ کا اجلاس منعقد ہوا
۱۶ تاریخ کو ملکہ میری اجلاس پارلیمنٹ میں شریک ہوئی ۔ باتھ ویل نشان شاہی لیے
ہوئے ملکہ کے آگے تھا۔ پارلیمنٹ نے قاتل باتھ ویل کے مناصب و مراتب و القاب جو ملکہ
نے عطا کئے تھے منظور کئے نیز منصب و جاگیر ان امرا کی جو باتھ ویل کے شریک جرم تھے
بحال کیں۔ اس پارلیمنٹ نے ایک قانون پاس کیا جس سے بزرگ پوپ روم کی حکومت
اختیار اور مذہب رومن کیتھولک کو اسکاٹ لینڈ میں منسوخ کیا اور مذہب پراٹسٹنٹ ملک کا
مذہب قرار پایا۔ ملکہ میری نے بھی بخوشی اس قانون کو منظور کیا کچھ عذر نہ کیا۔ ملکہ کی طبیعت
پر باتھ ویل کا زبردست اثر تھا۔ جو اس نے اس قانون کو منظور کرلیا حالانکہ وہ مذہب
پراٹسٹنٹ کی سخت مخالف تھی۔ اور ہمیشہ اسکا خیال اسکو غارت کرنیکا رہتا تھا۔ مورخ
میلوبلی لکھتا ہے کہ باتھ ویل نہایت عیار و مکار تھا اُس نے ایک ایسی چال چلی کہ سب دھوکہ
کھا گئے ۔ پارلیمنٹ کے ختم ہونے پر باتھ ویل نے سربرآوردہ ممبران کی جنمیں بزرگ پادری
اور چند امرا تھے۔ ایڈنبرگ کے ایک ہوٹل میں جو اینسلی ہوٹل کے نام سے مشہور ہے
دعوت کی اور اپنا ارادہ ملکہ میری سے شادی کرنیکا ظاہر کیا۔ اپنی جیب سے ایک دستاویز

= Ainslie.

نکالکر سب صاحبان کے روبرو پیش کی۔ اور اسپر دستخط کرنیکی درخواست کی۔ وہ سب
لوگ چونکہ نشہ شراب سے سرشار تھے پورے طور پر کسی نے اس دستاویز کے مضمون پر توجہ
نہ کی اور باتہ ویل کو ممنون کرنیکی غرض سے بے تکلف سب نے اسپر دستخط کر دیے۔ آٹھ
بزرگ بشپ اور ۹ ارل اور ۷ لارڈس کے دستخط ہو گئے۔ اسکا مضمون یہ تھا کہ ہم لوگ
بحلف تصدیق کرتے ہیں کہ باتہ ویل بادشاہ مقتول کے قتل کے شبہ سے بالکل پاک اور بیگناہ
ہے اور ملکہ میری کا شوہر ہونیکی قابلیت رکھتا ہے کیونکہ بہت قابل اور دانشمند ہے ہم سب
اس کی سفارش کرتے ہیں۔

باتہ ویل نے سب صاحبان کا شکریہ ادا کیا اور کاغذ کو جیب میں رکھ لیا۔ اس کاغذ پر
دستخط ہونیکے چار دن بعد باتہ ویل نے قریب ایکہزار کے آدمی جمع کیے اس حیلہ سے
کہ سرحد پر مفسدوں کی سرزنش کی ضرورت ہے اور لنلتھگو اور ایڈنبرگ کے درمیان ایک
موقعہ پر معہ اُن آدمیوں کے پوشیدہ ہو گیا اور ملکہ میری کی آمد کا منتظر رہا جو اپنے لڑکے کو
دیکھنے قلعہ اسٹرلنگ میں گئی تھی اور وہاں سے ایڈنبرگ کو واپس آ رہی تھی۔ جب ملکہ
کی سواری اس موقع پر پہونچی جہاں باتہ ویل پوشیدہ تھا تو اُس نے یکایک آگے بڑھ
کر ملکہ کے گھوڑیکی باگ پکڑ لی اور اُس کے ہمراہیوں نے ارل ہنٹلی اور سیکرٹری میٹلینڈ
اور میلولی کو گرفتار کر لیا باقی ملکہ کے ہمراہی چلتی پھرتی دکھائی دیے۔ باتہ ویل ملکہ اور اُس
کے ہمراہیوں کو حراست میں لیکر اپنے زبردست قلعہ ڈنبار میں لایا۔ ارل ہنٹلی (باتہ ویل
کی بیوی کا بھائی تھا) اور میٹلینڈ بخوشی و رضامندی قیدی بنے تھے۔ مگر یہ امر ظاہر
نہ ہوا کہ یہ خلاف مزاج ملکہ تھا یا اس کی رضامندی سے ہوا۔ قلعہ میں لیجا کر باتہ ویل ملکہ
کے ساتھ نہایت خاطر و مدارات سے پیش آیا۔ وقت شب جب صحبت شراب و کباب گرم

ہوئی تو باتھ ویل نے ایک آہ سرد دل پُر درد سے کھینچکر یہ شعر پڑھا۔

درون سینہ من زخم بی نشان زدۂ - بحیرتم کہ عجب تیر بی کمان زدۂ - کجا روم بکہ گویم بکو چہ چارہ کنم - کہ تیر عشق مرا اندرین جان زدۂ

ای آرام جان تمہارے عشق میں بیقرار ہوں زندگی سے بیزار ہوں اگر مجھہ خستہ جگر پر نظر کرم ہوگی تو زندہ رہونگا ورنہ آپکے قدموں پر یہ جان ناتوان نثار کردوں گا۔ ؎

نالہ زاہم چنید میخواہم کہ پنہاں بر کشم ؛ دل ہمیگوید کہ من تنگ آمدم فریاد کن

یہ بیقراری دیکھکر ملکہ سرنگوں ہوگئی تو باتھ ویل نے اُسکا موشی نیم رضا سمجھکر ملکہ کو آغوش محبت میں لیکر لب و دہن کے چند بوسے لئے اور کہا ؎

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام ؛ بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

ملکہ نے نہایت تہذیب سے باتھ ویل کو الگ کیا اور ایک خاص ادا سے فرمایا کہ کیوں صاحب! کیا مہمانوں سے ایسا ہی سلوک کیا کرتے ہیں اور اسیطرح اظہار محبت کیا کرتے ہیں۔ اور یہ شعر پڑھا ؎

شہ اگر لطف بہ عبد و راند ؛ بندہ باید کہ حد خود داند

یہ سنکر باتھ ویل نے ملکہ کے قدموں پر اپنا سر رکھدیا اور دست بستہ بزبان گریہ آلود کہا ؎

جو دل کا حال کہتا ہوں تو جلتی ہے زباں میری
یہ ضبط سوز دل جلتی ہیں ورنہ ہڈیاں میری
سحر عشق آبادی

ملکہ نے اُسکی یہ بیچینی دیکھکر سر کو قدموں سے ہٹایا اور لطف و محبت کے الفاظ میں اسکی تشفی کی۔ القصہ باتھ ویل نے پانچ روز تک ملکہ کو قلعہ میں رکھا۔ خوب وصل کے مزے اڑائے اور دل کی حسرتیں پوری کیں۔ یہ ایک عجیب واقعہ ہے کہ اس عرصہ میں رعایا نے اپنی ملکہ کی رہائی کی کوشش نہیں کی اسکی دو وجوہ ہوسکتی ہیں۔ اوّل یہ کہ رعایا نے یہ خیال

کیا کہ ملکہ بخوشی و رضامندی باتھ ویل کیساتھ گئی ہے۔ دوم ایسے پاجی و کمینے شخص سے
شادی کرکے ملکہ بالکل ذلیل و خوار ہوگا۔ میٹ لینڈ ملکہ کو ہر وقت باتھ ویل کے ساتھ
شادی کرنیکی ترغیب دیتا تھا۔ اس واقعہ کے بعد ملکہ اکثر شکایت کرتی تھی کہ جب میں
باتھ ویل کے پاس مقید تھی تو ایک تلوار بھی میری مدد کیلئے نیام سے نہ نکالی گئی۔ اور جب
میں نے سب کے مشورہ سے شادی کرلی تو مجھکو تخت سلطنت سے علیحدہ کرنے اور میرے
شوہر باتھ ویل کو جلاوطن کرنیکے لئے ایک ہزار تلواریں نیام سے نکالی گئیں۔

۲۵ اپریل کو باتھ ویل ملکہ کو ایڈنبرگ لایا اگرچہ بظاہر ملکہ آزاد تھی لیکن درحقیقت
زیر نگرانی تھی۔ ہر وقت اسکو چند فریبی و مکار آدمی جو باتھ ویل کے دوست تھے گھیرے
رہتے تھے۔ مورخ میلویلی لکھتا ہے کہ اس کے بعد ارکین سلطنت ایڈنبرگ میں آئے اور محل شاہی
کے ایک کمرے میں جمع ہوئے سب کی یہ رائے ہوئی کہ اب ملکہ اور باتھ ویل کی شادی ہونا نہایت
ضروری ہے کیونکہ اول تو باتھ ویل بہت قابل اور باثر آدمی ہے۔ دوم سرحد پر اسکی حکومت
ہے نیز ملکہ کو سوائے اس کے کہ اس سے شادی کرے اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ کیونکہ
اس نے ملکہ کی خلاف مرضی پانچ روز تک ملکہ سے زنا کیا ہے۔ میلویلی لکھتا ہے کہ یہ امر میری
سمجھ میں نہیں آیا کہ باتھ ویل کسطرح اور کس قانون کی رو سے اپنی منکوحہ بیوی سے
(جو ارل ہنٹلی کی حقیقی بہن ہے) علیحدہ ہوا۔ باتھ ویل کو ملکہ نے ڈیوک آف آرکنی کا منصب
اعلیٰ عطا فرمایا اور ۱۵ مئی ۱۵۶۷ء کو پروٹسٹنٹ مذہب کیموافق گرجا میں ملکہ میری
اور ڈیوک باتھ ویل کا نکاح ہوا۔ ملکہ میری کے اصرار سے باتھ ویل نے رومن کیتھولک
پادری سے بھی نکاح پڑھوایا (مگر خفیہ طور پر)۔

دوسرے روز اس شادی کی اطلاع کیلئے انگلینڈ اور فرانس سفیر بھیجے گئے۔ ملکہ ہو

The Duke of Orkney

نکاح ہونیکے بعد بدقسمتی سے باتھ ویل کے مزاج میں بیحد غرور و تکبر ہوگیا۔ یہ نہ سمجھا کہ

تکبر عزازیل را خوار کرد ٭ بزندان لعنت گرفتار کرد

اپنے دوستوں کے ساتھ جو اسکے ہمراز اور شریک جرم تھے اور ہر طرحکی مدد کی تھی اور اس اعلی مرتبہ کو پہونچایا تھا۔ اس نے نہایت کم توجہی کا برتاؤ کیا ملکہ ذلیل و خوار کرنا چاہا۔ اس حرکت سے لارڈ مارٹن اور ارل میٹ لینڈ وغیرہ اس سے ناخوش و بیزار ہوگئے اور سب نے ملکر علم بغاوت بلند کیا اور رعایا و فوج کو یہ کہکر اپنا ساتھی و طرفدار بنا لیا کہ ہم لوگ شاہزادہ جیمس اور ملکہ کو ظالم باتھ ویل کے اثر سے آزاد کرنا چاہتے ہیں۔

۶ جون کو یہ امرا معہ اپنے ملازموں کے یکایک قلعہ بارتھوک[*] میں جو ایڈنبرگ سے جنوب و مشرق کیجانب آٹھ میل ہے جہاں اسوقت ملکہ اور باتھ ویل موجود تھے داخل ہوئے تاکہ اُن دونوں کو بیخبری میں گرفتار کرلیں۔ لیکن اس ہنگامہ و دار و گیر میں یہ دونوں لباس تبدیل کرکے وہاں سے نکل گئے اور زبردست قلعہ ڈنبار میں پناہ گزیں ہوئے شاہزادہ جیمس قلعہ اسٹرلنگ میں تھا اور ارل آف مار[+] اسکا محافظ و نگہبان تھا لیکن یہ باغی امرا سے شریک ہوگیا تھا۔ باغی امرا نے قلعہ بارتھوک سے واپس ہوکر دارالخلافت ایڈنبرگ پر قبضہ کرلیا تھا اور زیادہ حصہ رعایا کا اُنکے شریک تھا۔ ان امرا نے نظام سلطنت اپنے ہاتھ میں لیا اور اسطرح احکام جاری کرتے تھے گویا ملکہ کو تخت سلطنت سے معزول کردیا ہے۔ ملکہ نے وفادار رعایا کو اپنی مدد کیلئے طلب کیا۔ دو روز میں دو ہزار جنگجو آدمی ملکہ کے پاس جمع ہوگئے اور ۱۴ جون کو ملکہ قلعہ ڈنبار سے نکلکر باغیوں سے مقابلہ کیلئے ایڈنبرگ کیطرف روانہ ہوئی۔ اثنا راہ میں بمقام گلیڈسمور[#] قیام کیا اور حکم دیا کہ حسب ذیل اعلان فوج کو سنایا جائے۔ میں نے ڈیوک باتھ ویل سے

[*] Borthwick Castle. [+] Earl of Mar

[#] Gladsmuir

شادی ان باغی امرا کے مشورے اور رائے سے کی ہے ان لوگوں کی تحریری دستاویز
ہمارے پاس موجود ہے جس میں ان لوگوں نے ہمکو اس شادی کرنے پر مجبور کیا
ہے اور یہ بیان انکا بالکل جھوٹ اور لغو ہے کہ ہم لوگ شاہزادہ جیمس کا تحفظ کرنا
چاہتے ہیں جو درحقیقت انکے قبضے میں ہے۔ درپردہ انکا مطلب یہ ہے کہ ہمکو اور
ہماری اولاد کو تخت سلطنت سے محروم کرکے خود بادشاہ بنجائیں۔

۱۵ جون ۱۵۶۷ء بروز یکشنبہ (ملکہ کی شادی کے ایک ماہ بعد) دونوں فوجوں
کا بمقام کاربری ہل مقابلہ ہوا۔ ڈیوک باتھ ویل نے اس موقعہ پر نہایت بزدلی اور
پست ہمتی کی ملکہ سے اپنی ناسازی طبع کا بہانہ کرکے گھوڑے پر سوار ہوا اور میدان جنگ
سے چلتا پھرتا نظر آیا اور اطمینان سے قلعہ ڈنبار میں پناہ گزیں ہوا۔ ملکہ کی فوج نے
جب اپنے جرنیل کو میدان جنگ سے اسطرح بیرو پا بھاگتے ہوئے دیکھا تو سب کی سب
[illegible] ہمت ہار گئی اور جسکو جس طرف راہ ملی بھاگ گیا ملکہ معہ چند وفادار سرداروں کے تنہا رہ گئی
انھوں نے ملکہ کا محاصرہ کر لیا اور حراست میں ایڈنبرگ لائے۔ [illegible]
لارڈ مارٹن اور دیگر امرا کی رائے سے ملکہ قلعہ لاک لیون میں بھیجا گیا [illegible]
[illegible] نظر بند کر دیا۔ باتھ ویل ہمیشہ کیلئے اسکاٹلینڈ سے چھوڑ کر [illegible] ملک
میں چلا گیا۔ دس برس زندہ رہا وقت مرگ اس نے اقرار [illegible]
کیا کہ میں نے بشرکت لارڈ مرے اور لارڈ مارٹن [illegible]
کیا۔ یہ اقرار نامہ باتھ ویل کا اتفاقاً ملکہ الزبتھ کے ہاتھ لگ گیا [illegible]
کسی مصلحت سے اسکو پوشیدہ رکھا کسی پر ظاہر نہ کیا۔

ایک اتفاقی موقع پاکر ملکہ میری بتبدیل لباس قلعہ لاک لیون سے نکل گئی اور

[illegible] Lochleven [illegible] Norway.

[illegible] وغیرہ اپنے طرفدار امیروں سے جا ملی۔ ان امرا کے مشورہ
سے ملکہ [illegible] انگلینڈ میں داخل ہوئی تاکہ ملکہ الیزبتھ سے ملاقات کر کے اس سے
بطور امداد فوج لیکر اسکاٹلینڈ کو تسخیر کرے قلعہ کارلیسل میں گورنر لوتھر کی پناہ بطور مہمان
فروکش ہوئے۔ ملکہ کے ساتھ پندرہ بیس آدمی تھے۔ ملکہ الیزبتھ کو جب ملکہ میری کا
اپنے ملک میں آنا معلوم ہوا تو اس نے ملکہ میری کو لکھا کہ جب تک تم اپنے شوہر ڈارنلی
مقتول کے قتل کی شرکت کے شبہ سے پاک و صاف نہ ہو جاؤگی اسوقت تک ہماری
تمہاری ملاقات نامناسب ہے اور ملکہ الیزبتھ نے اپنے امیروں کے مشورہ سے گورنر
لوتھر کو لکھا کہ تا حکم ثانی ملکہ میری کو قلعہ میں نظر بند رکھو۔ اور سخت نگرانی کرنا نہ
قلعے سے باہر جانے پائے نہ کوئی اسکی ملاقات کو آنے پائے۔ ملکہ الیزبتھ کا خط
لیکر لارڈ اسکروپ اور سر فرانسس نالیز آئے تھے۔ ملکہ میری نے [illegible] بیان کیا
کہ لارڈ مارٹن اور میٹ لینڈ میرے شوہر کے قتل میں شریک تھے یہ امر [illegible]
ثابت ہوگیا ہے۔ ملکہ الیزبتھ نے ایک امیر کو جسکا نام [illegible] تھا [illegible]
اسکاٹلینڈ بھیجا کہ فریقین کو سمجھا کر آپس میں صلح کرا دے اور جنگ نہ ہونے دے لیکن
[illegible] اسکاٹلینڈ پہونچکر لارڈ مرے کا طرفدار ہو گیا اور ملکہ میری کے دوستوں
کو نقصان پہونچانے لگا۔

۱۳ جون ۱۵۶۸ء کو ملکہ میری نے ایک نہایت دردانگیز خط ملکہ الیزبتھ کو لکھا
جسکا مضمون یہ تھا کہ میری پیاری [illegible]
کی مدد کیلئے بھیجا تھا اس نے [illegible] دشمنی کی اور ہمارے دشمنوں
[illegible]

x Sir Francis Knolles & Scrope.

Sir Middlemore, Lord Seton, Hamilton

التجا کرتی ہوں کہ میری بیکسی و پریشانی پر خیال کرکے رحم فرمائیں میں بے یار و مددگار
پریشان روزگار ہوں رنج و الم میں گرفتار ہو کے آپ سے امداد کی خواستگار ہوں۔
میرے دشمن بہت قوی و زبردست ہیں۔ اور یہاں میرے دوست کمزور اور بیکس
ہیں یہ امر قابل لحاظ ہے کہ یہ لوگ کسقدر میری بے غرضی کر رہے ہیں یا تو آپ میری
مدد کیجیے یا مجھکو جانے دیجیے اسکا انتظار نہ کیجیے کہ دشمن مجھ پر حملہ آور ہوں اگر آپ مجھ
بیکس اور بے یار و مددگار پر رحم نہ فرماوینگی اور میری مدد نہ کرینگی تو ناچار میں شاہ
فرانس اور شاہ اسپین سے التجا کرونگی کہ وہ میری دستگیری کریں۔ چند روز کے
بعد آپ کو میری بیگناہی اور میرے دشمنوں کی دروغگوئی معلوم ہو جائیگی اگر
میرے دشمنوں نے میرے ملک کو فتح کر لیا اور میرے دوستوں کو تباہ و برباد
کر دیا تو پھر آپ سے مدد طلب کرنیکا مجھکو کیا نفع حاصل ہوگا۔ میں کسی کی شکایت
نہیں کرتی مگر آپکو معلوم ہے کہ چیونٹی بھی جو بہت ناچیز سا جانور ہے جب پاؤں کے
نیچے دب جاتی ہے تو وہ بھی کاٹ کھاتی ہے۔ والسلام"

ملکہ الزبتھ نے مناسب سمجھا کہ کسی زبردست اور محفوظ قلعہ میں جو سمندر سے دور
ہو ملکہ میری کو نظربند رکھنا چاہئے۔ چنانچہ ۱۶ جولائی ۱۵۶۸ء کو ایک زبردست
گارد کی نگرانی میں اور حراست میں ملکہ میری قلعہ بولٹن میں بھیجدی گئی یہ
قلعہ لارڈ اسکروپ کی ملکیت تھا۔ یارک شایر کے شمال میں میڈلہم کے قریب تھا
اب ملکہ میری اپنے دوستوں سے بہت دور پہونچگئی تھی بلا اجازت ملکہ الزبتھ
کے کوئی شخص اس سے نہیں ملسکتا تھا۔

۲۲ جنوری ۱۵۷۰ء کو لارڈ مرے اپنی سزائی اعمال کو پہونچا ایک شخص نے

Yorkshire 1- Bolton 2- Meddleham.

انہیں کے بندوق ماری جس سے فوراً ہلاک ہوگیا۔ اسی رات کو ایک گروہ اہل
اسکاٹ لینڈ کا سرحد انگلینڈ میں داخل ہوا اور لوٹ مار مچائی لارڈ مرے کی وفات
کے بعد ڈیوک چاٹلی رالٹ اور ارل ارگل اور ارل ہنٹلی نے ملکہ میری کی نیابت میں
انتظام سلطنت اپنے ہاتھ میں لیا لیکن فریق مخالف نے جو اپنے آپکو بادشاہ کا طرفدار
ظاہر کرتے تھے بہ سرگروہی ارل مارٹن علم بغاوت بلند کیا اور آمادہ جنگ ہوئے
ان لوگوں نے ملکہ میری کی بادشاہت سے انکار کیا اور ملکہ الیزبتھ سے اپنی
مدد کیواسطے فوج طلب کی۔ ملکہ الیزبتھ کی عرصہ سے یہی آرزو تھی کہ کسی حیلہ
سے اسکاٹ لینڈ پر حملہ کرکے اپنا قبضہ کرلے۔ اپریل میں ان لوگوں کے سزا دینے
کے بہانے سے جنہوں نے لارڈ مرے کے قتل کے روز سرحد پر ہنگامہ آرائی کی تھی
دو زبردست فوجیں اسکاٹ لینڈ کی تسخیر کو روانہ کیں۔ ایک فوج کا جنرل لارڈ
اسکروپ تھا جو مغرب کی جانب سے اسکاٹ لینڈ میں نازل ہوا اور دوسری
فوج کے افسر خونخوار ارل سیسکس اور لارڈ ہنسڈن تھے جو مشرق کیطرف سے
داخل ہوئی ان دونوں ظالم جرنیلوں نے صوبہ ٹیوٹ ڈیل میں تین سو گاؤں
سے زیادہ جلا کر خاک سیاہ کردئے اور تمام باشندوں کو نہایت بیرحمی سے
قتل و غارت کیا اور پچاس قلعہ غارت کئے لارڈ اسکروپ نے اپنی تمام آرزو
کے لئے ان سے زیادہ قتل و غارت کرکے ملک کو ویران کردیا۔
جنوری سنہ ۱۵۷۱ع میں بحکم ملکہ الیزبتھ سر جارج بوز نے اس سے کل ملک [illegible]
[illegible] تک [illegible] اور [illegible]
ملک فرانس میں بادشاہ چارلس نہم کے حکم سے سنہ ۱۵۷۲ع میں [illegible]

Newcastle & Netherby ✕ Lord Hunsdon. ✻ Sir George Bowes.

Duke of Chatelle rault. Earl of Argy
Earl Huntly Earl Sussex Teviot

قتل عام کیا گیا سینٹ بارتھولومیو کے نام سے یہ ہولناک قتل عام مشہور ہے اس
میں ایک دن کے اندر قریب بیس ہزار آدمیوں کے قتل کیئے گئے۔

۳۰ مئی ۱۵۷۴ء کو اس خونخوار بادشاہ نے وفات پائی۔ اسکا بھائی ڈیوک
آف انجو ہنری سوم کے نام سے بادشاہ ہوا ۱۵۶۲ء میں تمام یورپ میں ہلچل
مچ رہی تھی۔ خونریزی و قتل و غارت کا بازار گرم تھا اگر پراٹسٹنٹ لوگوں کا
قابو ہوتا تھا تو سب گرجا معہ تصاویر و تبرکات رومن کیتھولک کے لوٹ لیتے تھے
اور عمارتیں مسمار کر دیتے تھے ۴۳۔

جب رومن کیتھولک قابو پاتے تھے تو پراٹسٹنٹ لوگوں کی انجیل و دیگر مذہبی کتب
جلا دیتے تھے اور زن و مرد کو قتل کرتے تھے اور قیدیوں کو بطور غلام فروخت کر
دیتے تھے دونوں فریق نے اسقدر کشت و خون کیا کہ تمام ملک ویران ہوگیا۔ ہزاروں
مخلوق بیگناہ قتل و غارت ہوئے یہ لوگ مثل وحشی درندوں کے ظالم و خونخوار ہو
گئے تھے کوئی کسی پر رحم نہ کرتا تھا۔ سوائے قتل و غارت دوسرا کام نہ تھا۔ ملک تباہ
و رعایا برباد تھی۔ فلپ دوم بادشاہ اسپین نے فرانس کے رومن کیتھولک کی مدد کے
لئے چھ ہزار فوج ایک تجربہ کار جرنیل کے ماتحت بھیجی اسطرف ملکہ الزبتھ نے بھی
ایک زبردست فوج معہ ایک لاکھ روپیہ کے پراٹسٹنٹ لوگوں کی مدد کے لئے
انگلینڈ سے بھیجی۔ نہایت ہولناک خونریز جنگ ہوئیں اور تمام ملک میں آتش
فتنہ و فساد مشتعل ہو گئی۔

۱۵۶۴ء میں ملکہ الزبتھ نے چارلس نہم بادشاہ فرانس سے پراٹسٹنٹ فرنچ
رعایا کی سفارش کی تھی کہ ان لوگوں کی سرپرستی کیجائے اور آزادانہ عبادت

Duke of Anjou.

Bartholomew.

۴۳ صفحہ ۱۶ جلد ۱۹ ہسٹورینز ہسٹری آف دی ورلڈ۔

کرنیکی قانوناً اجازت دیجائے۔ بادشاہ فرانس کی والدہ ملکہ کیتھرین نے جواباً
کہلا بھیجا کہ میرا بیٹا اس معاملہ میں رحمدل اور منصف مزاج بہن الیزبیتھ ملکہ انگلینڈ
کی پیروی کرنے سے بہتر اور کوئی طرز عمل اختیار نہیں کر سکتا کہ مثل اُس کے
کسی آدمی کو اسکی طبیعت کے خلاف مذہبی عقاید تبدیل کرنے پر مجبور نہ کریگا۔
لیکن مثل اسکے ملک میں حکم امتناعی جاری کریگا کہ کوئی شخص بادشاہ کے مذہب
کے خلاف نہ عبادت کر سکیگا۔ نہ خلاف مذہب کوئی شخص ملک میں رہ سکے گا
بحالت نافرمانی مستوجب سزائے موت کا ہوگا۔ اور مال واسباب وجائداد
ضبط ہوگی۔ ہر دو فریق میں تعصب اور رنج وحسد حد سے زیادہ بڑھ گیا ایک
دوسرے کے خون کا پیاسا تھا ۱۵۸۱ء میں گورنمنٹ انگلینڈ نے ایک نہایت
سخت قانون جاری کیا۔ بیس پونڈ ماہواری ایسے ہر رومن کیتھولک پر تجویز ہوا
جو گرجا میں حاضر نہ ہوا اور اپنے مکان پر بھی زبان انگریزی میں نماز نہ پڑھتی ہو
چند بزرگ رومن کیتھولک پادری اپنے عقیدے کی وجہ سے نہایت سخت عذاب
سے ہلاک کئے گئے۔ اور عام طور پر یہ امر یقین کر لیا گیا کہ رومن کیتھولک لوگ اس
فکر و تدبیر میں ہیں کہ ملکہ الیزبیتھ کو تخت سے معزول کر کے ملکہ میری کو تخت نشین
کریں اور پوپ روم کا اقتدار قایم کریں۔ اس طرح کی دو تین سازشوں کا
حال معلوم ہوا اور چند پادری و دیگر رومن کیتھولک گرفتار ہوئے ۲۰ ستمبر ۱۵۸۶ء
کو بمقام سینٹ گائلز فیلڈ[1] سات آٹھ آدمی مروجہ وحشیانہ قاعدہ کی رو سے پھانسی
پر لٹکائے گئے۔ اس سے کہ انکی روح جسم سے جدا ہو پھانسی سے اتار لئے گئے
اور ان کے پیٹ چاک کر کے آلایش نکالکر آگ میں ڈالی گئی پھر ان کے ٹکڑے

1. St. Giles Field

کرکے آگ میں جلائے گئے ملکہ الزبتھ کے امیروں و وزیروں کا مشورہ ہوا کہ
جب تک ملکہ میری زندہ رہیگی اسی طرح کے فتنہ وفساد برپا ہوتے رہینگے اور
ملکہ الزبتھ کی جان خطرے میں رہیگی اور مذہب پراٹسٹنٹ کو فروغ نہ ہوگا لہذا
کسی نہ کسی حیلے سے ملکہ میری کو عالم بالا کو رخصت کرنا چاہئے۔ وزیر لارڈ لیسسٹر کی
رائے ہوئی کہ بذریعہ زہر مارنا چاہئے مگر دوسرے امیروں کی یہ رائے ہوئی کہ ملکہ
پر بغاوت و نمکحرامی و ملکہ الزبتھ کے تخت سے معزول کرنے و ملکہ اسکو ہلاک کرنیکی
مشورہ میں شریک ہونیکا جرم قائم کیا جائے اور عدالت کے حکم سے سزائے موت
دیجائے تاکہ کوئی اعتراض نہ کرسکے چنانچہ ۴۰ امیروں وزیروں کی ایک عدالت
قائم ہوئی اور ملکہ میری کا مقدمہ پیش ہوا۔ اسوقت ملکہ میری کی عمر ۴۶ برس
کی تھی اور مرض گٹھیا کیوجہ سے نہایت کمزور و ضعیف ہوگئی تھی۔ نوجوانی کی
خوبصورتی چہرہ پر بالکل نہ رہی تھی سر کے بال سفید ہوگئے تھے۔ بیس برس سے
زیادہ سے ملکہ الزبتھ کی قید میں تھی۔ * ۳۶ ججوں کے سامنے ملکہ میری کا مقدمہ
پیش ہوا۔ ایک امیر نے ملکہ میری کو ملکہ الزبتھ کا خط دیا۔ اسمیں تحریر تھا کہ بغاوت
کے جرم میں تمپر مقدمہ قائم ہوا ہے۔ لہذا تمکو حکم دیا جاتا ہے کہ عدالت میں حاضر
ہوکر جوابدہی کرو۔ ملکہ میری نے یہ خط پڑھکر بیساختہ کہا۔ مجھکو نہایت افسوس
ہے کہ میری بہن ملکہ الزبتھ نے میرے اوپر وہ الزام لگایا ہے جس سے میں بالکل
بری ہوں لیکن آپ لوگوں کو واضح ہو کہ میں بھی ایک ملک کی فرمانروا ملکہ ہوں
اور کسی غیر ملک کے قانون کی پابند نہیں ہوں نہ کسی کی رعایا ہوں میرے
اوپر محض میرے دشمنوں نے میری تباہی و بربادی کیلئے جھوٹا الزام لگایا ہے

* ۱۱ اکتوبر ۱۵۸۶ء

اُسکی جوابدہ نہیں ہوں آپ لوگوں کو میرا مقدمہ فیصل کرنیکا کس نے اختیار دیا ہی غالباً آپکی ملکہ نے یہ اختیار دیا ہی لیکن میرا درجہ تمہاری ملکہ کی برابر ہے نہ تمہاری ملکہ مجھسے برتر ہے۔ میرے ملک کے امرا کو جمع کرو کہ وہ میرا مقدمہ کریں اگرچہ مجھکو یقین ہی کہ میرے یہ اعتراضات میری جان بخشی نہیں کرا سکتے کیونکہ ملکہ الیزبیتھ کے خط سے ثابت ہوتا ہے کہ اُس نے مجھکو مجرم بناکر واجب القتل قرار دیا ہی پھر اس تضیع اوقات سے کیا فائدہ ؎

ذبح کرنیکی مرے پوچھتے ہو کیا تکبیر ۔۔ لو چھری کھینچی وہ نام خدا کا لیکر

میں آپ لوگوں کی قید میں ہوں جو چاہے کیجیے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ میں اسکاٹلینڈ کے تاج کو ذلیل و رسوا نہ کرونگی کہ مجرموں کیطرح انگریزی عدالت کے سامنے کھڑی ہوں۔ دوسرے روز ملکہ الیزبیتھ نے تحکمانہ الفاظ میں ایک خط ملکہ میری کو بھیجا انیجا ؟ کی مرضی اور حکم ہی کہ تم ہمارے امرا اور ججوں کے سامنے جوابدہی کرو جس طرح کہ ہمارے سامنے کرتیں۔ تم ججوں کے کل سوالات کا جواب دو ہمکو تمہارے غرور و نافرمانیکا حال معلوم ہوا جو باعث ہماری ناخوشی و رنجیدگی کا ہوا۔ اگر اطاعت کروگی تو موجب ہماری رضامندی کا ہوگا۔ اور تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔ آخر کا فقرہ دیکھکر ملکہ میری کو کچھ امید موہوم اپنی رہائی کی ہوئی لیکن اس مظلومہ کو یہ کیا خبر تھی کہ میری موت کے سامان ہو رہے ہیں۔ ملکہ نے ججوں سے کہا کہ خیر میں تمہارے سوالات کا جواب دونگی۔ لیکن شرط یہ ہی کہ میرا یہ اعتراض کہ اس عدالت کو میرا مقدمہ فیصل کرنیکا اختیار نہیں ہی مسل میں درج کیا جائے۔ کچھ عذر و انکار کے بعد ججوں نے یہ شرط منظور کرلی۔

ملکہ کا ججوں سے ان امور پر بحث کرنا بالکل بیکار تھا۔ اسکی حالت نہایت نازک اور خطرناک تھی۔ یہ امر غیر ممکن تھا کہ وہ اپنی بیجرمی ثابت کر سکے۔ ایک عورت جو بیکس و تنہا بیس برس سے قید ہو اور قانون ملک سے واقف نہ ہو اور فوجداری کے قواعد کا تجربہ نہ ہو بلا موجودگی کاغذات و گواہ و مشیر قانونی اور اس معاملہ کا حال اُسکو بالکل معلوم نہ ہو سوائے اس کے کہ اسکی ملازم عورتوں نے باہر کا کچھ حال اُس سے بیان کیا ہو نہ اُسکو اس ثبوت کا حال معلوم تھا جو اُس کے دشمن پیش کرنیوالے تھے۔ سوائے اس کے کہ اُس نے اپنی عقل سے کچھ قیاس کر لیا ہو نہ وہ قابلیت میں ان تجربہ کار مشیروں ججوں اور امرا کا مقابلہ کر سکتی تھی جو اُس کے خون کے پیاسے تھے اور اسکی زندگی کا فیصلہ کر رہے تھے۔ القصہ تمام ججوں اور امیروں نے حسب خواہش ملکہ الیزبیتھ ملکہ میری کو مجرم قرار دیکر سزائے موت کا حکم صادر کیا۔ ملکہ میری نے کہا کہ مجھکو عرصہ سے معلوم تھا کہ بوجہ میرے رومن کیتھولک ہونے کے میری قربانی کیجائیگی کیونکہ میری زندگی میں مذہب پراٹسٹنٹ کی ترقی ناممکن تھی۔ آپلوگوں کا یہ کہنا کہ میں ملکہ الیزبیتھ کے قتل کے مشورہ میں شریک تھی بالکل لغو ہے۔ میں خدائے برتر و بزرگ کو گواہ کر کے بحلف کہتی ہوں کہ یہ خیال میرے دل میں کبھی نہیں گزرا میری رہائی کیلئے جو میرے دوستوں نے تجاویز پیش کیں تھیں وہ میں نے ضرور منظور کیں اور دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو میری طرح آفت و مصیبت میں گرفتار ہوا ور جو جبر و ظلم سے بیس برس تک بیگناہ قید رہا ہو اور وہ اپنی رہائی کی تجویز کو منظور نہ کرے۔ میں خوب جانتی ہوں کہ میرا اصلی جرم مذہبی عقیدہ ہی جسکے اوپر مجھکو فخر ہے۔ کیونکہ یہ میرا آبائی مذہب ہی اور میں بخوشی اسپر اپنی جان نثار

قربان کرنیکو موجود ہوں۔ بہرحال ملکہ الیزبیتھ سے میری آخری دو درخواستیں ہیں!
اوّل میرا زر و جواہر مجھکو واپس دئے جائیں تاکہ میں اپنے وفادار ملازموں کو
بطور انعام تقسیم کروں، دوم ایک بزرگ رومن کیتھولک پادری کو میرے پاس آنیکی
اجازت دیجائے تاکہ اُسکے سامنے خدائے تعالیٰ کی درگاہ میں اپنے گناہوں سے
توبہ واستغفار کرلوں۔ میں ہمیشہ رومن کیتھولک مذہب کی پابند رہی ہوں اور
آخردم تک رہونگی علاوہ اس کے چار خواہشیں اور کیں اور کہا کہ امید ہے کہ ملکہ
الیزبیتھ منظور فرمائے۔ (۱) یہ کہ میری نعش فرانس بھیجی جائے اور میری والدہ
کی قبر کے پاس دفن کیجائے۔ (۲) میں ایک انگشتری دیتی ہوں وہ میرے بیٹے
جیمس کو اسکاٹ لینڈ بھیجی جائے اور میری طرف سے دعاء درازی عمر و ترقی اقبال
پہونچائی جائے (۳) میں جو کچھ اپنے ملازموں کو انعام دوں وہ اُن سے چھینا نہ جائے
(۴) میں خفیہ طور پر قتل نہ کرائی جاؤں تاکہ میرے دشمنوں کو مجھ پر خودکشی کا گمان
نہ ہو۔ ۷ رفروری ۱۵۸۷ء کو ارل آف سروسبری نے بمقام فادرنگی ملکہ
مظلومہ کو وارنٹ سزائے موت سنایا۔ ملکہ نے نہایت مستقل مزاجی سے سنا۔ جب
ارل چلا گیا تو ملکہ کے ملازم رونے لگے ملکہ نے سب کی تسلّی کرکے فرمایا کہ صبر کرو۔ خدا
کی مرضی میں کچھ چارہ نہیں ہے۔ وہ رات ملکہ نے توبہ واستغفار میں گزاری۔ دوسرے
روز ایک افسر ملکہ کے کمرے میں داخل ہوا۔ اُسکو دیکھکر کھڑی ہو گئی اور دست
راست میں صلیب اور دست چپ میں انجیل مقدس لیکر اُس افسر کے ساتھ چلی
ملازموں نے ملکہ کے ساتھ چلنا چاہا لیکن اُس افسر نے منع کردیا۔ ملازموں نے
اصرار کیا لیکن ملکہ نے سمجھایا کہ صبر و شکر کرو اور میرے لئے دعائے مغفرت مانگو

Earl of Shrewsbury Fotheringay.

اور اگر میں نے بمقتضائے بشریت تم لوگوں کو کبھی غصہ میں برا بھلا کہا ہو تو عند اللہ
معاف کرو یہ سنکر بے اختیار سب ملازم رونے لگے اور دست بستہ عرض کیا کہ ای
ملکہ آفاق آپ نہایت رحمدل اور نیک مزاج ہیں نہ کبھی آپ ہمارے اوپر خفا ہوئیں
نہ بدتہذیب گفتگو کی لیکن حضور کے اطمینان کیلئے ہم لوگ بدل و جان معاف
کرتے ہیں۔ حضور بھی ہمارے قصور معاف فرمائیں۔ ملکہ نے چشم پر آب آسمان کی
طرف ہاتھ اٹھا کر کہا کہ ای پروردگار عالم تو عالم الغیب ہے یہ میرے ملازم نہایت
وفادار اور نمکحلال ہیں میں ان سے خوش و رضامند ہوں اور بخوشی معاف
کرتی ہوں اور زر و جواہر جو ایک لاکھ روپیہ سے زیادہ کا تھا بحصہ مساوی سبکو
تقسیم کر دیا۔ ملازموں کے گریہ و زاری سے شور محشر برپا ہوا۔ ملکہ بمشکل تمام ان
سے رخصت ہو کر افسر کے ساتھ روانہ ہوئی۔ سب ملازم مثل ماہی بے آب بیتاب
و بیقرار تھے بعض نے ملکہ ہاتھوں کو اور بعض نے اُس کے دامن کو بوسہ دیا۔ ملکہ
نے دعا کی کہ خداوند عالم ان لوگوں کو صبر عطا فرما۔ زینہ کے نیچے ملکہ کا قدیمی اور
وفادار بڈھا ملازم میلویل[1] موجود تھا جسکو ظالموں نے کئی ہفتہ سے ملکہ کے پاس
آنیکی اجازت نہ دی تھی۔ ملکہ مظلومہ کو دیکھکر آہ کا نعرہ مارا اور قدموں پر گرا اور
دو نوں ہاتھ ملکر باواز دردناک کہا کہ صد افسوس مجھ سے زیادہ دنیا میں کون بدنصیب
ہوگا جو یہ ہولناک خبر لیکر اسکاٹ لینڈ جائیگا کہ ہماری رحمدل و مہربان ملکہ
کا بیگناہ بیکسی اور مظلومی کی حالت میں منحوس انگلینڈ میں سر کاٹا گیا۔ مجھے تعجب
ہے کہ ان غولان بیابانی پر قہر الہی کیوں نہیں نازل ہوتا کاش مجھے موت آتی اور
یہ دن نہ دیکھتا۔ ملکہ اسکی وفاداری اور محبت دیکھکر آب دیدہ ہوئی اسکو

[1] Melville

زمین سے اٹھایا اور سر پر دست شفقت رکھا اور بزبان گریہ آلود فرمایا کہ ای عزیز
صبر و شکر کر۔ خدا تعالی ہمارا انصاف فرمائیگا۔ اور میرے خون ناحق کا ظالموں
سے مواخذہ کریگا۔ ای وفادار میلویلی گریہ وزاری موقوف کر تجھکو خوش ہونا چاہیے
کہ آج تیری بدنصیب مظلوم ملکہ کی مصیبتوں کا خاتمہ ہو جائیگا اور قیامت
تک آرام کی نیند سوئیگی جہاں اسکو کوئی آزار و تکلیف نہیں پہونچا سکتا۔ میں
اپنے خون ناحق کی اپنے معبود سے فریاد کرونگی وہ ضرور میرا انصاف فرمائیگا۔ دنیا
فانی ہی اس کے چھوٹنے کا رنج نکرنا چاہیئے۔ ای وفادار میلویلی میں تجھ سے درخواست
کرتی ہوں کہ تو گواہ رہنا اور فرانس و اسکاٹلینڈ میں یہ امر ظاہر کرنا کہ میں آخر دم
تک سچے مذہب یعنی کیتھولک کی پابند رہی ہوں۔ خدا ان لوگوں کو معاف کرے جو
میرے خون کے پیاسے تھے۔ ای پروردگار عالم میرے دلکی کیفیت تیرے اوپر
روشن ہی اور تو سچائی کی قدر کرتا ہے۔ تجھکو معلوم ہی کہ ہمیشہ میری دلی خواہش
یہ رہی ہے کہ انگلینڈ اور اسکاٹ لینڈ میں اتفاق رہے۔ میرے پیارے بیٹے جیمس کو
میری طرف سے دعا کرنا اور یہ کہنا کہ مجھ سے کوئی امر ایسا سرزد نہیں ہوا جسکی وجہ سے
تاج اسکاٹ لینڈ کو ذلت ہو یا خاندان شاہی کو دھبہ لگے یا میرے دشمنوں کو
مجھپر برتری کا فخر حاصل ہو۔ یہ کہکر ملکہ نے ایک آہ سرد دل پر درد سے کھینچی
اور آبدیدہ ہوئی۔ اور میلویلی کی پیشانی کو بوسہ دیکر کہا کہ ای دوست وفادار
خدا حافظ ہمیشہ کیلئے رخصت اپنی ملکہ کے حق میں دعائے خیر کرنا۔ ملکہ نے رومال
سے آنسو پونچھے۔ اور ارل آف کینٹ* سے کہا ؎

نالہ را ہر چند میخواہم کہ پنہاں بر کشم ؛ دل ہمیگوید کہ من تنگ آمدم فریاد کن

*Earl of Kent.

آپ کیسے سنگدل ناخدا ترس ہیں کہ میرے قدیمی اور وفادار ملازموں کو آخر وقت میں میرے پاس نہیں آنے دیتے۔ ارل نے جواب دیا کہ ہم صرف اس لیئے آپکے ملازموں کو اسوقت یہاں آنے کی اجازت نہیں دیتے کہ وہ شوروغل مچائیں گے اور لغو و بیہودہ حرکتیں کرکے ہم لوگوں کو پریشان کرینگے بعض آپ کے خون میں رومال تر کرکے بطور یادگار اپنے پاس رکھیں گے۔ ملکہ نے فرمایا کہ میں اپنی ملازموں کی ذمہ دار ہوں نہ وہ شوروغل کریں گے نہ کوئی ایسی حرکت کریں گے جو آپ کے خلاف مزاج ہو۔ اسبات کا ارل صاحبان نے کچھ جواب نہ دیا۔ ملکہ نے کہا کہ آپ لوگوں کے دل میں ذرا رحم یا انسانی ہمدردی نہیں ہے اگر میں بجائے ملکہ اسکاٹلینڈ ہونیکے ایک معمولی درجے کی عورت ہوتی تو غالباً آپ میری درخواست منظور کر لیتے کچھ تو خدا کا خوف کیجئے ہمیشہ اس دنیا میں نہ رہیگا کیا میں تمہاری ملکہ کی بہن نہیں ہوں؟ کیا میں ہنری ہفتم بادشاہ انگلینڈ کی نسل سے نہیں ہوں کیا میں بادشاہ فرانس کی منکوحہ بی بی اور اسکاٹلینڈ کی بادشاہ تخت نشین نہیں ہوں یہ سنکر ارل کے دل پر بڑا اثر ہوا اور اُس نے ملازموں میں سے چار مرد اور دو عورتوں کیلیئے اس ہولناک منظر پر حاضر رہنے کی اجازت دی۔

اسوقت ملکہ میری اعلیٰ قسم کا شاہانہ لباس زیب تن کئے ہوئے تھی اُس کے چہرہ پر تبسم اور رفتار میں استقلال تھا۔ شاہانہ شان و شوکت سے موت کے تختہ پر پہونچی۔ اس مہیب اور ہولناک سامان قضا کو دیکھکر کچھ خوف و ہراس اُس کے چہرہ پر نمایاں ہوا۔ وہاں ایک اسٹول رکھا ہوا تھا اُسپر بیٹھ گئی۔ اسوقت وارنٹ سزائے موت سنایا گیا ملکہ نے حسب ذیل تقریر کی کہ آواز میں کسی طرح کی لرزش تھا

یا کمزوری نہ تھی۔

عیسائی بھائیو! آپکو واضح ہو کہ میں ملک اسکاٹ لینڈ کی موروثی فرمانروا ملکہ ہوں انگلینڈ کی پارلیمنٹ کی ماتحت نہیں ہوں لیکن اس جگہہ بجبر وظلم و دغابازی اور ناانصافی سے بیگناہ قتل کرنیکو لائی گئی ہوں۔ میں خدا کا شکر کرتی ہوں کہ اس نے مجھکو اس جلسۂ عام میں اپنے عقاید مذہبی ظاہر کرنیکا موقع دیا۔ یہ امر میں نے چند بار پہلے بھی ظاہر کیا ہے اور اب آخر وقت میں پھر ظاہر کرتی ہوں کہ میں نے ملکہ الزبتھ کے قتل کرانیکا نہ کبھی خیال کیا نہ قصد کیا نہ کبھی اسکی منظوری دی نہ کبھی ایذا رسانیکا ارادہ کیا میرے اس بیان کا خدا شاہد ہے وہ عالم الغیب ہے۔ بعد میری وفات کے بہت سی باتیں جو تاریکی میں ہیں وہ ضرور روشنی میں آئینگی۔ اسوقت میری صداقت و بیگناہی دنیا کو ثابت ہوگی۔ میں اپنے آقا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیطرح اپنے دشمنوں کو معاف کرتی ہوں اور اپنی زبان سے کوئی بات ایسی نہیں کہتی جو اُن لوگوں کی تباہی و بربادی کا باعث ہو۔ خدا تعالیٰ میرا انصاف فرمائیگا۔ اب میں سب لوگوں سے خدا حافظ کہکر ہمیشہ کیلئے رخصت ہوتی ہوں اور ارل صاحبان سے کہا کہ ملکہ الزبتھ کو میری طرف سے یہ شعر سنا دینا ؎

ما قدم را از میان برداشتیم ⁂ حیث دنیا را بتو بگذاشتیم

اس اثنا میں پیٹر بورو* کا پروٹسٹنٹ پادری جو ملکہ الزبتھ کے حکم سے یہاں موجود تھا اُس نے موقع پا کر ملکہ میری کو تلقین کرنا شروع کیا اور اس ملکہ اجل رسیدہ کو ایذا پہونچانے کے لئے از راہ تعصب مذہب رومن کیتھولک کی توہین کرنے لگا۔ ملکہ میری نے چند بار نہایت عجز و انکسار سے اس موذی سے کہا کہ مجھکو معاف

* Peterbourgh.

فرمائیے لیکن اس بدمعاش نے ایک نہ سنی اور بکتا رہا آخر عاجز اکر ملکہ نے اسکی طرف سے منہ پھیر لیا لیکن وہ غول بیابانی سے موت کے تختہ کے گرد چکر لگا کر مثل ملک الموت ملکہ کے سامنے پہونچا اور واہی تباہی بکنے لگا۔ ملکہ نے آبدیدہ ہوکر کہا کہ ای خدا مجھ پر رحم کر اور مجھ کو اس موذی سنگدل سے محفوظ رکھ۔ تقضا را وہ وقت اجابت دعا کا تھا کہ تیر دعا ہدف مراد پر پہونچا۔ ناگاہ اس موذی پادری کو دوران سر ہوا اور چکر کھا کر زمین پر گرا اور بیہوش ہوگیا۔ سچ ہی ؎

تیرس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن ۔۔ اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید

یہ عجیب واقعہ دیکھکر سب لوگوں کے ہوش اڑ گئے اور اس جگہ سناٹا ہوگیا۔ ملکہ نے خدا کا شکر ادا کیا اور اپنی کتاب میں سے کچھ دعائیں لیٹن زبان میں باواز بلند پڑھیں۔ بعدہ فرنچ زبان میں یہ دعا مانگی " ای خدا تو غفور الرحیم ہی میری توبہ قبول فرما اور میرے گناہ بخش دے اور یہ شعر پڑھا ؎

ندارم بجز از تو فریاد رس ۔۔ توئی عاصیاں را خطا بخش و بس

ای عیسائی بھائیو تم گواہ رہنا کہ میں بخوشی اپنے دشمنوں کو معاف کرتی ہوں اور بحلف بیان کرتی ہوں کہ میں اپنی بہن ملکہ انگلینڈ کے قتل کا نہ کبھی قصد کیا نہ مجھ کو کبھی یہ خیال گزرا۔ اس جرم سے میں بیگناہ ہوں پھر ملکہ میری نے اپنے بیٹے جیمس اور ملکہ الیزبتھ کے حق میں دعاء خیر کی اور صلیب کو ہاتھ میں اٹھا کر کہا۔ ای مسیح جس طرح تیرے ہاتھ اس صلیب پر پھیلے ہوئے ہیں اسی طرح مجھ کو اپنے رحم کے ہاتھوں میں لیلے۔ اور میرے گناہوں کی شفاعت کر۔ ملکہ کی دو وفادار خادمہ جن کے چہرے آنسوؤں سے تر تھے ملکہ کا لباس اتارنے لگیں۔

ہوا کہ شاید یہ عورتیں اس قیمتی لباس کو جو میرا حق ہے خود لیجائیں گی - لہذا اس
نے دست اندازی کی - ملکہ جلاد کی اس گستاخی سے بہت ناخوش ہوئی لیکن
غصہ کو ضبط کیا اور زیر لب تبسم ارل صاحبان سے کہا کہ آجتک نہ میں نے کبھی ایسے
غولان صحرائی سے لباس اتروایا ہے اور نہ کبھی ایسی جلسہ عام میں لباس اتارنیکا
اتفاق ہوا ہے لیکن خدا کی مرضی میں کچھ چارہ نہیں ہے وہ جسکو چاہے عزت دے
اور جسکو چاہے ذلت دے (مؤلف - تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ
اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ) ملکہ کے ملازم اپنے آقا کی بیکسی اور بیحرمتی دیکھکر
بیتاب اور بیقرار ہو گئے اور گریہ وزاری کرنے لگے اسوقت تمام حاضرین کی آنکھوں
سے آنسو جاری تھے ملکہ نے اپنے ملازموں کی تسلی وتشفی فرمائی - اور شعر پڑھا

چہ دل بندد کسی بمہر جہاں ؎ کہ ناپائدار است و نامہرباں

یہ کہکر اسٹول پر بیٹھ گئی اسکی خادمہ نے جسکا نام کینیڈی تھا ملکہ کا ریشمی رومال
جس کے کناروں پر سنہری کام تھا اس مظلومہ کی آنکھوں پر باندھا اور ہاتھ
پکڑکر اسے آہنی کندہ کے پاس لاکر بٹھایا جسپر سر رکھکر کہاڑی سے کاٹا جاتا ہے
ملکہ میری نے باواز بلند کہا کہ اے پروردگار عالم میں اپنی جان ناتواں تیری سپرد
کرتی ہوں" اور کندے پر سر رکھدیا - چاروں طرف سے الحفیظ والامان کی
آوازیں بلند ہوئیں اور ہنگامہ محشر بپا ہوا اس شور وغل کیوجہ سے جلاد کے حواس باختہ
ہوگئے اور جسم لرزنے لگا - اس پریشانی کیحالت میں جو وار کیا وہ نشانہ پر صحیح نہ
پڑا اور ملکہ مظلومہ کے سر میں شدید زخم آیا لیکن اس شیردل عورت نے مطلق حرکت
نہ کی جلاد نے دو ضرب اور لگاکر سر کو جسم سے علیحدہ کیا (الامان والحفیظ)

Kennedy

اور قاعدہ مقررہ کیموافق سر اٹھا کر سب کو دکھایا گیا اور نعرہ مارا کہ ملکہ الیزبتھ کو
خدا سلامت رکھے۔ حاضرین نے دیکھا کہ تکلیف کی شدت سے ملکہ کا چہرہ بدل
گیا تھا۔ اس روسیاہ پادری نے جسکو ہوش آگیا تھا کہا کہ اسی طرح [illegible]
اور بادشاہ کے دشمن غارت ہوتے ہیں۔ متعصب اور سنگدل ارل آف کینٹ[1]
نے کہا کہ اسطرح خدا سب دشمنوں کو غارت کرے۔ حاضرین میں سے کسی نے لفظ
آمین نہ کہا۔

ملکہ میری کی نعش مصالح لگا کر ایک صندوق میں بند کیگئی اور چھ ماہ تک ایک
کمرہ میں رکھی رہی۔ یکم اگست کو بحکم ملکہ الیزبتھ پیٹر بورو[3] کے گرجا میں شاہی جلوس
کے ساتھ ملکہ کیتھرائن کی قبر کے پاس دفن کیگئی۔ اسی عرصہ تک ملکہ میری کے ملازم
قید میں رکھے گئے۔ بعدہٗ آزاد کیے گئے۔ پچیس برس تک ملکہ میری کی نعش
پیٹر و بورو میں رکھی گئی بعدہٗ بادشاہ جیمس کے حکم سے ۱۱ اکتوبر ۱۶۱۲ء کو ویسٹ منسٹر[2] میں
تبدیل کی گئی۔

ملکہ میری کے قتل کرانے سے پیشتر ملکہ الیزبتھ بیرون عقل میں دو امور تولیہ تھا
تھی اول تو بہن کے خون ناحق کی بدنامی کا خوف تھا۔ دوم اپنے قوی دشمن
کی ہلاکت سے خوشی اور ہمیشہ کیلئے اطمینان کا ہونا۔ وارنٹ [illegible] پر ملکہ
الیزبتھ کے دستخط ہو چکے تھے لیکن زیر تعمیل تھا کہ ارکین سلطنت کے مشورہ سے
ملکہ میری قتل کر دی گئی اور ملکہ الیزبتھ کی تمنائے دلی بر آئی۔ اس نے سوچا
کہ اس خوفناک بدنامی سے لاعلمی کے سایہ میں پناہ لینا مناسب ہے۔ چنانچہ ملکہ
میری کے قتل کے روز شام کو جبکہ ملکہ الیزبتھ باغ میں بطور تفریح سیر کر رہی

(1) Earl of Kent. (2) Westminister ۱۹۲ تاریخ عالم صفحہ
(3) Peterborough.

تھی کہ ایک خادمہ نے دوسری سے کہا کہ آج بدبخت و گمراہ میری جہنم واصل کر
دی گئی۔ ملکہ الزبیتھ نے یہ خبر سنکر کوئی خاص توجہ نہ کی لیکن بوقت سحر سیکریٹری
ہٹن کو بلا کر نہایت غیظ و غضب سے کہا کہ جس شخص نے بلا ہماری مرضی و
اجازت اسکے قتل کی اطلاع کئے ہوئے ملکہ میری کو ہلاک کرایا ہے ہم اسکو نہایت سخت
سزا دینگے۔ اور ملکہ مظلومہ کی ناگہانی موت پر بہت رنج و غم ظاہر کیا بلکہ آبدیدہ ہوئی
اور بادشاہ فرانس کے سفیر موسیو [illegible] کو بلا کر کہا کہ تم فوراً اپنے بادشاہ کو اطلاع دو کہ
کہ ملکہ میری کی ہلاکت کا ہمکو سخت صدمہ ہوا ہے اور ہم اپنے وزیروں کو جو اسکی ہلاکت
کا باعث ہوئے ہیں سخت سزا دینگے اس حادثہ جانکاہ کا ہمکو بالکل علم نہ ہوا۔ کونسل
کے ممبروں نے یہ خبر ہم سے پوشیدہ رکھی۔ کل شام جب میں باغ میں سیر کر رہی تھی
تو میری دو خادمہ آپس میں باتیں کر رہی تھیں۔ انکی زبانی اتفاقاً میں نے یہ وحشتناک
خبر سنی۔ ملکہ الزبیتھ نے اپنی نیک نیتی ثابت کرنیکی غرض سے اپنے وزیروں کو معطل
کیا اور حکم دیا کہ ان پر نافرمانی کا مقدمہ قائم کیا جائے۔

رفتہ رفتہ چند روز میں ملکہ الزبیتھ کا غصہ ٹھنڈا پڑ گیا اور وزیروں نے نہایت
عجز و انکسار سے اپنے گناہ کا اقبال کیا اور کہا کہ یہ فعل ہم نے نیک نیتی اور وفاداری
سے اپنے بادشاہ اور ملک کی بہتری کیلئے کیا تھا۔ ملکہ ہماری جان و مال کی مالک ہے
ہمکو سزا دینے اور معاف کرنیکا اسکو اختیار ہے۔ از راہ رحمدلی و نیک مزاجی ملکہ
نے سبکو معاف کیا اور بحال کر دیا اور فرمایا کہ ان لوگوں کو غلط فہمی ہو گئی۔ یہ امر
حیرت انگیز ہے کہ ملکہ میری کے قتل کی خبر اسکے بیٹے جیمس بادشاہ اسکاٹلینڈ
کو ایک ماہ کے بعد پہنچی۔ یہ خبر وحشت اثر سنکر جیمس زار زار رویا اور عہد کیا کہ میں

Sr. Hatton Sr. Roger

اپنی مظلومہ ماں کے خون ناحق کا بدلہ ضرور لیوں گا۔ تمام رعایا کو بھی ملکہ میری
کے اسطرح بیکسی سے قتل ہونیکا بڑا صدمہ ہوا اور امرا و رعایا نے بادشاہ جیمس
سے ہمدردی کی اور کہا کہ ملکہ کے قتل کا بدلہ لینے کی آپ طیاری کیجئے۔ ہم لوگ جان
ومال سے آپکی مدد کرنیکو طیار ہیں۔ اس اثنا میں ملکہ الیزبیتھ نے ایک خط بطور
ماتم پرسی بزرگانہ محبت آمیز الفاظ میں نوجوان بادشاہ جیمس کے پاس بذریعہ [illegible]
بھیجا کہ تمکو واضح ہو کہ تمہاری والدہ ملکہ میری کی ہلاکت کی میں باعث نہیں ہوئی
ہوں میرے بدبخت وزیروں نے بلا میرے حکم و علم کے اسکو قتل کر دیا۔ آپ اطمینان
رکھئے۔ میں ان لوگوں کو سخت سزا دوں گی اور آئندہ سے میں مثل تمہاری ماں
کے رہوں گی۔ ملکہ میری کے قتل سے تمہارے حقوق اور امیدوں پر کچھ اثر نہیں ہو
سکتا۔ ملکہ الیزبیتھ کے خیرخواہ اور طرفدار لوگ جو جیمس کے دربار میں موجود تھے انہوں
نے بادشاہ کو سمجھایا کہ آپ سوائے صبر و شکر کے اور کچھ چارہ نہیں ہے۔ آپکو اس امر کا
خیال رکھنا چاہیئے کہ تخت انگلینڈ کے اب آپ وارث ہیں۔ ملکہ الیزبیتھ کو آپ ناخوش
نہ کیجئے کیونکہ وہ آپکو اس اعلیٰ ورثہ سے محروم ثابت کر سکتی ہے۔ رفتہ رفتہ نوجوان بادشاہ
کا غصہ فرو ہو گیا اور دور اندیشی نے اسکو بدلہ لینے سے باز رکھا۔ ملکہ کے [illegible] انگلینڈ
کے تخت نے اس کے منہ پر مہر خاموشی لگا دی۔ اس ظلم و ستم کا حال اسکاٹ لینڈ کو
سخت صدمہ تھا۔ امرا نے بادشاہ جیمس سے نہایت عاجزی سے درخواست کی کہ
آپکو اپنی مادر مظلومہ کا ضرور بدلہ لینا چاہیئے۔ جیمس نے جواب دیا اگرچہ قتل سے مجھکو
بھی سخت الم ہوا اور میرا ارادہ بدلہ لینے کا ہے۔ لیکن ان بادشاہوں سے جو میرے
دوست ہیں امر ہذا میں مشورہ کر لوں تب کچھ کروں گا۔ ملکہ الیزبیتھ کو تنہا جیمس کی فکر

سے کوئی اندیشہ نہ تھا لیکن بطور دور اندیشی سرحد پر زبردست فوجیں جمع کیں اور
اسکاٹ لینڈ کے امرا کو بطور رشوت زر کثیر دیا اور جیمس کو خوش کرنے کی غرض سے
اربیلا اسٹوارٹ ایک رشتہ دار کو دربار میں طلب کیا اور یہ امر ظاہر کیا کہ ہمارا ارادہ اُس
شاہزادہ کو اپنا ولیعہد کرنیکا ہے۔ یہ سنکر تو جیمس کا رہا سہا بھی غصہ ٹھنڈا پڑ گیا۔ اس
طرح ملکہ میری مظلومہ کا خون ناحق بے قصاص رہا۔ جیمس بادشاہ اسکاٹ لینڈ اور
اور جیمس کے چچا بادشاہ فرانس نے جن پر اُسکا بدلہ لینا فرض تھا خاموش رہے۔
انگریزوں اور اہل اسپین میں سخت نااتفاقی تھی اور روز بروز مخالفت بڑھتی جاتی تھی
فلپ دوم بادشاہ اسپین جو ملکہ میری متوفیہ بادشاہ انگلینڈ کا شوہر تھا۔ یورپ کے
چند بڑے ملکوں پر حکمران تھا۔ یہ بادشاہ فلپ دی کرول (ظالم) کے نام سے مشہور
تھا۔ پرانسٹنٹ کا جانی دشمن تھا۔ اور نیتھر لینڈس میں ہزارہا مخلوق پرانسٹنٹ کو اسنے
طرح طرح کے عذاب سے قتل کرایا تھا۔ فوجوں کی تعداد بہت تھی جنکے جرنیل
ظالم و بیرحم اور سپاہی مثل غولان بیابانی خونخوار تھے جب وہ کسی شہر یا قصبہ کو فتح
کر لیتے تھے تو بلا لحاظ کسی عمر و جنس کے قتل عام کرتے تھے اور مکانوں کو لوٹ
لیتے تھے۔ اور آگ لگا دیتے تھے۔ اس ظلم کا یہ نتیجہ ہوا کہ تمام ملک باغی ہوگیا اور
آزاد ڈچ ریپبلک قائم کرلی جسکو بادشاہ فلپ مغلوب نہ کرسکا اور آخرکار ملک ہاتھ
سے نکل گیا۔ فلپ کے جبر و ظلم کا حال سنکر تمام انگریز [illegible] ہوگئی۔
ملک امریکہ کا وہ حصہ جہاں چاندی کی کانیں تھیں اس بادشاہ کے قبضہ میں تھا وہاں
سے ہر سال کئی جہاز چاندی سے بھر کر آتے تھے اور وہ چاندی اسکے خزانہ میں
داخل ہوتی تھی۔ جہازی انگریز بادشاہ فلپ کا کچھ خوف و لحاظ نہ کرتے تھے۔

وہ ان ملکوں میں جو اسپین کی ملکیت تھے جاتے اور تجارت کرتے تھے حالانکہ آپ نے اس امر کی سخت ممانعت کر رکھی تھی۔ انگریز لوگ زیادہ تر غلام فروشی کرتے تھے یہ موقع پاکر افریقہ سے مرد و عورت و بچوں کو پکڑ لاتے تھے اور امریکہ میں فروخت کر دیتے تھے یہ تجارت انکی کسی قانون سے ممنوع تھی نہ وہ اسکو برا سمجھتے تھے۔ کبھی کبھی یہ جہازی انگریز اسپین کے جہازوں کو بھی لوٹ لیتے تھے۔ اور جہاز والوں کو قتل کر دیتے تھے اگر یہ لوگ بدقسمتی سے کبھی فلپ کے ہاتھ آجاتے تھے تو وہ انکو بڑے عذاب سے ہلاک کراتا تھا۔ کیونکہ پروٹسٹنٹ لوگوں کو وہ گمراہ اور بد اعتقاد سمجھتا تھا انپر رحم نہ کرتا تھا

اگرچہ اس زمانہ میں انگلینڈ اور اسپین میں بلحاظ صلح تھی اعلان جنگ نہ تھا۔ مگر انگریز اہل اسپین سے اسقدر بیزار تھے کہ انکو لوٹنا اور قتل کرنا جایز اور کار خیر سمجھتے تھے۔ یورپ میں باہمی جنگ یا صلح ہونیکا ان پر کچھ اثر نہ تھا منجملہ انگریزی جہازی بہادروں کے ایک شخص فرانسس[1] ڈریک تھا۔ یہ شخص ڈیون[2] شایر کا باشندہ تھا یہاں کے رہنے والے عموماً نہایت بہادر اور جفاکش ہوتے ہیں۔

سنہ ۱۵۷۲ء میں ڈریک امریکہ گیا اور پناما[3] میں لنگر انداز ہوا یہاں سے بہت زیادہ چاندی لوٹ کی اس کے ہاتھ آئی اور کامیاب اپنے ملک انگلینڈ کو واپس آیا۔ پانچ سال کے بعد فرانسس ڈریک پانچ چھوٹے جہاز جنمیں ایک سو چونسٹھ[4] آدمی سوار تھے اپنے ہمراہ لیکر پلائی موتھ سے امریکہ کو روانہ ہوا جب اُس کے جہاز آبنائے میگیلن[5] میں پہونچے تو سوائے ایک خطرناک راہ کے گزرنے کے اور کوئی راستہ انکو معلوم نہ ہوا اسجگہ گھاٹیوں میں جہاں دریاؤں کے حلقے میں طوفانی ہوا بہت زور سے تیز اور تند چلتی ہے کہ وہاں سے گذرنا بہت دشوار تھا لیکن یہ جوانمرد

4. Plymouth 5. St. of Magallen

1. Davonshair 2. Panama 3. Francis Druke.

اور شیر دل خدا پر بھروسہ کرکے ان خطرناک دشوار گزار گھاٹیوں میں داخل ہوا۔ اُسی شعر پڑھا۔ درین دریائے بے پایاں درین طوفان شور افزا

دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسیہا۔

جب ڈریک کا جہاز پیلیکن[1] صحیح و سلامت ان خوفناک گھاٹیوں سے گزر کر سمندر میں پہونچ گیا تو تنہا تھا۔ اُس کے چاروں ہمراہی جہاز گم ہو گئے یا تو غرق ہو گئے یا واپس چلے گئے اس نازک وقت میں ڈریک مستقل مزاج رہا اسکو معلوم تھا کہ تمام ملک چلی[2] اور پیرو[3] بادشاہ اسپین کے قبضے میں ہے۔ ڈریک کے وہاں آنیکی کسی کو خبر نہ وہ لڑنے کے لیے طیار۔ وہ بے تکلف بندرگاہ ولپریسو[4] میں داخل ہوا۔ وہاں اسپین کا ایک بہت بڑا جہاز کھڑا ہوا تھا۔ اہل جہاز کو بالکل خیال نہ تھا کہ کوئی انگریزی جہاز یہاں آسکتا ہے۔ وہ لوگ ڈریک کیواسطے دعوت و مہمانی کی طیاری کرنے لگے ناگاہ انگریزوں نے قبضہ کر لیا اس جہاز میں سے علاوہ دیگر مال و اسباب کے چار سو پونڈ وزنی سونے کی اینٹیں ڈریک کے ہاتھ لگیں۔ تمام مال غنیمت ڈریک نے اپنے جہاز پیلیکن میں رکھوا دیا۔ یہاں سے ڈریک ترآپاکا[5] کیطرف روانہ ہوا۔ وہاں سمندر کے کنارے پر اُس نے چاندی کا انبار دیکھا جسکو بہت خوشی سے ڈریک نے اپنے جہاز میں رکھوا لیا۔ ابھی روانہ نہ ہوا تھا کہ ایک قطار نرگاوان کی چاندی سے لدے ہوئے آتے دیکھا ڈریک نے نہایت اطمینان سے اُن پر بھی قبضہ کیا۔ وہاں سے آگے چلکر بکثرت سونا اور چاندی اور کچھ جواہرات اسکے ہاتھ آئے بیشمار دولت حاصل کرکے ڈریک غنی ہو گیا۔ [illegible] [illegible] کالیفورنیا[6] پہونچکر اُس نے واپسی کا قصد کیا بحرالکاہل میں جہاز رانی کرنا

---

[1] Pelican. [2] Chili. [3] Peru. [4] Valparaiso. [5] Tarapaca. [6] California.

ہوا کیپ آف گڈ ہوپ[1] کا چکر لگا کر بخیریت تمام انگلستان آپہونچا۔ یہ پہلا انگریز تھا جس نے تمام دنیا کے گرد گشت کی۔ ڈریک نے ملکہ الیزبتھ کو بہت زر و جواہر بطور نذر پیش کیا جو باعث ملکہ کی خوشی کا ہوا۔ اہل اسپین نے ڈریک کو خونخوار بحری ڈاکو مشہور کیا اور ملکہ الیزبتھ سے درخواست کی کہ یا تو اس شخص کو سخت سزا دیجائے یا دست و پا بستہ ہمارے حوالہ کر دیا جائے۔ ملکہ نے بجائے سزا دینے کے بہادر ڈریک کی قدردانی کی اور اسکو نائٹ[2] کا خطاب عطا فرمایا۔ اب وہ سر فرانسس ڈریک ہوگیا۔

۱۵۸۸ء میں فلپ دوم نے انگریزوں کی حرکات ناشائستہ سے تنگ آکر انگلینڈ پر فوج کشی کی۔ ملکہ الیزبتھ کی بلند اقبالی کیوجہ سے پراٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک لوگ متفق ہوگئے اور سب نے ملکر دشمن کا مقابلہ کیا۔ کاڈز[3] میں سر فرانسس ڈریک نے نہایت کوشش و جان فشانی سے بادشاہ اسپین کے جہاز جنمیں سامان رسد و جنگ بھرا ہوا تھا تباہ و غارت کر دئے۔ اسپین کی ایک زبردست فوج جو فلانڈرس[1] سے انگلینڈ پر حملہ کرنے کے لئے تیار تھی اسکو اہل ہالینڈ[2] نے جو انگلینڈ کے دوست تھے روکدیا۔ انوینسیبل آرماڈا[3] اسپین کے ڈیڑھ سو جہازوں کا زبردست بیڑا جو انگلینڈ پر حملہ آور ہوا اسکو انگریزی جہازوں نے سخت خونریز لڑائی کے بعد شکست دیکر شمالی سمندر کیطرف بھگا دیا۔ (جنگ آرماڈا)

تفصیل انوینسبل آرماڈا صفحہ ۳۹ سٹوڈنٹس ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ۱۹ سے
۲۸۔۲۹۔۳۰ مئی ۱۵۸۸ء

جہاز	توپیں	سپاہی	جہازی	قیدی و غلام	والنٹیر امرا	پادری
۱۵۰	۳۱۶۵	۱۹۲۹۵	۸۲۲۵	۲۰۸۸	۲۰۰۰	۲۹۰

1. Flanders 2. Holland 3. Invincible Armada

1. cape of Good hope. 2. knight. 3. cadiz.

کل فوجیں جو جہازوں میں سوار ہوئیں	روزانہ خرچ	کل خرچ بحری و بری فوجوں کا
۳۰۰۰۰	۱۲۰۰۰ ڈوکاٹ	۳۰۰۰۰ ڈوکاٹ

جرنیل فارنیس[1] - اعلی افسر ڈیوک میڈینا سیڈونیا تھے

۱۲ - ۱۵ اگست ۱۵۸۸ء کو نہایت شدید طوفان باد و باراں کا نازل ہوا اسکی وجہ سے اسپین کا جہازی بیڑا غارت ہوگیا۔ بہت سے جہاز غرق ہوگئے باقیماندہ کے بادبان پھٹ گئے اور مستول وغیرہ ٹوٹ گئے اور جہازوں میں پانی بھر گیا ہزارہا آدمیوں کی جانیں ضایع ہوئیں جو باقی رہے وہ زخمی و بیمار تھے۔ سامان رسد جہازوں میں بالکل نہیں رہا تھا بیماری اور فاقہ کشی کیوجہ سے بہت سے آدمی راہی ملک عدم ہوئے۔ القصہ ان اجل رسیدہ طوفان زدہ شکستہ حال جہازوں نے اورکنی[1] کا چکر لگا کر اسکاٹلینڈ اور آئرلینڈ کیطرف سے بالا بالا گزر کر اسپین پہونچنے کا قصد کیا۔ ناگاہ ایک بڑا جہاز جزیرہ مل[2] کے قریب ایک پہاڑ سے ٹکر کھا کر ٹوٹ گیا وہاں کے وحشی و خونخوار باشندوں نے پہلے تو جسقدر مال و اسباب ممکن ہوا لوٹ لیا پھر آگ لگا دی اور جہاز کو معہ ان آدمیوں کے جو جہازوں میں موجود تھے جلا دیا باقی جہاز آئرلینڈ کے مغربی کنارے کے قریب سے گزرے چند جہاز ہوا کی شدت اور ظالم امواج طوفان کی وجہ سے کنارے کے قریب پہونچکر پتھروں کی چٹانوں میں پھنس گئے تھے۔ بہت سے آفت رسیدہ جان بچا کر کنارے پہونچے مگر وہاں ظالم انگریزوں کے پنجہ اجل میں گرفتار ہو کر بہت سخت عذاب سے ہلاک کئے گئے اور جو لوگ آئرلینڈ والوں کے ہاتھ لگے انھوں نے انکو لوٹ کر قتل کیا زیادہ تر آدمی سمندر میں غرق ہوئے۔ ایک انگریز لکھتا ہے کہ جب میں سلیگو[3] میں تھا

1. Orkney. 2. Isle of Mull. 3. Sligo.

1. Farnese, Duke of Medina Sidonia.

تو سمندر کے کنارے پر پانچ میل تک اسپین والوں کی نعشیں پڑی ہوئی تھیں جنکو دریا
کی موجوں نے کناروں پر ڈالدیا تھا تعداد میں گیارہ سو سے زیادہ یہ لاشیں تھیں۔ دیگر مقامات
میں بھی اسی طرح لاشیں پڑی ہوئی پائی گئیں۔ صرف ۵۳ جہاز منجملہ ڈیڑھ سو (۱۵۰) کے شکستہ
حال جنمیں نو یا دس ہزار زخمی و بیمار آدمی تھے بمشکل تمام اپنے ملک اسپین میں پہونچے بادشاہ
فلپ کو یہ حال سنکر سخت صدمہ ہوا اور کئی روز تک محل سے برآمد نہ ہوا۔ نہ کسی سے گفتگو
کی۔ لیکن جب اڈمیرل بحری جرنیل بادشاہ کے سامنے آیا تو اس نے اسپر کچھ ناخوشی
ظاہر نہ کی۔ بلکہ یہ کہا "میں نے تمکو آدمیوں سے لڑنے کیلئے بھیجا تھا - کہ قدرت سے مقابلہ
کرنے کیلئے نہیں بھیجا تھا"

ملکہ الزبتھ نے کہا کہ یہ فتح میری خوش اقبالی کیوجہ سے ہوئی ہے نہ کہ میرے ملازموں
کی کوشش سے۔ خدا نے میرے دشمنوں کو غارت کر دیا۔ دوسرے روز ملکہ الزبتھ بڑے
شان و شوکت سے سینٹ پال کے گرجا میں خدا کا شکر ادا کرنے گئی اور تمغے جو انعام میں تقسیم
کئے گئے انپر یہ تحریر کندہ کرائی گئی "خدا نے طوفان بھیجکر میرے دشمنوں کو غارت کر دیا"
آرماڈا پر فتحیابی کی خوشی میں ملکہ نے خدا کا شکر اسطرح ادا کیا کہ جیلخانہ سے رومن کیتھولک چھ
پادری بزرگ اور چار دیگر اشخاص اور چار شریف لیڈیاں اور پندرہ آدمی انکے ساتھی
ہلاک کئے اور انکو دشمنان خدا قرار دیکر بعذاب سخت چوک بازار میں ذبح کرایا یعنی خوشنودی
خدا کیلئے قربانی کیا۔ ان سب لوگوں پر سوائے مذہبی عقیدے کے اور کسی قسم کا جرم
بغاوت وغیرہ کا نہیں تھا۔ چودہ برس کے زمانہ میں آرماڈا کی شکست سے تا وفات ملکہ
الزبتھ رومن کیتھولک پر بڑے ظلم و ستم ہوئے۔ چودہ برس میں اکسٹھ بزرگ پادری اور
۵۰ دیگر لوگ اور چار شریف لیڈیاں محض عقاید مذہبی کیوجہ سے طرح طرح کے عذاب سے

— Admiral — St Paul.

ہلاک کئے گئے۔ وقت مرگ جب حکم شاہی سنایا جاتا تھا کہ اگر وہ [illegible] رومن کیتھولک ترک
کرکے پروٹسٹنٹ ہو جاوینگے تو جان بخشی کیجاویگی اور ان کے انکار کرنے پر بعض زندہ آگ
میں جلائے جاتے اور بعض کا پیٹ چاک کرکے آلایش آگ میں ڈالی جاتی اور انکے
ٹکڑے ٹکڑے کیے جاتے۔ غرضکہ نہایت ہولناک عذاب دیکر ہلاک کئے جاتے تھے۔ ان
لوگوں کی قربانی سے ملکہ کی تسلی نہ ہوئی۔ اس فکر میں ہوئی کہ کسی عالی خاندان امیر کی
قربانی کرنا چاہیئے۔ چنانچہ اس کا خیر و ثواب کیا ارل آف آرنڈل[1] جو موصوف مذہب
رومن کیتھولک کا پابند تھا قلعہ ٹاور میں بوجہ عقیدہ قید تھا۔ تجویز [illegible] اور تدبیر قتل اُس
کے ماخوذ کرنے کے لئے عمل میں لائی گئی۔ یکایک اسکی قید تنہائی [illegible] یہ رعایت کیگئی کہ
اس کے کمرے کے قریب دوسرے کمروں میں جو رومن کیتھولک پادری اور دیگر
اشخاص قید تھے ان کے پاس آنے کی اجازت دیگئی۔ ایک کمرہ میں پادری ولیم بنٹ[2]
تھا جس کے پاس جاکر کبھی کبھی ارل آرنڈل اس میں شریک ہوتا تھا۔ یہاں طامس
جیرارڈ[3] اور ولیم شیلی[4] دو رومن کیتھولک امیر قیدی بھی شریک عبادت ہوتے تھے۔
قضارا اسی زمانہ میں آرماڈا انگلینڈ پر حملہ آور ہوا تھا۔ قلعہ ٹاور کے گورنر نے بحکم ملکہ
الیزبتھ ارل آرنڈل اور دیگر قیدیوں کو مطلع کیا کہ جسوقت اسپین نے انگلینڈ کی زمین
پر قدم رکھا اسیوقت تم اور دیگر رومن کیتھولک جو یہاں قید ہیں [illegible] قید حیات سے آزاد
کیے جاؤگے۔ اس خوفناک حکم کا قیدیوں پر بڑا اثر ہوا اور سلامتی جان کی تدابیر اپنے تحفظ
کی سوچنے لگے۔ ارل آف آرنڈل نے یہ صلاح دی کہ سب [illegible] ہوکر دعا مانگیں کہ
خدا تعالیٰ ہمکو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور ہمارے اوپر رحم فرمائے۔ بخوشی سب نے
اس تجویز کو پسند کیا۔ لیکن بعد کو ولیم شیلی نے کہا کہ صاحبو! خدا جانے ہمارے دشمن ایسی

[1] Earl of Arundel [2] William Bennet

[3] Gerard Sir Thomas [4] William Shelley

دعا مانگنے کو کس امر پر محمول کرینگے اور ملکہ کو ہماری طرف سے بدظن کریں گے چنانچہ
اس خوف سے یہ ارادہ ملتوی کر دیا گیا۔ جب یہ خبر ملکہ کو پہونچی تو اُس نے پادری
کو بلا کر اور عذاب دینے کی دھمکی دیکر دریافت کیا کہ سچ بتاؤ ارل نے تم سے کیا خواہش
کی تھی۔ خوف کیوجہ سے پادری صاحب کانپنے لگے اور ہوش وحواس گم ہو گئے گھبرا
کر کہا کہ جو حضور کو خیال ہے وہ درست ہے، ارل نے مجھ سے خواہش کی تھی کہ اہل اسپین
کی فتحیابی کیلئے دعا مانگنی چاہیئے۔ لیکن میں نے منظور نہیں کیا۔ چنانچہ اس سنگدل روسیہ
پادری کے بیان پر مظلوم ارل کے اوپر بغاوت اور نمکحرامی کا جرم قایم کیا گیا۔ ملکہ نے
ارل کے مقدمہ کی سماعت کیلئے ارل ڈربی[1] کو جو ارل آف آرنڈل کا جانی دشمن تھا اور
خون کا پیاسا تھا اور دیگر ۲۴ امرا کو جج مقرر کیا۔ اور ۱۸ اپریل سنہ ۱۵۸۹ء کو مظلوم
ارل آرنڈل جوابدہی کیلئے ویسٹ منسٹر ہال میں عدالت کے سامنے لایا گیا۔ مظلوم نے
بحلف بیان کیا کہ جو دعا مانگنا میں نے تجویز کیا تھا اُس کا کچھ تعلق اسپین کی حملہ آوری
سے نہ تھا بلکہ یہ مقصود تھا کہ اپنے اور دیگر ساتھیوں کی حفاظت کیلئے خدا تعالے سے دعا
مانگی جائے۔ ہمکو موت کا اندیشہ دلایا گیا تھا۔ ایک گھنٹہ غور کرنیکے بعد ججوں نے ارل
مظلوم کو مجرم تجویز کرکے واجب القتل قرار دیا۔ اجل رسیدہ ارل نے نہایت استقلال
اور خندہ پیشانی سے حکم سزائے موت سنا۔ لیکن نہایت عجز وانکسار سے عدالت سے
کہا کہ میری آخری درخواست ہے کہ قبل از مرگ مجھکو اپنی بیوی اور پانچ سالہ معصوم فرزند
کے دیکھنے کی اجازت دیجائے۔ میرے قید ہونے کے چند روز بعد وہ بچہ پیدا ہوا ہے
اب تک میں نے اُسکی صورت نہیں دیکھی جسکا بہت مشتاق ہوں۔ سنگدل ججوں
نے کچھ جواب نہ دیا۔ وزیر اعظم برگلی[2] اور امیر ہٹن نے ملکہ سے ارل کی جان بخشی

[1] Derby [2] Burghley

کی درخواست کی اور عرض کیا چونکہ حضور نے اس کے باپ کو بھی قتل کرایا تھا
اب بیٹے کے خون میں اپنے ہاتھ نہ رنگیں اور بدنامی حاصل نہ کیجئے۔ اب اس کیطرف
سے کسیطرحکا اندیشہ نہیں ہے کیونکہ وہ آپ کے قبضہ میں ہے ہر وقت حضور کو
اسکے قتل کرنیکا اختیار ہے۔ ملکہ الزبتھ تو باکراہ بخود وزیروں کی سفارش منظور کی
لیکن اس مظلوم پر اپنا ارادہ ظاہر نہ ہونے دیا۔ وہ بدنصیب کئی برس تک دن
رات موت کے خطرہ میں رہا ہمیشہ جب صبح کو اُٹھتا تھا تو یہ خیال کرتا تھا کہ آج
ضرور قتل کیا جاؤں گا۔ اور رات کو یہ اندیشہ رہتا تھا کہ بیخبری میں کوئی قتل نکردے
۱۵۹۵ء میں ارل آرنڈل سخت بیمار ہوا۔ ہرچند ڈاکٹروں نے علاج کیا لیکن
کچھ فایدہ نہ ہوا۔ دو مہینہ بیمار رہکر ۱۱ برس کے بعد اس عالم فانی سے ناشاد و نامراد
عالم جاودانی کیطرف رخصت ہوا۔ وقت مرگ اُس نے یہ درخواست کی کہ یہ رباعی
میری قبر پر لکھی جائے۔ رباعی۔

پرسی ز جہاں من چہ مصائب کشیدہ ایم ؛ از رنج دہر زیر زمیں چوں رسیدہ ایم
اندر جہاں چہ گوشۂ راحت ندیدہ ایم ؛ جاں دادہ ایم و کنج مزارے خریدہ ایم

قلعہ میں اپنے باپ مقتول کی قبر کے پاس دفن کیا گیا ملکہ الزبتھ کا یہ وحشیانہ برتاؤ اس مظلوم
امیر کے ساتھ نہایت بیرحمی اور بغض و کینہ کا تھا۔ ملکہ کے اس ظلم و ستم کا باعث کوئی خفیہ
امر تھا جو کسی پر ظاہر نہ ہوا۔ اوس کے مرنے تک وہ رنج ملکہ کے دل سے دور نہ ہوا بلکہ
بعد وفات کے بھی اس رنج کا اثر باقی رہا۔ شروع میں ملکہ ارل پر اتنی مہربان تھی کہ تخلیہ میں
بھی باریابی حاصل تھی۔ لیکن جب سے وہ بدنصیب اپنی بیوی کی صحبت میں رہنے لگا
ملکہ اُس سے بیزار ہو گئی۔ کل ایام قید میں حتیٰ کہ وقت مرگ بھی سنگدل ملکہ نے اسکو

اپنی بیوی اور معصوم بچے سے ملنے کی اجازت نہ دی۔ نہ اُس کے کسی رشتہ دار کو خواہ وہ رومن کیتھولک ہو یا پراٹسٹنٹ اس سے ملنے کی اجازت نہ دی۔ جب تک الزبتھ زندہ رہی۔ بیگناہ لیڈی آرنڈل سے ناخوش رہی۔ غریب لیڈی بلا اجازت اپنے مکان سے کہیں نہیں جا سکتی تھی۔ حتےٰ کہ علاج کرانے کی ضرورت سے اگر لندن جاتی تو اجازت لینا پڑتی تھی۔ اور جب ملکہ کسی ضرورت سے سینٹ جیمس[1] (جہاں یہ لیڈی رہتی تھی) آتی تو پہلے سے لیڈی آرنڈل کو حکم بھیجا جاتا کہ قبل تشریف آوری ملکہ شہر سے چند روز کے لئے کسی اور جگہہ چلی جاؤ

اس زمانہ میں ہنری سوم بادشاہ فرانس نے ڈیوک آف گوئیس[2] اور اُس کے بھائی کارڈینل[3] کو بیگناہ قتل کرایا تھا۔ لیکن اس خونِ ناحق کے وبال میں بہت جلد ہنری سوم ایک متعصب پادری کے ہاتھ سے مارا گیا۔ چونکہ اُس کے اولاد نہ تھی لہذا اسکا رشتہ دار بادشاہ نویری[4] جو حقدار سلطنت تھا ہنری چہارم کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ یہ بادشاہ پراٹسٹنٹ تھا اسوجہ سے تمام رومن کیتھولک رعایا نے فلپ دوم بادشاہ اسپین کی اغوا سے علم بغاوت بلند کیا اور نہایت خونریز لڑائیاں ہوئیں۔ ملکہ الزبتھ نے ہنری چہارم کی مدد کے لئے روپیہ اور فوج بھیجی۔ تین سال تک ملک میں کشت و خون ہوتا رہا۔ ہنری چہارم نے خیال کیا چونکہ میری رعایا زیادہ تر رومن کیتھولک ہے مخالفت مذہبی کیوجہ سے کبھی وہ میری اطاعت نکریں گے اور ہمیشہ ملک میں فتنہ و فساد ہوتے رہیں گے۔ آخر مجبور ہو کر ۱۵۹۳ء میں اُس نے اعلان کیا کہ میں نے مذہب پراٹسٹنٹ ترک کر کے مذہب رومن کیتھولک اختیار کر لیا اسپر تمام رعایا اُسکی مطیع و فرمانبر ہو گئی اور ملک میں امن و امان ہو گیا

[1] St. James [2] Duke of Guise. [3] Cardinal [4] Navarre.

ملکہ الزبتھ کو ہنری کے مذہب تبدیل کرنیکا بہت رنج ہوا مگر مصلحتاً دوستانہ راہ و رسم جاری رکھی -

جنوری ۱۶۰۳ء میں ملکہ الزبتھ کو زکام ہوا - اختتام ماہ پر ویسٹ منسٹر سے رچمنڈ چلی آئی - مرض میں روز بروز ترقی ہوتی رہی - قدیم عادت کیموافق ڈاکٹروں کے مشورہ پر ملکہ بالکل نہ چلتی تھی - بھوک بالکل جاتی رہی اور طبیعت پریشان رہنے لگی چہرہ پژمردہ ہو گیا - موت کے آثار نمودار ہوئے اس اثنا میں کونٹس آف ناٹنگھم نے جس سے ملکہ کو بہت محبت تھی وفات پائی - اس کے مرنیکا ملکہ کو اسقدر صدمہ ہوا کہ ہروقت گریہ وزاری کرتی تھی - رفتہ رفتہ ملکہ کی حالت ابتر ہو گئی - امرا سلطنت کو ڈاکٹروں کے بیان سے مایوسی ظاہر ہوئی - اسیوقت کونسل نے احکام جاری کئے کہ پردیسی اور مشتبہ لوگ فوراً لنڈن سے نکالدیئے جائیں اور ہالینڈ بھیجدئے جائیں خزانہ شاہی پر زبردست گارد تعینات کیا گیا - شاہی گھوڑے بیرونجات سے منگا کر قلعہ میں رکھے گئے - حالت بیہوشی میں ملکہ کو اشکال مہیب و ہولناک نظر آتی تھیں جنکی وجہ سے وہ سخت پریشان ہوتی تھی اُن کے خوف سے ملکہ نے پلنگ پر لیٹنا ترک کر دیا تھا - ایک آرام کرسی پر بیٹھی رہتی تھی اور اپنے منہ میں انگلی کئے ہوئے خاموش و سرنگوں فرش کو تکتی رہتی تھی - خورد و نوش بالکل ترک کر دیا تھا - بزرگ بشپ اولیڈ اور دربار نے ہرچند منت و سماجت کی مگر وہ کھانیکی طرف راغب نہ ہوئی - لارڈ ایڈمیرل سے جو ملکہ کا رشتہ دار تھا گفتگو کرتی تھی اور اُس کے ہاتھ سے بہت اصرار کے بعد کچھ شوربا پی لیتی تھی - جب وزیر سسل نے عرض کیا کہ ملکہ عالم پلنگ پر آرام فرمائیں تو ملکہ نے نہایت وحشت زدہ ہو کر جواب دیا کہ اے عزیز اگر تم وہ مہیب و خوفناک اشکال

Richmond Countess of Nottingham.

دیکھتے جو مجھکو نظر آتی ہیں تو ہرگز مجھکو مجھ سے پلنگ پر جانیکی درخواست نکرتے
اُس نے اصرار کیا کہ آپ کو ہم لوگوں کی خاطر سے ضرور پلنگ پر آرام کرنا چاہیے
ملکہ نے چین بجبیں ہو کر جواب دیا کہ کیا بادشاہ سے لفظ چاہیئے کہنا مناسب ہے
اے بچے اگر تیرا باپ زندہ ہوتا تو یہ لفظ کبھی استعمال نکرتا لیکن تو اسوجہ سے گستاخ
و بے ادب ہو گیا ہے کہ سمجھتا ہے کہ یہ ملکہ کا آخری وقت ہے"

ملکہ نے سب لوگوں کو باہر جانیکا حکم دیا اور لارڈ ایڈمیرل سے نہایت خوفزدہ لہجہ
میں کہا کہ - مائی لارڈ میرے گلے میں ایک آہنی حلقہ پڑا ہوا ہے جس سے میرا دم گھٹتا
ہے - اُس نے ہر چند تسلی و تشفی کی لیکن ملکہ نے پھر یہی کہا کہ میرے گلے میں آہنی حلقہ
ہے اور اب میری حالت غیر ہے - بیماری کے شروع میں ملکہ نے کہا تھا کہ اصلی حقدار
کو میں اپنا جانشین کرونگی - آج ملکہ کی زندگی کی آخر شب میں امرا سلطنت نے جانشین
کا نام دریافت کیا تو فرمایا کہ سوائے ہمارے بھانجہ بادشاہ اسکاٹ لینڈ کے اور کون
ہمارا جانشین ہو سکتا ہے -

* ۲۴ مارچ ۱۶۰۳ء کو بوقت ۳ بجے صبح کے ملکہ الزبتھ نے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی -
"دس بجے دن کے بادشاہ جیمس کا اعلان کیا گیا کہ وہ انگلینڈ کا بادشاہ ہوا
ملکہ کی عمر ستر برس کی ہوئی اور پینتالیس برس فرماں روائی کی -

۱۵۹۴ء میں رچرڈ ہاکنس[1] مشہور انگریزی جہازی سند شاہی حاصل کر کے اور تین جہاز
ہمراہ لیکر براہ آبنائے میگلین بحر جنوبی کیطرف روانہ ہوا لیکن یہ سفر اُسکو راست نہ آیا
بمقام چلی گرفتار ہو گیا اور جہاز دشمنوں نے ضبط کر لیے -

اسی سال کپتان جیمس لینکاسٹر[2] خوش نصیب سیاح تین سرکاری جہاز اور جہاز عطیہ

1 Richard Hawkins. 2 James Lancaster.

سوداگروں کا ہمراہ لیکر روانہ ہوا۔ وہ ملک برازل[1] میں بمقام فرنام بک[2] پہ حملہ آور ہوا کیونکہ
اُسکو خبر ملی تھی کہ اس جگہ بہت بڑا خزانہ ہے۔ جب وہ کنارے کے قریب پہونچا تو دشمن کے جہاز
دیکھکر بالکل ہراساں نہ ہوا اُس نے چند کشتیوں پر آٹھ دس زبردست قوی ہیکل آدمی بٹھا کے
بم کے گولے دیکر کہا کہ کشتیوں کو جہازوں سے ٹکرا کر پاش پاش کر دو اور بم سے دہواں پیدا
کر کے ہنگامہ کرنا پھر میں دیکھ لونگا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اہل جہاز نے خیال کیا
کہ دریائی بلائیں ہیں اور وہ خوفزدہ ہوکر بے اختیار جان بچا کر بھاگ گئے کنارے پر جو لوگ
سے بچکر پہونچے تو دیکھا ہر طرف دہواں ہی دہواں ہے جہاں سے ہوکر آگ وہ
خوف سے جنکو جس طرف راہ ملی گرتا پڑتا بھاگا۔ بہت لوگ زخمی اور ہلاک ہوئے جب
معلوم ہوا کہ دریائی بلاؤں نے شہر پر حملہ کیا ہے تو اسقدر خوفزدہ ہوئے کہ شہر چھوڑ کر پہاڑوں
میں بھاگ گئے اور شہر میں سناٹا ہوگیا جیمس لینکاسٹر اسموقعہ کا منتظر تھا اُس نے اطمینان
میں خزانہ پہ قبضہ کرلیا اور بیشمار مال غنیمت معہ ۱۴ جہاز حریف کے لیکر مظفر و منصور ملک کو واپس
اپنے ہمراہیوں کو بھی مالا مال کر دیا۔ یہ تمام فتوحات اس دانشمند کو بم کے گولوں کیوجہ سے
دوسرا مشہور سیاح ڈیون شایر کا باشندہ سر والٹر ریلی[4] تھا جو تمباکو اور آلو امریکہ سے
یورپ میں لایا اور اُس نے کوشش کی تھی کہ شمالی امریکہ میں انگریزوں کی آبادی
کرے۔ اور اُس ملک کا نام ورجینیا[3] رکھا۔ کیونکہ ملکہ الزبتھ ناکتخدا ہونیکی وجہ سے
کوین[3] کہلاتی تھی۔ چنانچہ اُسی کے نام پر اُس ملک کا نام رکھا گیا۔ لیکن اُس
وقت جو آدمی آباد کئے گئے تھے وہ زیادہ تر بیماری کیوجہ سے مرگئے اور باقی کو وہاں کے
وحشی باشندوں نے قتل کر دیا لیکن بعد وفات ملکہ الزبتھ کے وہاں انگریزوں کی آبادی
ہوگئی جو زمانہ موجودہ میں وہاں آباد ہیں۔ فقط

³ Virgin Queen, ⁴ Sir Walter Raleigh.

¹ Brazil ² Farnamboco.. ³ Virginia

ذکر سلطنت فلپ دوم (دی کرویل) ظالم
۱۵۵۶ء لغایت ۱۵۹۸ء

شہنشاہ چارلس پنجم کا بیٹا تھا۔ مئی ۱۵۲۷ء میں پیدا ہوا تھا۔ سولہ برس کی عمر میں اپنی خالہ زاد بہن، جو شاہزادی پرتگال بنت جان سوم سے شادی کرائی گئی۔ دو برس میں اسکا بیٹا ڈان کارلس پیدا ہوا اور اسکی بیوی مرگئی۔ اسپین اور ہر دو سسلی فرانس، بیت المقدس، ایشیا، افریقہ، امریکہ اور ہر دو سسلیوں کا حکمران تھا اور ڈیوک آف میلان اور برگنڈی تھا، بادشاہ انگلینڈ تھا۔ اور سترہ ممالک نیدرلینڈ میں کا موروثی بادشاہ تھا۔

۲۵ جولائی ۱۵۵۴ء کو ملکہ میری بادشاہ انگلستان سے شادی ہوئی۔ یہ ملکہ اگرچہ سخت ظالم و متعصب تھی مگر اپنے شوہر کی عاشق زار تھی اسکو خوش رکھنے کی بہت کوشش کرتی تھی۔ اس نے اپنے باپ ہنری ہشتم کی روح کیواسطے دعا سے [illegible] ممانعت کردی۔ اپنی بہن شاہزادی الزبتھ سے اسقدر نفرت تھی کہ اسکے خون کی پیاسی تھی۔ اپنی زندگی تک اسکو قید رکھا۔ اپنی رعایا سے بھی نفرت کرتی تھی۔ [illegible] کے خون میں غسل کیا اور بہت سے ظالم [illegible] پروٹسٹنٹ پادریوں کو آگ میں جلوا کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کیا۔ اس نے اپنے شوہر کے اخراجات کی ضرورت کے لئے اپنی رعایا کی دل آزردگی کی کچھ پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنی رعایا پر سخت ناجائز اور ناقابل برداشت ٹیکس لگائے۔ جسکی وجہ سے تمام رعایا متنفر و بیزار ہو گئی۔

ملکہ موصوفہ اپنے شوہر (فلپ دوم) کیسے فرانس سے جنگ آرا ہوئی نتیجہ یہ ہوا کہ

نکلے اور دو دیگر قلعے جو ملک فرانس میں ملکہ کے مفتوحہ تھے ہمیشہ کیواسطے قبضہ سے نکل گئے۔ ملکہ کی وفات کے چند روز بعد فلپ نے ہنری سے صلح کرلی اور بادشاہ فرانس ہنری چہارم کی بیٹی الیزبیتھ یا ازابلہ سے شادی کرلی اگرچہ بظاہر صلح ہوگئی مگر دونوں جانب دلوں میں رنجش رہی۔

بادشاہ فلپ کی نہایت خونریز اور مشہور جنگ اسکی رعایا ملک نیتھرلینڈس سے ہوئی تھی۔ اس جنگ میں فلپ نے اپنی رعایا کی بہت بیرحمی سے خونریزی کی تخت نشینی کے چند روز بعد اسکو معلوم ہوا کہ ملک نیتھرلینڈس میں مذہب پراٹسٹنٹ کو بہت ترقی ہوتی جاتی ہے۔ اُس نے نہایت سنگدلی اور سختی سے اس کے نیست و نابود کرنیکا ارادہ کیا۔ تعصب مذہبی اور سنگدلی نے اُسکو جبر و ظلم و خونریزی پر آمادہ کردیا۔ اگر ذرا بھی دانشمندی سے کام کرتا تو اُسکی سلطنت اندیشہ میں نہ پڑتی۔ اور رعایا ناخوش و بیزار نہ ہوتی۔ اور ملک تباہ و برباد نہ ہوتا۔ اُس کے ظالمانہ برتاؤ اور اطوار ناپسندیدہ اور اہل اسپین کو دوسری رعایا پر ترجیح دینے سے فلیمنگس[1] اور ڈچ[2] لوگ اس سے متنفر و بیزار ہوگئے۔ اس کے باپ کا برتاؤ ان لوگوں سے بہت محبت کا تھا۔ اسوجہ سے وہ لوگ اُس کے مطیع و فرمانبر تھے۔ اگر شہنشاہ چارلس بھی اپنے بیٹے سے کچھ کم متعصب اور اور ظالم نہ تھا سنہ ۱۵۲۱ء سے سنہ ۱۵۵۵ء تک قریب پچاس ہزار پراٹسٹنٹ لوگوں کو جلوائے اور قتل کرائے۔ مگر اُسوقت رومن کیتھولک لوگوں کی تعداد بمقابلہ پراٹسٹنٹ لوگوں کے بہت زیادہ تھی۔ اور یہ لوگ اس خونریزی کے کام میں اُس کے شریک و مددگار تھے۔ لیکن اب پراٹسٹنٹ کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی تھی۔ اور اس میں ہر فرقہ و ہر درجہ کے آدمی داخل تھے۔ زیادہ تر تعداد اُن لوگوں کی تھی جو خفیہ طور پر

1 Flemings 2 Dutch.

مذہب پراٹسٹنٹ کے پیرو تھے۔ اور جو لوگ باوجود نہایت سخت قانون کے خلاف
رسوم مذہب پراٹسٹنٹ ادا کرتے تھے ان کی تعداد کم تھی اسوجہ سے گورنمنٹ کو مغالطہ
ہوا گورنمنٹ نے خیال کیا کہ یہ لوگ بہت کم ہیں۔ بادشاہ نے ارادہ کیا کہ ان لوگوں
کو قطعی نیست و نابود کر دیا جائے۔ چنانچہ بادشاہ نے ازسر نو قانون کو نہایت سختی
کیساتھ جاری کیا جانیکا حکم دیا اور اس کام کے واسطے ایک جدید کمیٹی [illegible] متعصب
پادریوں کی قائم کی اور اس کمیٹی کو وہ نامحدود اختیارات دیئے گئے جو اسپین میں [illegible]
انکوئی زیشن کو تھے رعایا کو یہ امر نہایت ناگوار ہوا نہ صرف پراٹسٹنٹ بلکہ رومن کیتھولک بھی
مخالف ہو گئے۔ رومن کیتھولک جانتے تھے کہ یہ سب اخراجات ہم لوگوں سے بذریعہ
ٹیکس جبر وصول کیے جائیں گے اپنے ملک میں اسپین کی فوج آنے کی مخالفت میں
رومن کیتھولک بھی پراٹسٹنٹ لوگوں کے شریک ہو گئے کیونکہ غیر ملک کے مسلح سپاہیوں
کا آنا اس ملک کے قواعد و معاہدہ کے بالکل خلاف تھا لیکن فلپ نے اپنی شاہی
طاقت کے غرور میں ان لوگوں کی ناخوشی کی کچھ پروا نہ کی اس نے نیدرلینڈ کو
فرمانبر کرنیکا مستقل ارادہ کر لیا تھا چونکہ اسکی اسوقت مشغولی کی سخت ضرورت
تھی اسوجہ سے اس نے اپنی ولد الزنا بہن مارگریٹ ڈچیس آف پارما کو جو اسکی تابع
مطیع و فرمانبر تھی اس ملک میں اپنا قایم مقام مقرر کیا اور خود اسپین چلا گیا اس کے
جانے کے بعد شاہزادی مارگریٹ نے اسکی خونی قانون جاری کئے اور بیگناہ مظلوموں کو
خون سے ملک کی زمین کو رنگین کر دیا اگرچہ یہ شہزادی فطرتاً سنگدل و ظالم نہ تھی مگر
متعصب خونخوار کارڈینل گران ویلا کی محکوم تھی اس کے احکام کی پابندی جو کہ
مطابق مرضی فلپ کی تھی شاہزادی بالکل مجبور تھی اس ملک کے امرا نے جو کونسل

Cardinal Granvilla

گویا آفتوں اور مصیبتوں کی یہ شروعات تھی۔ ایک بڑا گروہ ان لوگوں کا قریب کے
شہروں میں داخل ہوا۔ رومن کیتھولک مورخوں کا بیان ہے (بشرطیکہ قابل اعتبار سمجھا
جائے) کہ ان پروٹسٹنٹ لوگوں نے قریب چار سو گرجا غارت کر دیئے اور بہت آدمی
ہلاک کئے۔ جب بادشاہ فلپ کو اس امر کی خبر ہوئی تو اس نے اپنی کونسل سے
مشورہ لیا اور یہ تجویز قرار پائی کہ فوج بھیجکر بزور شمشیر کفر کو نیست و نابود کیا جائے
فوج کی کمان خونخوار ڈیوک آف الوا کے سپرد ہوئی جسکی بیرحم طبیعت اس خونریزی
کیلئے نہایت موزوں پائی گئی۔ اسکو لامحدود اختیارات دئے گئے۔ حتی کہ شاہزادی
ریجنٹ بھی اسکی محکوم کیگئی۔ اسکی آمد سے تمام ملک میں خوف اور اضطراب پھیل
گیا۔ ۲۲ اگست ۱۵۶۷ء کو ڈیوک برسلس میں داخل ہوا کونٹ اگمانٹ
نے پیشوائی کی۔ ۹ ستمبر ۱۵۶۷ء کو ڈیوک نے سب کی دعوت کی اور قریب ختم
کونٹ اگمانٹ اور کونٹ ہارن کو گرفتار کر لیا۔ ۲۳ ستمبر کو یہ دونوں قلعہ
گھینٹ میں پہرہ دستہ گارد کی حفاظت میں بھیجکر مقید کئے گئے۔ پرنس ولیم
ڈیوک کے قریب پہنچ آیا وہ اس کے آنے سے پہلے ملک جرمنی میں بھاگ
گیا۔ شاہزادی مارگریٹ نے جب دیکھا کہ ڈیوک میرا افسر بناکر بھیجا گیا ہے
تو اس سے ناخوش ہوکر استعفا دیدیا اور ملک اٹلی کو چلی گئی۔ جان کے
خوف سے ہزارہا آدمی دوسرے ملکوں میں چلے گئے۔ جلا وطنوں کا زیادہ
حصہ انگلینڈ میں چلا آیا۔

خونی کونسل کا پہلا اجلاس ۲۰ ستمبر ۱۵۶۷ء کو ڈیوک کے مکان پر
ہوا۔ بڑا بھاری الزام انسان کیواسطے دولتمندی کا تھا۔

۱۶ فروری ۱۵۶۸ء کو پوپ روم نے اشتہار جاری کیا کہ کل باشندگان نیدرلینڈس کافر و گمراہ ہیں لہذا سب واجب القتل ہیں اس کے دس دن کے بعد بادشاہ فلپ کا حکم آیا کہ ہم انکولی زیدیشن کے اس حکم سے اتفاق کرتے ہیں۔ بادشاہ کو اپنی رعایا کی نافرمانی اسقدر ناگوار ہوئی کہ اس نے حکم دیا کہ ہماری رعایا میں جو ہمارا مذہب رومن کیتھولک اختیار نہ کرے بلا کسی پس و پیش کے بے تکلف بلا تخصیص مرد و عورت و بچے سب قتل کر دیئے جائیں شاہزادہ آرینج جو ایک نہایت راست گو اور معتبر مورخ ہے بیان کرتا ہے کہ اس زمانہ میں پچاس ہزار مخلوق خدا نہایت سخت عذاب سے بحکم بادشاہ قتل کئے گئے۔ بادشاہ فلپ کہتا تھا کہ جسطرح شہنشاہ چارلس پنجم نے جاروب اجل سے ملک کو صاف کیا تھا لیکن میں ایک بچھوؤں کا کوڑا بناؤں گا جس سے انسان بعذاب سخت ہلاک ہوں۔ ایسا قتل عام کا حکم جو لاکھوں آدمیوں کے متعلق ہو کبھی کسی بادشاہ نے نہیں دیا تین ملین مرد عورت و بچے بیگناہ کا حکم قتل تین سطروں میں دیدیا۔ جدید خونی کونسل اگرچہ بظاہر فساد و ہنگامہ فرو کرنے کا کام اوس کے سپرد کیا گیا مگر درحقیقت انکولی زیدیشن تھی۔ اسکی خطرناک سرگرمی کا بہت جلد اظہار ہو گیا ضبطی مال و جائداد و قید و قتل ہر گھنٹہ میں واقع ہونے لگے مقتولوں کی تعداد معلوم نہیں۔ بعض مورخ ہزاروں کی تعداد بیان کرتے ہیں۔ رومن کیتھولک مورخ کہتے ہیں کہ صرف چند لوگوں کو سزائے موت دی گئی۔ باقی قید و جلا وطن کئے گئے۔ بہرحال اسقدر سختی کا برتاؤ کیا گیا کہ تمام یورپ کے پراٹسٹنٹ ہمدردی

کیوجہ سے پریشان ہو گئے۔ حتیٰ کہ بعض رومن کیتھولک لوگوں نے بھی طلائیت کرنیکا
اصرار کیا۔ ان داد خواہوں کا بادشاہ اور اُسکے وليسرائے پر بہت کم اثر ہوا۔ بعد
۵ جون ۱۵۶۸ء کو کونٹ اگمانٹ اور ہارن کے قتل کئے جانے سے ثابت ہوتا ہے
ان دونوں امرا کے قتل ہونیکا لوگوں کے دلوں پر بہت سخت اثر ہوا۔ سب لوگ شاہزادہ
آرنج سے امداد کے طلبگار ہوئے اور خواہش کی کہ اپنے ملک کو اس آفت ناگہانی سے
نجات دینے کیواسطے ہتیار اٹھائیے۔

شاہزادہ ولیم پہلے سے اپنے ملک کی محبت اور اپنی ترقی کیوجہ سے آمادہ تھا۔ وہ
اور اُس کے بھائی عرصہ سے لڑائی کی طیاریاں کر رہے تھے۔ پراٹسٹنٹ جرمنی میں
روپیہ اور فوج جمع کر رہے تھے اور ان جلاوطنوں کو جمع کر رہے تھے جو موت سے جان
بچاکر بھاگ آئے تھے۔ ۱۵۶۸ء لغایت ۱۵۹۸ء تک جو لڑائیاں ہوئیں انکا مفصل
حال تحریر کرنا موجب طوالت ہی۔ اسکی جداگانہ تاریخ نیتھرلینڈس موجود ہے۔

ممالک ڈچ میں بمقام ڈارڈریشٹ[1] ایک بڑا گروہ جمع ہوا اور انھوں نے علانیہ شہزادہ
ولیم کو اپنا حاکم اور گورنر مقرر کیا اور عہد کیا کہ ہر قسم کا لڑائی کا سامان اور رسد وغیرہ اسکو
مہیا کریں گے اور اُس کے شریک و مددگار رہیں گے۔ شاہزادہ ولیم وہاں بموجب انکی
طلب کے گیا۔ اور سب نے علانیہ مذہب پراٹسٹنٹ کا اظہار کیا۔

یہ خبر سنکر ڈیوک آف آوا اور اُسکا بیٹا معہ فوج مقابلہ کیواسطے آپہونچے۔ اور جس
شہر یا قصبہ پر وہ فتحیاب ہوتے تھے وہاں بے انتہا ظلم و ستم و قتل و غارت کیا جاتا تھا
مرد و زن اور معصوم بچے قتل کئے جاتے تھے۔ مکانوں میں آگ لگا دی جاتی تھی
مال و اسباب لوٹ لیا جاتا تھا۔ عورتیں اور نوجوان لڑکیوں کی بےحرمتی کیجاتی تھی

1. Dordrecht

اور پھر قتل کیجاتی تھیں۔ ڈیوک کے ظلم و ستم و قتل عام کی خبریں سنکر سنگدل فلپ تک بھی گھبرا گیا۔ اور اپنی پالیسی کی غلطی پر معترف ہوا اور ڈیوک کو یا تو واپس بلا لیا یا مستعفی ہونے کی اجازت دی۔ ملک اسپین میں جو مسلمان بزور شمشیر جبراً عیسائی کئے گئے تھے وہ بظاہر مذہب عیسوی کی رسوم ادا کرتے تھے مگر خفیہ طور پر وہ مسلمان تھے۔ شروع ۱۵۶۷ء میں فلپ نے ایک حکم عام جاری کیا۔

(۱) جدید عیسائیوں کے لڑکے لڑکیاں گرجا میں آیا کریں۔ اور مذہب عیسوی کی تعلیم دیجائے

(۲) زبان عربی تحریر نہ کیجائے

(۳) کل مرد عورت عیسائی لباس پہنیں۔

(۴) غسل اور وضو وغیرہ ترک کریں۔

(۵) اسلامی نام نہ رکھے جائیں۔

(۶) بلا اجازت حاکم نہ شادی کریں نہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جائیں۔

(۷) کھانے پینے میں ممنوعات شریع اسلام کی پابندی نہ کریں۔

(۸) رسم پردہ موقوف کیجائے۔

(۹) اگر کوئی عیسائی اُن کے گھروں میں جانا چاہے تو مزاحم نہ ہوں۔

(۱۰) مکانوں کے دروازے کھلے رکھیں۔

اس حکم کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان لوگوں نے عاجز ہو کر بغاوت کی اور ملک میں بہت قتل و غارت ہوا۔ چونکہ عیسائیوں کی طاقت بہت زیادہ تھی۔ انہوں نے تمام اہل اسلام کو یا تو قتل کیا یا ملک سے نکال دیا۔ مسلمانوں کے ساتھ ملک اسپین سے علم و ہنر صنعت و حرفت۔ تجارت و زراعت اس وقت رخصت ہوئے

سنہ ۱۴۹۹ء میں مشہور کتب خانہ قرطبہ کا (کارڈووا) متعصب خونخوار کارڈینل سیمنس نے باجازت بادشاہ فرڈیننڈ جلا کر خاک کر دیا۔ مورخ روبلس وسوڈی لاویڈاڈی سیس نیرس کتابوں کی تعداد دس لاکھ پانچ ہزار بیان کرتے ہیں اور پرسکاٹ مورخ چھ لاکھ اور بعض دیگر مورخ کچھ کم تعداد بیان کرتے ہیں انکیں زیادہ تعداد قرآن شریف کی تھی جنکی جلد بندی نہایت خوشنما اور قیمتی تھی۔ پرسکاٹ لکھتا ہے کہ دستکاری کے فن میں اسپین کو سب کل یورپ کے دستکاروں سے بڑھی ہوئی تھی اسکندریہ کے کتب خانہ کے جلائے جانیکا بے بنیاد الزام جو حضرت عمرؓ پر عیسائی مورخوں نے لگایا اور تمام دنیا کو شور و غل کر کے سر پر اٹھا لیا حالانکہ مذہب اسلام کی کوئی کتاب اس میں نہ تھی کل کتابیں بت پرستوں کے مذہب کی تھیں مگر اس علمی کتب خانہ کا جو نادر زمانہ تھا کسی نے ماتم نہ کیا۔ اسکندریہ کا کتب خانہ عیسائی بادشاہوں نے متعصب پادریوں کے ذریعہ سے برباد کرایا۔ یہودی لوگ بھی اسی طرح جلاوطن کئے گئے۔ یہ حکم تھا کہ کسی وجہ یا حالت یا جنس کا یہودی ہمیشہ کے اندر ملک بدر ہو جائے اور پھر کبھی کسی حیلے سے اس ملک میں واپس آئے اگر آگیا تو سزائے موت اور ضبطی مال کا مستوجب ہوگا جلاوطنوں کی تعداد ایک لاکھ ساٹھ ہزار سے آٹھ لاکھ تک بیان کیگئی ہے۔ مورخ ماری یانا آٹھ لاکھ اور گراتز تین لاکھ اور مرک دو لاکھ اور پرسکاٹ ایک لاکھ ساٹھ ہزار تعداد بتاتے ہیں شاہ پرتگال نے جس کے ملک میں ہو کر یہ لوگ گزرے تھے حکم دیا تھا کہ یہودی چودہ برس سے کم عمر کے لڑکیاں و لڑکے اون کے وارثوں سے جبراً چھین لئے جاویں اور مذہب عیسوی کی تعلیم دیجائے اس جبر و ظلم کے حکم سے ناچار اکثر بہت لوگوں نے

اپنے بچوں کو قتل کر دیا اور بعض نے خودکشی کی۔ (الاماں)

عرصہ دراز تک بادشاہ فلپ مرض نقرص میں مبتلا رہا آخری مرض کا دورہ نہایت خوفناک تھا اسکے تمام جسم میں زخم ہو گئے تھے جنمیں نہایت خوفناک ظالم کیڑے پیدا ہو گئے تھے پچاس روز تک اس سخت عذاب الہی میں مبتلا رہا۔ ۱۳ ستمبر ۱۵۹۸ء میں یہ خونخوار بادشاہ فوت ہوا۔

منجملہ بہت سے بچوں کے صرف دو بچے ایک لڑکا فلپ اور ایک لڑکی انفانٹا ازابلا زندہ رہے باقی اس کے سامنے مر گئے۔ مورخ ڈونہم لکھتا ہے کہ فلپ نہایت سیاہ قلب سنگدل اور خونخوار تھا۔ رعایا کی آزادی کا دشمن تھا۔ انتہا درجہ کا متعصب تھا۔ باپ کی علیحدگی پر اوّل مرتبہ جب وہ اسپین آیا تھا ویلاڈولڈ میں آٹوڈافی (غیر مذہب والوں کو جلانیکی رسم) میں شریک تھا جب مظلوم بیگناہ لوگ اس ہولناک موقع پر لائے گئے جہاں وہ جلائے جاتے تھے تو ایک معزز افسر نے جو مجرموں میں سے تھا بادشاہ سے دریافت کیا کہ اے بادشاہ تو کس دل سے اپنی رعایا کی مصیبت اور ہلاکت دیکھنا اور گوارہ کرتا ہے۔ اس سنگدل خونخوار نے جواب دیا کہ اگر میرا بیٹا بھی ایسے جرم میں ماخوذ ہوتا تو میں رحم نہ کرتا اور بڑی خندہ پیشانی سے ان مظلوموں کے جلنے اور ہلاک ہونیکا تماشہ دیکھتا رہا

فقط

Valladelid Auto-da-fe.

وشہر اور مکانات اور عمارتوں میں جاکر گمراہوں کو تلاش کریں اور جسجگہ کوئی گمراہ
ملے یا تو خود اسکو گرفتار کریں یا انچ بشپ اور آرک بشپ یا ٹیس یا حاکم کو اطلاع
دیں اور اس گمراہ کو گرفتار کرائیں اور فوراً آگ میں جلاکر ہلاک کریں تاکہ دوسروں
کو عبرت ہو۔ جو کوئی شخص قصداً کسی کافر کو پناہ دے۔ اس کی کل جائداد اور مال
و اسباب ضبط کیا جائے اور وہ غلام بنا لیا جائے۔ اگر اتفاقاً یا بیخبری میں کسی
شخص کے یہاں کوئی کافر آجائے اور پادری کو معلوم ہو جائے تو مالک مکان
کو کچھ نہ کچھ ضرور سزا دیجائے تاکہ آئندہ سب لوگ احتیاط کریں جس مکان میں
کوئی کافر پایا جائے وہ مسمار کرادیا جائے اور اگر کسی فارم پر پایا جائے تو
وہ ضبط کیا جائے جو عہدہ دار نہایت سرگرمی سے کافروں کو تلاش نہ کرے
یا سستی کرے وہ فوراً موقوف کیا جائے اور پھر کبھی ملازم نہ رکھا جائے۔
کافروں کے مقدمہ کی تحقیقات و تجویز بشپ اور آرک بشپ کریں۔ کافر کو ہر
شخص ہر جگہ گرفتار کر سکتا ہے۔ گمراہ لوگ جو کفر سے توبہ کر لیتے ہیں وہ اپنے گھروں
سے علیحدہ کر کے رومن کیتھولک شہروں میں آباد کیے جاتے تھے ان کے لباس پر
دو رنگ کی صلیب کا نشان بنایا جاتا تھا۔ وہ کسی جلسہ میں شریک نہ کیے جاتے
تھے تاوقتیکہ بشپ یا پوپ کی اجازت نہ ہو جائے۔ جو لوگ بخوف جان بناوٹ سے
توبہ کرتے تھے تو معلوم ہو جانے پر وہ آگ میں جلائے جاتے تھے۔ تمام مرد جو چودہ
برس اور زیادہ عمر کے اور عورتیں بارہ برس اور زیادہ عمر کی تھیں ان پر لازم
تھا کہ بحلف عہد کریں کہ کفر سے پرہیز کرینگے۔ اور رومن کیتھولک مذہب کی پیروی
کرینگے۔ جو شخص موجود ہو کر پندرہ روز کے اندر حاضر ہو کر حلف نہ اٹھائے گا

تو وہ گمراہی کا مشتبہ ہوگا۔ سوائے پادری کے کسی شخص کا انجیل مقدس یا اس کا
ترجمہ پاس رکھنا یا پڑھنا سخت جرم تھا۔ اشخاص مشتبہ طبابت و حکمت نکر سکتے تھے
کسی مریض یا قریب المرگ آدمی کے پاس کسی گمراہ کے جانے کی سخت ممانعت تھی
اور بہت نگرانی کی جاتی تھی۔ تمام وصیت نامے پادری کی موجودگی میں تحریر ہوتے
تھے۔ کافر کو کوئی عہدہ یا ملازمت نہ دیجاتی تھی۔ سرکاری مخبر کو اگر کسی نے قتل کیا
ہو یا آئندہ قتل کرے یا مجرم کو پناہ دے تو اُس کو سزائے موت دیجاتی تھی۔ اور جائداد
مال و اسباب ضبط کیا جاتا تھا۔ جو شخص کافر کی اطلاع دیتا تھا اس کو ایک مارک۔
دایک سکہ انعام دیا جاتا تھا۔ جو اشخاص کافروں کی گرفتاری میں مدد نہ کرینگے وہ سخت
سزا کے مستوجب ہونگے۔ اگر کسی شخص کی نسبت بعد مرگ تحقیق ہوتا تھا کہ وہ گمراہ تھا
تو اُس کی جائداد اور مال و اسباب ضبط کیا جاتا تھا۔ اگر کسی شخص نے اپنی جائداد
کسی کو امانتاً سپرد کی ہو اور بعد کو گمراہ ہوگیا ہو تو اُس کی جائداد ضبط کی جاتی تھی۔
جو لوگ قانون سے بچنے کے لئے تجارت یا مقامات متبرک پر زیارت کو جانے کی بہانے
سے عرصہ تک غیر حاضر رہینگے تو ان کو اپنی غیر حاضری کی وجوہات قابل اطمینان
ظاہر کرنا ہونگی ورنہ مستوجب سزا ہونگے۔ جب انکوئی زیشن کو کسی مخبر یا اطلاع دہندہ
یا عام خبر کے ذریعہ سے کسی شخص کی نسبت کافر اور گمراہ ہونے کی اطلاع ہوتی تھی
تو تین مرتبہ اُس کی حاضری کا سمن جاری ہوتا تھا۔ اگر بدقسمتی سے وہ اجل رسیدہ
حاضر نہ ہوتا تھا تو بلا تحقیقات کافر اور گمراہ سمجھ کر اوس کی عدم موجودگی میں سزائے
موت تجویز کی جاتی تھی۔ بہتر طریقہ انسان کے واسطے پہلی طلبی پر حاضر ہو جانے کا تھا
ورنہ جس قدر توقف ہوتا تھا وہ شخص زیادہ مجرم خیال کیا جاتا تھا۔ انکوئی زیشن کے

تھی۔ اور ایک وکیل بھی دیا جاتا تھا۔ وکیل اُس کو صرف یہ ہدایت کرتا تھا کہ پورے طور پر صحیح
صحیح اپنے جرائم ظاہر کر کے اقبال کرے۔ مجبر یا الزام دہندہ کا نام اُسکو نہ بتایا جاتا تھا
اور صفائی پیش کرنے کے واسطے کافی وقت دیا جاتا تھا۔ مجرم صرف قیاس سے الزام دہندہ
یا گواہوں کو سمجھ لیتا تھا۔ عدالت ظاہر نہ کرتی تھی۔ نہ اُس کے سامنے پیش کئے
جاتے تھے۔ اگر مجرم کے جوابات سے ججوں کا اطمینان نہ ہوتا تھا یا پورے طور پر جرم
ثابت نہ ہوتا تھا تو اس کو عذاب دیا جاتا تھا۔ اور یہ عذاب اس وقت تک جاری رکھا
جاتا تھا جب تک انکوئی زیشن کا حکیم مجرم کو عذاب برداشت کرنے کے قابل سمجھتا تھا۔
مجرم کا اقرار کرنے پر بھی عذاب جاری رکھا جاتا تھا تاکہ اور زیادہ حال بیان کرے۔
جب مجرم جاں بلب ہو جاتا تھا تو عذاب ملتوی کیا جاتا تھا اور اُسی سے جرائم کی حالت
دریافت کی جاتی تھیں اور اُس کے ساتھیوں اور شریک جرم کا نام دریافت کیا جاتا
تھا۔ اگر عذاب دینے پر بھی مجرم نے اقبال نہ کیا تو اور بہت سے مکر و فریب کئے جاتے جن سے
دھوکہ کھا کر وہ شخص کچھ حال کہہ دیتا تھا۔ آخر کار جب ججوں کا اطمینان ہو جاتا تھا تو
اُس کے واسطے سزائے موت تجویز ہوتی تھی۔ زندہ درگور کیا جاتا یا آگ میں جلایا جاتا تھا۔
یا اگر ججوں کی رائے ہوتی تو اس کو دائم الحبس کرتے تھے یا جہاز پر مثل غلام کے دریائی
خدمات کرنے کے واسطے بھیج دیتے تھے یا کوڑے لگائے جاتے تھے یا شہری عدالت
کے سپرد کیا جاتا تھا۔ اور سفارش کی جاتی تھی کہ اس کو جان سے نہ ماریں کیونکہ متبرک کلیسا
کسی کے خون کا پیاسا نہیں ہے لیکن حکام عدالت خوب جانتے تھے کہ اگر مجرم پر ذرا سا
بھی رحم کیا جائیگا تو آفت میں مبتلا ہونگے۔ انکوئی زیشن بڑی مہیب اور خونخوار
چیز تھی۔ اگر انکوئی زیشن نے کسی بے گناہ آدمی کے ہلاک کرنے کا ارادہ کر لیا

تو اُس مظلوم کا بچنا غیر ممکن و محال تھا۔ اگر کسی گمراہ کو اتفاقاً پوپ نے بھی معافی دیدی ہو
مگر خونخوار انکوئی زیشن کے پنجۂ اجل سے وہ رہائی نہیں پا سکتا تھا۔ مجرموں سے معافی کے
وعدے اکثر کئے جاتے تھے لیکن کبھی پورے نہ کئے جاتے تھے۔ بعد مرگ بھی کوئی شخص
انکوئی زیشن کے ہاتھ سے نجات نہ پا سکتا تھا۔ اُس کی نعش قبر سے نکلوا کر جلائی جاتی تھی
اور مال و اسباب و جائداد ضبط کیجاتی تھی۔ انکوئی زیشن کے جج اس امر کے مقر تھے کہ ان
کارروائیوں سے اکثر بے گناہ لوگ گنہگاروں کے ساتھ ہلاک ہو جاتے ہیں لیکن وہ اسکی پروا
نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ امر بہتر ہے کہ سَو بیگناہ آدمی ہلاک ہو کر بہشت میں
داخل ہو جائیں بجائے اس کے کہ ایک کافر بچ جائے اور وہ سینکڑوں کو گمراہ کرے۔ انکوئی زیشن
کی دغا و بدسلوکی نہایت کریہہ اور خوفناک تھی۔ اگر کسی کی زبان سے نادانستگی میں کوئی لفظ
نکل جاتا تھا جو انکوئی زیشن کے خلاف ہوتا تھا یا اگر زبان سے کبھی کوئی لفظ نہ نکلا ہو مگر
انکوئی زیشن اُس شخص سے ناخوش ہو تو وہ مظلوم بیگناہ گرفتار کرا کر نہایت خوفناک مجلس
میں بھیجدیا جاتا تھا۔ اور پھر اطمینان سے اُس کے جرموں کی تحقیقات کرتے تھے۔ اس
اثناء میں کسی شخص کو مظلوم کا حال دریافت کرنے کی جرات نہ ہوتی تھی۔ اگر باپ اپنے بیٹے
کی ہمدردی میں کوئی لفظ کہتا تو وہ بھی گمراہ کا طرفدار تصور ہو کر قید خانہ میں بھیجدیا جاتا
تھا۔ قیدی کے پاس کوئی شخص نہیں جا سکتا تھا نہ اسکو خط یا کچھ لکھنے کی اجازت تھی
تنہا ایک ہولناک تاریک کوٹھری میں قید کیا جاتا تھا تاریکی کی وجہ سے زمین تک اس کو
دکھائی نہ دیتی تھی۔ اندھیرے میں خوف سے بیمار و لرزاں ذلیل و خوار جیسے بار
مردگان رہیب موت سے بدتر بیچارہ مظلوم جانکنی کی حالت میں رہتا تھا۔ اس
خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ لوگ جو مذہب روم کو چھوڑ کر لوتھر کے پیرو ہوئے کیا کیا تکلیفیں

نجات نہ پاتا تھا اور نیز یہ مانہ اس کی توبہ استغفار کا کملایا جاتا تھا اس کے بعد رہائی پاتا تھا
لیکن بزرگ پادری کا واجب التعمیل حکم ہوتا تھا کہ مدت العمر وہ ایک خاص قسم کا ذلت دہ زرد
لباس پہنا کرے جس سے اس کی ذلت وخواری کا عوام پر اظہار ہو۔ اور اگر شومی تقدیر
سے اس کا قیاس صحیح نہ ہوا کہ کس نے اس پر الزام لگایا ہے کیوں اور کس واسطے تو فوراً
بزرگ پادری متذکرہ بالا ہولناک طریقہ کی سزائے موت تجویز فرماتے تھے لیکن یہ
سزا فوراً نہ دیجاتی تھی۔ عرصہ دراز تک انواع انواع قسم کے عذاب وہولناک قیدخانہ کی اذیتیں
اور مصیبتیں برداشت کر کے مرنا ہوتا تھا۔ گویا مرنا بھی آسان کام نہ تھا۔ جو شخص کفر سے توبہ
کرلیتا تھا۔ اس کے ساتھ حسب ذیل برتاؤ کیا جاتا تھا۔

انکوئی زیشن کا عجیب خوفناک ایک طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی اجل رسیدہ اس کے
قبضہ میں آجاتا تھا خواہ اسکی شکایت گمنام شخص نے کی ہو وہ مظلوم سزا اور عذاب سے
بچ نہیں سکتا تھا۔ اگرچہ وہ شخص گمراہی اور کفر سے بیگناہ ہے۔ مگر اس نے وقت دریافت
اپنے گناہوں سے اقرار نہیں کیا تو اس کو عذاب الیم دیا جاتا تھا تا وقتیکہ وہ مظلوم فرضی
جرائم کا اقبال نہ کرے اور اقبال کر لینے پر موت کی مقررہ سزاؤں میں بھی کوئی سزا انکو
دیجاتی تھی جو شخص عذاب دیئے جانے سے پہلے اپنے جرم کا اقرار کرلیتا تھا اور کفر سے
توبہ کرلیتا تھا تو سزائے موت سے بچ جاتا تھا۔ مگر برسوں تک سزا رہیں آہنی اور مصیبتیں
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

واعظوں سے جبراً حسب ذیل حکم دیتا ہے -
بمنظوری بشپ سمّی آدجو بزرگ پوپ کیطرف سے اس قلعہ کا مالک ہے پاسیوروجر
ایک گمراہ سے ہم نے خدا کی مدد سے کفر سے توبہ کرائی ہے اور راہ راست پر لائے ہیں
اور ہم نے اس سے حلف اٹھوایا ہے کہ ہمارے احکام کی تعمیل کرے - یعنی ہر مہینہ
میں تین اتوار (دن) کو ایک بزرگ پادری اس کو برہنہ کرکے شہر کے دروازے سے گرجا
دروازے تک اس کی کمر پر بضرب سخت کوڑے مارتا ہوا لاوے احتیاطاً دوسرا پادری
ہمراہ رہے اگر اس پادری کو تکان معلوم ہو تو اس نیک کام وہ انجام دے اور نفس کشی کے
واسطے ہم حکم دیتے ہیں کہ آئندہ مدت العمر وہ گوشت اور انڈے اور پنیر اور عمدہ غذا سے بالکل
پرہیز کرے لیکن اس روز جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ زندہ ہوئے تھے اور پنتی کوسٹ
روح القدس کے نازل ہونیکا دن اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدائش کے روز ان
تین دن اشیاء ممنوعہ استعمال کرسکتا ہے سال میں تین لینٹ چالیس روز کا روزہ یعنی سال میں
ایک سو بیس روزے رکھے اور تمام عمر ہفتہ میں تین روزے رکھا کرے اور مچھلی اور
تیل اور شراب سے ہمیشہ پرہیز کرے اگر تندرستی کیواسطے ڈاکٹر ہدایت کرے یا کسی
سخت مرض میں ضروری ہو تو اجازت ہے - وضع اور رنگ لباس کا مذہبی رکھے جس پر
صلیب کے دو نشان بنے ہوئے ہوں اور اسکو روزانہ اس ایک قسم کی عبادت ہونا
چاہئے اور ایام روزہ داری میں شام کے وقت روزانہ گرجا میں نماز پڑھے - سات
مرتبہ دن میں عبادت کرے اور دس مرتبہ رات میں اور بیس دفعہ آدھی رات کو نماز پڑھے
نہایت نیک چلن رہے - تمام عمر عورت سے صحبت نہ کرے اور ہر مہینہ کی پہلی تاریخ کو
سپرد کے پادری کو اپنا سارٹیفکٹ جو ہم نے دیا ہے دکھائے اسکی تصدیق -

لکھوائے گئے ہیں بیک جلن ہلا۔ اور بموجب ہدایت تعمیل کی سیکریٹری کے پادری کو ہم اُن کی نگرانی پر مامور کرتے ہیں اور اگر بدبختی سے پادشیو نے ہمارے کسی حکم کی تعمیل میں دریغ کیا تو وہ دغاباز اور نافرمان اور کافر قرار پاگیا اور سزائے موت کا مستوجب ہوگا۔ (ہسٹوریشن ہسٹری آف دی ڈلہ جلد ۱ صفحہ ۴۷ . . .

متذکرہ بالا فرمان سے انکوئی زیشن کی سختی اور بیرحمی پورے طور پر ثابت ہے جس شخص کے عقائد میں برائے چندے فرق آگیا اور بعد کو اس نے گناہوں سے توبہ کرلی ہو اس کے ساتھ ان سختیوں کا برتاؤ کیا جاتا تھا وائے برحال اُن کے جن کو انکوئی زیشن کافر اور گمراہ سمجھتی ہو یا جو لوگ اپنی غلطی پر اصرار کرتے ہوں یا سرکش و نافرمان ہوں یا جو باوجود شہادت کے اپنی گناہوں سے انکار کرتے ہوں اُن کو انکوئی زیشن خاص طور پر عبرت انگیز اور ہولناک سزا دیتی تھی۔ سزائے موت ایسے مجرموں کے واسطے کافی نہ سمجھی جاتی تھی کیونکہ مجرم مرکر فوراً ان کے پنجہ سے نکل جاتا تھا لہذا ایسے مجرم کو طرح طرح کے عذاب دیے جاتے تھے۔ **عذاب دینے کے تمہیدی حالات اور مختصر واقعات اس زمانہ کے مورخوں کی زبانی** - اسپین کی انکوئی زیشن کے عذاب دینے کا مقام عموماً زیر زمین ایک نہایت تاریک اور ہولناک تہ خانہ میں ہوتا تھا جس میں چند دروازے طے کرکے داخل ہوتے تھے اُس میں ایک عدالت انصاف قائم کی جاتی تھی جس میں ایک بزرگ پادری، انسپکٹر اور ایک سکریٹری ہوتی تھی جب شمع روشن کی جاتی تھیں اور مجرم جس کو عذاب دینا مقصود ہوتا تھا وہاں لایا جاتا تھا اور جلاد نہایت مہیب و ہولناک شکل میں آتا تھا جس کو دیکھکر انسان کا کلیجہ شق ہوتا تھا سر سے پاؤں تک ایک سیاہ چوغہ میں اس کا جسم پوشیدہ رہتا تھا۔ اس کے سر اور چہرے پر ایک سیاہ ٹوپ ڈھلکا ہوتا تھا۔ جس میں دیکھنے کیواسطے

دو سوراخ ہوتے تھے مجرم کی نظر میں مثل ملک الموت معلوم ہوتا تھا یہ مہیب شکل جلاد کی اس غرض سے بنائی جاتی تھی کہ مجرم کے دل پر اس کی ہیبت ہو جب مجرم اس شیطان مجسم کو دیکھتا تھا تو خوف سے اس کے جسم میں لرزہ آجاتا تھا جب جلاد عذاب دینے کی ہولناک تیاریاں کرتا تھا تو بزرگ بشپ اور پادری نہایت کوشش کرتے تھے کہ مجرم سب حال راست راست بیان کرے اگر بد قسمتی سے اوس اجل رسیدہ نے کچھ اقرار نہ کیا تو عذاب شروع کیا جاتا تھا بزرگ پادری کے حکم سے مجرم عریان مطلق کیا جاتا تھا۔ اگر مجرم پادری ہوتا تھا تو اس کو کوئی پادری ہی عریاں کرتا تھا اور عذاب دیتا تھا جلاد سے یہ کام نہ لیا جاتا تھا جب مجرم کا لباس اتارا جاتا تھا تو پادری پھر اس کو اقبال جرم کی ہدایت کرتے تھے۔ اگر وہ اب بھی انکار کرتا تھا تو ایک دو پادری اس کو علیحدہ لے جاکر سمجھاتے تھے اور عذاب سے ڈراتے تھے کہ اب بھی جرم سے اقبال کرے اور باقسام مغلظ اس سے وعدہ کر کے یقین دلاتے تھے کہ اگر تو راست راست حال بیان کریگا تو ہلاک نہ کیا جائیگا بلکہ صرف تم سے حلف اٹھوایا جائیگا کہ آئندہ گمراہ نہ ہو اور کفر اختیار نہ کرے۔ بزرگ بشپ اور پادری بھی ایسا ہی وعدہ کر کے اس کو اطمینان دلاتے تھے۔ اگر ان جھوٹے معافی کے وعدوں اور عذاب کی دھمکیوں سے اس نے جرم کا اقبال نہ کیا تو پھر نہایت سختی سے عذاب شروع ہوتا تھا اور عذاب دیئے جانے کی حالت میں بھی اس سے سوالات کئے جاتے تھے۔ پادری رائٹ انکوئی زیشن کے ایک سزا دینے والے بزرگ تحریر فرماتے ہیں کہ مجرم کو پادری لوگ نہایت احتیاط اور ہوشیاری سے فہمائش کرتے ہیں خصوصاً جب کہ اس کو تدارک کیا جا رہا ہو کہ وہ خوف سے کسی حالت میں اپنے اوپر یا دوسروں پر جھوٹا الزام نہ لگائے بلکہ صحیح صحیح حالات بیان کرے سزا دہندہ پادری کسی قسم کا وعدہ معافی کا مجرم سے نہیں کرتے نہ اس کو کوئی مغالطہ

دیتے ہیں کہ وہ مجبور کرتا کہ جو جرم اُس نے نہیں کیا ہے اُس کا اقبال کرے۔ پادری لوگ
نہایت ایمانداری اور راستبازی کا کام کرتے ہیں۔ سب سے دلی ہمدردی کرتے ہیں صرف
اسبات کی کوشش کرتے ہیں کہ مجرم سچ حال کہدے۔ عذاب دیئے جانے کی حالت میں بزرگ پادری
مجرم سے سوال جواب کرتے ہیں یہ نازک کام دوسروں کے سپرد نہیں کیا جاتا۔ اگر وہ لوگ
کسی دوسرے ضروری کام میں مصروف ہوتے ہیں تو یہ کام کسی نہایت ایماندار نیک چلن
اور رحمدل بزرگ کے سپرد کیا جاتا ہے۔ اگرچہ دوسرے ملکوں میں مجرموں کو علانیہ سزا دیجاتی
ہے مگر اسپین میں بذریعہ قانون شاہی یہ امر قطعاً ممنوع ہے۔ مجرم کے عذاب دینے کے وقت
سوائے ججوں اور سکرٹری اور جلادوں کے اور بزرگ بشپ کے اور کوئی موجود نہو۔ اگر کوئی
مجرم عذاب دینے کی حالت میں مر جائے یا اُس کا کوئی عضو بیکار ہو جائے یا ہڈی پسلی ٹوٹ
جائے تو اسکا الزام بزرگ پادریوں یا ججوں پر عائد نہیں ہو سکتا بلکہ خود مجرم اسکا ذمہ دار
ہے جس نے عذاب دینے سے قبل اقرار کیوں نہیں کیا۔ کردہ خود را چہ درماں۔ کسی کافر گمراہ
سے نہ صرف اُس کے متعلق بلکہ اُس کے ساتھیوں اور شریک جرم لوگوں کے اور اُس کے
تعلیم کنندہ اور شاگردوں کے متعلق بھی تحقیقات کیجاتی تھی۔ جن حالات میں وہ باخبر
خیال کیا جاتا تھا اُن کے متعلق اُس کا فرض سمجھا جاتا تھا کہ وہ صحیح حال بیان کرے
کوئی شخص جو کفر کا مشتبہ ہوا اور بعد تحقیقات اُس پر جرم ثابت ہو گیا ہو ایک دوسری وجہ
سے اُس کو عذاب دیا جاتا تھا۔ یعنی وہ اپنے ساتھیوں اور شریک جرم کا پتا بتا دے اور
پتہ نہ بتانے پر اُس کو عذاب دیا جاتا تھا نہ کہ بطور مجرم کے لیکن جو شخص اقبال کر کے سیدھا
راست حال بیان کرے تو دوسری وجہ سے اُس کو عذاب دیا جاتا تھا۔ بحالت انکار
عذاب دیا جاتا تاکہ اُس کے ساتھیوں اور دوسرے کافروں کا حال معلوم ہو جنکا وہ

پورے طور پر جرم ثابت ہو چکا ہو لیکن اس امر کا شبہ ہو کہ اُس کے ساتھی دیگر شریک
جرم ہیں۔ ان موقعوں میں اختلاف کی یہ وجہ ہے کہ جو شخص اپنے جرم کا اقرار کرتا ہے
وہ بے تکلف دوسرے کافروں کا حال بتا دیگا لیکن اگر وہ انکار کرتا ہے تو معاملہ
کی دوسری صورت ہوتی ہے۔ جس وقت کسی مجرم کو عذاب دیا جاتا ہے تو ایک عہدہ دار
تصدیق کنندہ سب امور لکھتا جاتا ہے یعنی کس قسم کا عذاب دیا گیا اور کیا باتیں
مجرم سے سوالات کئے گئے اور اس نے کیا جواب دیا۔ اور اگر ایک عذاب سے
مجرم نے اقبال جرم نہیں کیا تو اس کو سخت ترین عذاب دکھائے جاتے ہیں اور
کہا جاتا ہے کہ اگر تو اقبال نہ کریگا اور صحیح حال بیان نہ کریگا تو یہ سب عذاب تجھ کو
بعد دیگرے دیے جائینگے۔ اگر ان دھمکیوں پر بھی اس نے اقبال نہ کیا تو عذاب شروع
ہوتا ہے اور وہ سب عذاب جو اس کو دکھائے گئے تھے پورے طور پر دیے جاتے ہیں۔
جس سے شخص نیم جان ہو جاتا ہے۔ شرع میں عذابوں کی پانچ قسمیں تھیں۔
جن کی تفصیل جو [illegible] نے بیان کی ہے
وہ لکھتا ہے کہ سزاؤں کے پانچ درجے ہیں۔ اول عذاب کی دھمکی دینا۔ دوم عذاب دینے
کی جگہ لے جانا۔ سوم عریاں کرنا اور باندھنا۔ چہارم تختہ عذاب پر چڑھانا۔ پنجم کھلیانا۔
عریاں کرنے کی سزا بلا لحاظ انسانیت یا شرافت آبرو کے [illegible]
اور نوجوان لڑکیوں کو خواہ وہ کیسی ہی باعفت و عصمت ہوں (جن کو بکثرت اس
جیلخانہ میں رکھیں) دیجاتی تھی مجرم کے کپڑے اتار کر عریان مطلق کیا جاتا تھا (اس
وحشیانہ حرکت کا بیان کرنے سے ہمارے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور دل میں نفرت
پیدا ہوتی ہے۔) کھلینے کی سزا اس طرح دی جاتی تھی کہ مجرم کے ہاتھ پیچھے کی طرف باندھے

جاتے تھے۔ اور ایک بہت بھاری وزن اُس کے پاؤں میں باندھا جاتا تھا اور ایک چرخی کے ذریعہ سے کھینچ کر اِس قدر بلند کیا جاتا تھا کہ اُس کا سر چھت سے جا لگتا تھا۔ اِس طرح بہت عرصہ تک معلق لٹکا رہتا تھا۔ اِس وزن کی وجہ سے جو مجرم کے پاؤں میں بندھا ہوتا تھا اُس کے تمام اعضاے بدن نہایت خوفناک طریقہ سے کھنچ جاتے تھے اور بے انتہا تکلیف ہوتی تھی۔ پھر یکایک رسی ڈھیلی کر کے ایک سخت جھٹکا دیا جاتا لیکن ہنوز زمین تک نہ پہونچنے پاتا تھا کہ روک لیا جاتا تھا۔ اُس خوفناک جھٹکے سے اس مظلوم کے ہاتھ اور پاؤں کے جوڑ اکھڑ جاتے تھے۔ اور اس صدمہ سے جان بلب ہو جاتا تھا۔ انکوئی زیشن کے پادری جو سب سنگدل بیرحم ہوتے تھے بعض اوقات نہایت بے شرمی اور بے احتیاطی سے بیگناہوں کو عذاب دیتے تھے منجملہ صدہا واقعات کے ایک واقعہ مورخ گان[۱] سلوس کا بیان کردہ ہم تحریر کرتے ہیں۔ انکوئی زیشن نے شہر سویلی[۲] میں ایک شریف زادی لیڈی کو جس کا نام جون بوہور قیا[۳] تھا۔ فرانسیس وریس[۴] کی بیوی تھی جو ہیگویرا[۵] کا نواب تھا اور بہت معزز آدمی تھا اور جیر گار سیا سریس[۶] جو شہر سیویلی کا نہایت شریف اور مالدار آدمی تھا بیٹی تھی۔ وجہ اُس کی گرفتاری کی یہ ہوئی کہ اُس کی نوجوان بہن میری بوہور قیا جو بڑی نیک بخت لیڈی تھی کفر کے جرم میں مشتبہ ہو کر گرفتار ہوئی اور عذاب دئے جانے پر اُس نے جرم سے اقبال کیا اور ایک سوال کے جواب میں اُس نے یہ بھی کہا کہ میرے عقیدے کا حال میری بہن کو بھی معلوم تھا کیونکہ چند مرتبہ اُس سے میری گفتگو ہوئی ہے۔ جرم ثابت ہونے پر بے گناہ مظلوم میری بوہور قیا آگ میں جلائی گئی۔ اور اس کی بہن جون بوہور قیا گرفتار کی گئی اُس وقت

۱ Gonsalvius - ۲ Seville - ۳ Joan Bohrgia
۴ Francis-varanius ۵ Hiauera
۶ Xerguansia Xeresius

اس کو چھ مہینہ کا حمل تھا۔ اس کے شکم میں بچہ ہونے کی وجہ سے وضع حمل تک
نہ کوئی سختی کی گئی نہ کوئی ظلم ہوا جیسا کہ اور قیدیوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ وضع حمل کے
ایک ہفتہ کے بعد بچہ اس سے جبراً علیحدہ کر لیا گیا اور مثل دوسرے قیدیوں کے سخت
قید خانہ میں داخل کی گئی اور تکلیفیں دی گئیں۔ اور اس سے دھوکا اور مکر و فریب کی باتیں
شروع ہوئیں۔ اس سخت مصیبت اور آفت کی حالت میں اس کو صرف ایک تسلی تھی وہ
یہ کہ ایک نوجوان شریف زادی لیڈی جس کو بعد میں ظالم خونخوار پادریوں نے اس کے
نیک عقیدے کی وجہ سے نہایت عذاب سے جلا کر ہلاک کیا اس کی ساتھی قید تھی۔
اس کی صحبت سے اس کا دل بہلتا رہتا تھا۔ ایک دن اس مظلوم لیڈی کو عذاب دینے
کے واسطے لے گئے جب وہاں سے واپس لائی گئی تو قریب المرگ تھی اس کے تمام اعضائے
بدن اکھڑے ہوئے تھے جب وہ بچھونے کے بستر پر لٹائی گئی تو شدت تکلیف سے غش آ گیا
معلوم ہوتا تھا کہ دنیا سے رخصت ہو گئی۔ خونخوار پادریوں کے خوف سے بوسور قیا
اس مظلوم کی کچھ مدد نہ کر سکی لیکن حتی الامکان اس کو تسلی دی۔ ابھی اس مظلومہ
لیڈی کو صحت نہ ہوئی تھی کہ بوسور قیا کی نوبت آ پہونچی اور ایسی سختی سے اس کو عذاب
دیا گیا کہ اس کے جسم میں کئی جگہ سے گوشت کو کاٹ کر ہڈی تک پہونچ گئی تھی اور تمام
جسم زخمی اور لہولہان ہو گیا تھا جب وہ واپس لائی گئی تو جان بلب تھی اور اس کے
منہ سے خون جاری تھا۔ عذاب دینے کے ایک ہفتہ بعد وہ مظلومہ بے گناہ رہگذرائے
عالم بقا ہوئی اور ان خونخوار ظالموں کے پنجے سے رہائی پائی۔ اس نیکبخت لیڈی کی
ہلاکت کے بعد انکوئی زیشن نے ہر چند کوشش کی مگر اس مظلومہ لیڈی کے خلاف کافی
ثبوت دستیاب نہ ہوا جس پر اس کو سزائے موت دی جاتی چونکہ یہ لیڈی شہر کی باشندہ

قانوناً پادری لوگ مجبور تھے کہ اُس کی موت کے متعلق سب حال عوام پر ظاہر کریں اور کوئی امر پوشیدہ نہ رکھیں۔ چنانچہ بزرگ پادریوں نے اُس کے متعلق حسب ذیل رپورٹ لکھی:

"یہ لیڈی اتفاقاً جیلخانہ میں فوت ہو گئی (موت کی وجہ ظاہر نہیں کی گئی) بعد تحقیقات کامل جو نہایت ایمانداری اور احتیاط سے بزرگ پادریوں نے کی اُس کو بے گناہ پایا۔ لہذا یہ متبرک اور پاک عدالت اُس لیڈی کو ہر قسم کے الزام سے بری کرتی ہے اور سب گناہوں سے اُس کو معافی دیتی ہے اور اُس کی بے گناہی اور عزت و آبرو قائم رکھی جاتی ہے اور جو کچھ مال و اسباب اُس کا ضبط کیا گیا تھا اُس کے ورثاء کو جو بلحاظ واپس کئے جانیکا حکم دیا جاتا ہے۔ اس طرح اس مظلوم بے گناہ کو ان خونخوار ظالموں نے قتل کر کے اس کی بے گناہی کا فتوے دیا۔"

اسپین کی انکوئی زیشن کے عذاب دینے کے طریقے اور اس کے بے رحم جو مظلوموں پر استعمال کئے جاتے تھے اُن کی مفصل کیفیت ذیل کے واقعہ سے ظاہر ہو گی۔

اسحاق اوروبیو ایک یہودی حکیم مشہور تھا اُس کے ایک مسلمان غلام نے جس کو آقا نے چوری کے جرم میں ایک دفعہ کوڑے لگوائے تھے انکوئی زیشن کو اطلاع دی کہ میرا آقا حکیم اوروبیو یہودی مذہب رکھتا ہے اور بہت متعصب ہے۔ اس اطلاع پر فوراً حکیم صاحب گرفتار ہو کر قید کئے گئے۔ وقت دریافت اس نے یہودی ہونے سے قطعی انکار کیا اور کہا کہ میں عیسائی ہوں۔ ہم اس کے عذاب دیئے جانے کا واقعہ جو بعد رہائی اُس نے بیان کیا تحریر کرتے ہیں۔

تین برس تک قیدخانہ کی ہزاروں آفتیں اور مصیبتیں جھیلنے کے بعد اقبال جرم

کرانے کی غرض سے اس کی پیشی کی نوبت پہونچی۔ کئی پہرے دار استولوں اور دروازوں سے
گذر کر ایک تاریک ہولناک مکان میں پہونچے۔ یہ جگہ عذاب دینے کی تھی شام کا وقت
تھا۔ زمین کے اندر بطور تہخانہ کے ایک بہت بڑا کمرہ تھا۔ دیواروں پر سیاہ کپڑا لگا ہوا تھا
روشنی کیواسطے دیواروں میں موم بتیاں لگی ہوئی تھیں اس کمرے کے ایک گوشے
میں ایک بلند جگہ مخصوص بنائی گئی تھی۔ وہاں ایک میز اور چند کرسیاں رکھی تھیں جن پر بڑے
پادری اور افسر تصدیق کنندہ بیٹھے تھے۔ یہ مقام نہایت ہولناک و سہمناک ملک الموت کا
محل معلوم ہوتا تھا۔ ہر چیز نہایت مہیب و خوفناک دکھائی دیتی تھی پادری ثانی نے سلطان
حکم دیتا تھا کہ قبل اس کے کہ تم کو عذاب دیا جائے تم اقبال جرم کر کے راست راست حال بیان
کر دو۔ حکیم اور دبولے ترساں و لرزاں جواب دیا کہ جو بات سچ تھی وہ عرض کر چکا۔
خونخوار پادری نے کہا کہ تم اسقدر سرکش نافرمان ہو کہ سچ بولنے سے عذاب دئیے جانیکو
پسند کرتے ہو۔ لہذا اگر تمہاری خونریزی ہو یا بحالت عذاب تم مر جاؤ تو متبرک عدالت
اس الزام سے بری اور بے گناہ ہے۔ تمہارا خون تمہارے ذمہ ہوگا۔ یہ کہکر اس کا لباس
اتروایا گیا۔ اور ایک گاڑھے کا چغہ پہنایا گیا۔ اور اس کا جسم اس قدر زور سے کس کر باندھا
گیا کہ اس کو موت کا مزہ آگیا اور سانس کی آمد و رفت بند ہونے لگی۔ جب جاں بلب
ہوا تو بندش کچھ ڈھیلی کی گئی۔ جس کی وجہ سے وہ سانس لینے لگا۔ اس سخت بندش اور پھر
یکایک ڈھیلا کرنے سے اس کو بے انتہا تکلیف ہوئی۔ جب اس عذاب کو وہ برداشت
کر چکا تو یہہ عذاب اس پر پھر دہرایا گیا کہ جرم سے اقرار کرے تاکہ آئندہ اس عذاب سے محفوظ
رہے لیکن اس بدنصیب کے انکار کرنے پر اس کے دونوں انگوٹھے چمڑے کی رسی سے اسقدر
سختی سے کھینچ کر باندھے گئے کہ ورم ہو گیا اور پھٹ کر ناخنوں میں سے خون جاری ہوا

اس کے بعد دیوار کی طرف پشت کر کے اس کو ایک بنچ پر لٹا دیا گیا۔ دیوار میں لوہے کی چرخیاں لگی ہوئی تھیں جن میں رسیاں پڑی تھیں۔ اُن رسیوں میں اس کا جسم پانچ جگہ سے اور ہاتھ پاؤں بہت زور سے خوب مضبوط باندھے گئے۔ جلاد نے اس قدر زور سے کھینچ کر اس کو دیوار سے باندھا تھا کہ اس کے ہاتھ اور پاؤں خصوصاً انگلیاں اور پاؤں کے پنجے اس قدر سختی سے باندھے گئے تھے کہ اسکو بے انتہا تکلیف ہوئی اس کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ میں آگ کے شعلوں میں بیٹھا ہوا ہوں۔ اس سخت تکلیف کی حالت میں جلاد نے یکایک اس کے نیچے سے بنچ نکال لی وہ مظلوم بالکل بے سہارا ہے کے معلق رسیوں میں لٹکا رہا اور اُس کے جسم کے بوجھ سے رسیاں اس کے گوشت میں گڑ گئیں اس کے بعد ایک جدید قسم کا عذاب شروع ہوا۔ ایک عجیب آلہ تھا جو سیڑھی سے مشابہ تھا دو سیدھی لکڑیوں میں پانچ تیز نوکدار چھوٹے ڈنڈے آڑے لگے ہوئے تھے۔ یہ بھیب اوزار اس کے اوپر رکھا گیا اور ایک خاص حرکت سے مجرم کے دونوں پنڈلیوں کے اوپر اس سے نہایت سخت ضرب لگائی جاتی تھی کہ ہر ضرب پر پانچ سخت ضربیں مجرم کے لگتی تھیں اس کی تکلیف اس قدر غیر قابل برداشت تھی کہ مجرم کو غش آ گیا تھوڑی دیر کے بعد جب اس کو ہوش آگیا تو آخری عذاب دیا گیا مجرم کی کلائیوں میں رسیاں باندھ کر جلاد نے اپنی کمر پر رکھیں اس کی کمر پر ایک چمڑے کا ٹکڑا لگا ہوا تھا کہ رسیوں کے کھینچنے سے اس کی کمر کو تکلیف نہ ہو پھر قدرے پیچھے ہٹ کر اور دیوار سے اپنے دونوں پاؤں لگا کر نہایت قوت سے اُن رسیوں کو کھینچا حتی کہ رسیاں جلد اور بوٹی کے گوشت میں گھس کر ہڈیوں تک پہنچ گئیں اور یہ حرکت تین مرتبہ کی گئی۔ اس کے ہاتھوں میں دو انگشت کے فاصلے سے یہ رسیاں باندھی گئی تھیں۔ دوبارہ سختی سے کھینچنے کا نتیجہ ہوا کہ یہ رسیاں اپنی جگہ سے پھسل کر

پہلے زخم نہیں بھر گئیں اور اس قدر خون جاری ہوا کہ حکیم اور بیوی کے مرنے کا اندیشہ ہوا یہ حالت دیکھ کر انکوئی زیشن کے ڈاکٹر اور حکیم کو جو باہر کے دوسرے کمرے میں موجود تھے بلایا گیا اور اُن سے دریافت کیا گیا کہ آیا مجرم کی حالت اس قابل ہی کہ بلا اندیشہ موت کے اس پر عذاب جاری رکھا جائے کیونکہ اگر مجرم بحالت عذاب ہی مرجاتا تھا تو بزرگ پادریوں اور ججوں پر بے ضابطگی کا الزام عاید ہوجاتا تھا۔ ڈاکٹر اور حکیم نے جو اربیو کے جانی دشمن تھے جانچ کر جواب دیا کہ اس کافر میں کافی طاقت عذاب برداشت کرنے کی ہی۔ لہذا وہ سب عذاب اُس کو دوبارہ دئے گئے کیونکہ اوس کی نسبت عدالت کا یہ حکم تھا کہ ایک وقت میں سب عذاب اس کو دیئے جائیں پس اگر کبھی وقت موت کے اندیشہ سے کسی عذاب کے ملتوی کرنے پر مجبور ہوتے تھے تو تھوڑی دیر کے بعد وہ سب عذاب حتی کہ وہ بھی جو دیئے جاچکے تھے اس کو دیتے تھے اور عدالت کے حکم کی پوری تعمیل کرتے تھے۔ پھر اس مضغہ گوشت کو اس کے کپڑوں میں باندھ کر قید خانہ میں پہونچا دیا گیا۔ ان زخموں سے ڈھائی مہینے میں بمشکل تمام اس کو صحت ہوئی چونکہ باوجود اس سخت عذاب کے اس بدبخت نے جرم کا اقرار نہیں کیا تھا عدالت نے اس کی یہ سزا تجویز کی کہ یہ شخص یہودیت کا مشتبہ ہی لیکن جرم ثابت نہیں ہوا لہذا حکم دیا جاتا ہی کہ دو سال تک فلاں قسم کا لباس پہنے اور بعد گزرنے دو سال کے سلطنت سویل سے ہمیشہ کے واسطے جلاوطن ہو۔ مورخ گان سلوس ایک اور قسم کا عذاب بیان کرتا ہی۔

ایک لکڑی کی بنچ تھی جس کو وہ لکڑی کا گھوڑا کہتے تھے مثل ڈونگی کے اندر سے خالی ہوتی تھی جس میں آدمی پورے طور پر لٹایا جا سکتا ہی اس کے درمیان میں ایک گول لکڑی کا ڈنڈا لگا ہوتا تھا جس پر آدمی کی پشت رکھکر لٹایا جاتا تھا بجائے اس کے کہ انسان اس کے اندر چلا جاتا اوس ڈنڈے کے سہارے پر رہتا تھا۔ اس کے پاؤں سر سے بہت اونچے

رہتی تھی اس طرح اوٹھا کر اس کے ہاتھ ران اور پنڈلیاں چھوٹی رسیوں سے خوب مضبوط
باندھتے تھے۔ پھر پیچوں سے جو مقررہ فاصلہ پر ہوتے تھے بہت زور سے کسدیجاتی تھیں
حتی کہ رسیاں گوشت میں گھسکر ہڈی تک پہونچ جاتی تھیں اور دکھائی نہ دیتی تھیں۔
ٹورمینٹو ڈی ٹوکا۔ مذکورہ بالا عذاب میں اضافہ کیا جاتا تھا کہ جلاد ایک باریک کپڑا مجرم
کے منہ اور نتھنوں پر ڈال دیتا تھا جس کی وجہ سے سانس لینا دشوار ہوتا تھا پھر نہایت بلندی سے
ایک باریک دھار پانی کی بوند کر قطرہ قطرہ بدنصیب مجرم کے منہ پر جہاں کپڑا پڑا ہوا تھا ڈالی
جاتی تھی چونکہ گھبرا کر سانس لینے کیواسطے منہ کھولتا تھا تو پانی کی دھار کے زور سے کپڑا اس
کے منہ میں داخل ہو کر حلق میں اتر جاتا تھا اب سانس کی آمد و رفت بالکل بند ہو جاتی تھی کیونکہ
نتھنوں پر اور حلق میں تر کپڑا ہوتا تھا جس پر برابر پانی کی تیز دھار گرتی تھی۔ مجرم کی جانکنی کی حالت
ہو جاتی تھی جب وہ بدبخت جاں بلب ہو جاتا تھا تو اس کے حلق میں سے کپڑا کھینچا جاتا تھا
جو خون اور پانی سے تر ہوتا تھا۔ مجرم کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس کی آنتیں منہ
کے راستے کھنچی جاتی ہیں۔ دہکتے ہوئے انگاروں کا برتن اور اصلاح بذریعہ پانی آگ
[illegible] جب یہ خاص سزا تجویز ہوتی اُنکے حکم سے ایک بہت بڑا برتن جسمیں دہکتے ہوئے
انگارے بھرے ہوتے تھے لایا جاتا اور اس پر [illegible] مجرم کے پاؤں کی ایڑیوں کو برابر جن میں خوب
چربی لگا دی جاتی تھی تاکہ گرمی جلد اثر کرے بہت قریب رکھتے تھے۔ یہ عذاب اسوقت دیا جاتا تھا
جبکہ کسی شخص پر جرم [illegible] ثابت ہو چکا ہو باقی حالات یہ عذاب دیکر دریافت کئے
جاتے تھے۔ اسکو تحقیقاتی عذاب کہتے تھے جس شخص کو سزائے موت کا حکم دیا جاتا تھا تو
اس شخص پہلے اسکو آخری عذاب دیا جاتا تھا۔ ولیم لتھیگو ایک انگریز کے واقعہ سے مفصل
کیفیت معلوم ہوتی ہے یہ شخص سیاح تھا۔ اپنے سفرنامے میں لکھتا ہے کہ ملاگا [illegible]
[illegible] وہ گرفتار کیا گیا۔ اور [illegible] کے۔

گھوڑے والا سخت عذاب دیا گیا لیکن جب کچھ حال معلوم نہو سکا نہ اس نے جرم سے اقبال کیا تو مطلوب کافر انکوئی زیشن کے سپرد کیا گیا وہ دن کے مہینہ کے شروع میں گیارہ طرح کے سخت عذاب دیئے جانے کا عدالت سے حکم ہوا اور ایسٹر (ایک تیوہار) کے بعد پوشیدہ طور غار ملحد پہنچانے کا حکم ہوا جہاں غدار ات کو زندہ درگور کیا جائے اور بعد مرگ اس کی نعش نکال کر آگ میں جلائی جائے اور اس کی خاک ہوا میں اڑائی جائے جب رات ہوئی تو اسکی ہڈیاں علحدہ کی گئیں اور ہڈیاں مطلق کیا گیا اور گھٹنے ٹیک کر زمین پر بٹھایا گیا پھر اس کا منہ اوپر کو اٹھا کر لوہے کی سنڈاسی سے منہ چیرا گیا اور اس کے پیٹ میں اس قدر پانی بھرا کہ منہ اور نتھنوں سے نکلنے لگا پھر اس کے گلے میں خوب کس کر ایک رسی باندھی گئی تاکہ پانی نکل نہ جائے گلے میں رسی کی [illegible] بندھی ہوگا اس کا دم رکنے لگا پھر اس کو اس خوفناک حالت میں مرتبہ کمرہ میں چڑھایا گیا۔ جب اس کو غش آگیا تو اسکے پاؤں میں رسی باندھ کر الٹا لٹکا دیا۔ اور اس وقت تک سرنگوں لٹکا رہا جب تک کل پانی اسکے پیٹ سے نہ نکل گیا جب اس کو زمین پر لٹایا تو شل مردہ کے تھا پھر ہڈیاں [illegible] (الامان الامان) محض ایک اتفاق سے جس کا نہ وہم و گمان تھا نہ قیاس کیا جا سکتا تھا وہ رہا کر دیا گیا۔ گیا وہ موت کے منہ سے نکل آیا اور زندہ و سلامت انگلینڈ جا پہنچا اور یہ سب [illegible] سے بیان کیا۔

دوسرا واقعہ جو انگلستان کی ایک لیڈی کو پیش آیا اس سے زیادہ ہولناک ہے جو خود اس نے رہائی کے بعد بیان کیا۔ [illegible]

[illegible]

[illegible]

سے انتہا تکلیف ہوئی ایک مہینہ کے بعد اس کو بلا کر سخت بے رحمی سے کوڑے لگائے گئے پھر ماہ اگست میں عدالت کے رو برو پیش کی گئی بہت سے بزرگ پادری اس وقت وہاں موجود تھے اس سے دریافت کیا گیا کہ تم مذہب رومن کیتھولک قبول کر کے نجات پاؤگی یا نہایت عذاب سے آگ میں جل کر جہنم واصل ہوگی اُس نے جواب دیا کہ میں ہمیشہ سے پروٹسٹنٹ ہوں اور ملکہ انگلستان کی رعایا ہوں جس کو میری حفاظت کرنے کی قوت ہے اور ضرور کریگی اگر میری حالت اسپین کے انگریز باشندوں کو معلوم ہو جائے مگر مجھ کو امید نہیں کہ اُس کو اطلاع ہوئی ہو میں نے مستقل ارادہ کر لیا ہی کہ میں اپنا مذہب تبدیل نہ کرونگی خواہ کیسا ہی عذاب مجھ کو دیا جائے۔ یا ہلاک کی جاؤں انہوں نے جواب دیا کہ تیرا ملکہ انگلستان کی رعایا ہونے کا کچھ اثر بادشاہ پرتگال کے ملک میں نہیں ہو سکتا اور اسپین میں جو انگریز رہتے ہیں وہ سب کافر اور گمراہ ہیں اور جہنم واصل ہونگے۔ اور یہ اس بزرگ اور پاک عدالت کی رحم دلی ہی کہ تجھ بدبخت کو جہنم کی آگ سے بچانا چاہتی ہی لیکن اگر تیرا ارادہ بجائے پاک مذہب رومن کیتھولک قبول کرنے کے آگ میں جلنے کا ہی تو وہ اُس کا نمونہ بطور تجربہ تجھ کو دکھاتے ہیں۔

بحکم عدالت ایک کرسی پر اُس کو بٹھا کر ہاتھ پاؤں اور تمام جسم خوب مضبوط باندھ دیا تاکہ حرکت نہ کر سکے اور ایک ڈاکٹر اس کے قریب کھڑا کیا گیا تا کہ عدالت کو پتا رہے کہ بلا اندیشہ ہلاکت کس حد تک اُس کو عذاب دیا جائے اس کے بائیں پاؤں سے جوتا اتار کر ننگا کیا گیا اور ایک لوہے کا جوتا جو آگ میں گرم کر کے سرخ کر دیا گیا تھا اس کے پاؤں میں پہنایا گیا جس نے پاؤں کے تمام گوشت پوست کو جلا دیا۔ اس تکلیف کی شدت سے اُس مظلومہ کو غش آگیا تو ڈاکٹر نے کہا کہ اب اسکی جان خطرے میں ہی جوتہ

یہودی نخی فرقہ اپنے بچوں کو بپتسمہ دلانے کے واسطے گرجا میں لانے اور اگر لاتے
ہیں تو اپنے گھر واپس جا کر اس متبرک نشان کو ناپاک سمجھ کر پانی سے دھو ڈالتے ہیں اور
کھانا پکانے میں بجائے چربی کے تیل استعمال کرتے ہیں۔ سور کا گوشت بالکل نہیں
کھاتے بہت ناپاک سمجھتے ہیں اور پاس اوور یہود کا تیوہار کی رسم ادا کرتے ہیں اور
اپنے عبادت خانوں میں تیل کے چراغ جلاتے ہیں۔ علاوہ بریں اپنے ناپاک مذہب کی
مکروہ رسمیں ادا کرتے ہیں۔ اور بزرگ عیسائی پادریوں کا ادب لحاظ نہیں کرتے بلکہ
گستاخی کرتے ہیں اور دینداروں کو ورغلاتے ہیں۔ یہ لوگ نہایت گمراہ و خطرناک ثابت
بغاوت آمیز باتیں کرتے ہیں تجارت اور بہت زیادہ سود لینے سے مالدار ہو گئے ہیں کسی ملکی
خیال دل میں نہیں لاتے اور دھوکہ دے کر شریف عیسائی لڑکیوں سے شادی کر
لیتے ہیں۔ ان سب امور کے لحاظ سے واجب القتل ہیں بادشاہ کو غضبناک کرنے کے واسطے
یہ رپورٹ بہت کافی تھی بادشاہ کو کفار کی ضبطی مال اسباب و جائداد سے معقول
آمدنی کی امید تھی اس کے متعلق بادشاہ نے بزرگ پوپ سے درخواست کی کہ انکوئی زیشن
کی عدالت مقرر کرنے کی اس کو اجازت دی جائے۔ بزرگ پوپ نے بھی آمدنی کے
خیال سے فوراً بادشاہ کی درخواست منظور کر لی اور یکم نومبر ۱۴۷۸ء کو حکم پہنچا کہ انکوئی زیشن
مقرر کرنے کا اور کفر کی بیخ کنی کرنے کا تم کو اختیار دیا جاتا ہے۔ مگر تہمت میں
حقوق کا لحاظ رکھنا۔ ۱۷ دسمبر ۱۴۸۰ء کو بادشاہ فرڈیننڈ نے انکوئی زیشن مقرر کر کے
شہر سیویل میں تعینات کی اور وہاں کے حکام کو لکھا کہ انکوئی زیشن کی ہر طرح کی
امداد کریں۔ ایک سال تک عام باشندگان سیویل نے انکوئی زیشن کو نہایت
خوفناک دیکھ کر نہایت نفرت کی اور اس کی چیرہ دستی کی انتہا کار روائی کی

۲ جنوری سنہ ۱۴۸۱ء کو انکوئی زیشن نے ایک حکم عام جاری کیا کہ کفار کی گرفتاری
نفرت سے مشتبہ لوگوں کی خبر دینے میں سب لوگ امداد کریں ان کو گناہوں سے
ہر قسم کی مخبری جتنی گمنام مخبری کی اجازت عام دی گئی۔ اس سے تمام ملک میں جاسوس
مخبروں کا ہیبت ناک جال بچھ گیا اور مجرموں کی شمار بڑی ہو گئی ... جس شخص پر یہ شبہ ہوتا
تھا کہ یہودیوں کے تہوار کے روز اس نے تبدیل لباس کیا ہو یا اس نے یہودیوں کے
ساتھ ایک میز پر کھانا کھایا ہو یا اس جانور کا گوشت کھایا ہو جس کو یہودی نے ذبح کیا
ہو تہوار کے ایک روز پہلے اس نے اپنے گھر میں آگ جلائی ہو یا وہ شراب پیا ہو جو
یہودی پیتے ہیں پیا اس نے نعش کو گرم پانی سے غسل دیا ہو یا مرتے وقت اس نے اپنا منہ
دیوار کی طرف کیا ہو یا اس نے اپنے بچوں کے یہودی نام رکھے ہوں (یہ دفعہ ملکت کے قانون
کے بالکل خلاف تھی بادشاہ ہنری دوم کا قانون تھا کہ کوئی کافر اپنے بچوں کا عیسائی نام
نہ رکھے) اس خونخوار دفعہ کے اثر سے کوئی شخص نہیں بچ سکتا تھا دونوں صورتوں میں مجرم
قرار دیا جاتا تھا۔ ۶ جنوری سنہ ۱۴۸۱ء کو چھ شخص آگ میں جلائے گئے۔ مارچ کے مہینے میں سترہ
آدمی جلائے گئے۔ نومبر سنہ ۱۴۸۱ء تک تین سو اٹھانوے (۲۹۸) آدمی آگ میں جلا کر ہلاک
کئے گئے تھا اور اس کے بہت آدمی جو مرنے کے بعد تحقیقات سے کافر ثابت ہوئے اور
مجرم قرار پائے تو خونخوار حرص جانور کی طرح ان کی نعشیں قبر سے نکلوا کر جلائی گئیں۔ ایسے
وحشیانہ ظلم و ستم آج تک کسی ملک میں نہیں سنا۔ ان مجرموں میں بعض آدمی علم و فضل میں
بہت مشہور تھے۔ اسی سال شہر سویلی میں قہر الٰہی نازل ہوا یعنی طاعون سے
پندرہ ہزار سے زیادہ آدمی ملک عدم کو رخصت کئے لیکن ان ایام غضب الٰہی میں بھی
انکوئی زیشن کے بزرگ پادریوں نے کافروں کی سزا ہی بند نہ کی۔ بڑی سرگرمی

اس خونخوار اور ہولناک عدالت کی یہ بنیاد تھی جس کی خونریز حکومت کا اثر اسپین
اور پرتگال پر تین صدیوں تک رہا۔ سینڈل ٹارکوئی ماڈا کے زیر حکومت جو انکوئیزیشن
کا دستور العمل رہا اُس کا حال مختصر طور پر بیان کیا جاتا ہے۔

روزہ داری کے مہینے کے پہلے دو اتواروں کو ہر سال تمام کلیساؤں میں حکم جاری
کیا جاتا تھا کہ ہر خاص و عام کا فرض ہے کہ جس کسی کو وہ جانتے ہوں کہ گمراہ ہے یا گمراہی
کا مشتبہ ہے فوراً اس کے متعلق متبرک عدالت کو اطلاع دیں اور پادریوں کو ہدایت
کی جاتی ہے کہ جو شخص اس حکم کی تعمیل میں تامل کرے اس کو گناہوں کی معافی نہ دیں
مشتبہ شخص خواہ کیسا ہی قریبی رشتہ دار مثل ماں باپ بھائی بیٹا یا شوہر و زوجہ کے ہو
لیکن اس کی اطلاع دہی میں دریغ نہ کیا جائے۔ ہر قسم کی اطلاع خواہ گمنام ہو یا کسی
کی دستخطی ہو منظور کی جاتی تھی صرف گواہوں کے نام ظاہر کرنے کی ضرورت ہوتی
جن کا بیان سکریٹری تحریر کریگا اور اُس کو سنا کر تصدیق کرا لے گا کسی شخص کی یکایک
گمشدگی سے اسکی گرفتاری ثابت ہوتی تھی مجرم فوراً انکوئیزیشن کے ہولناک
تاریک تہخانوں میں پہونچا دیا جاتا تھا جہاں بیرونی راہ و رسم خط و کتابت کی بہت
سخت احتیاط کیجاتی تھی۔ سوائے ایک رومن کیتھولک پادری یا داروغہ محبس کے محرم
کے پاس اور کوئی نہ جا سکتا تھا اور یہ دونوں عدالت کے جاسوس ہوتے تھے اس تباہ
حالت میں اس مصیبت زدہ مظلوم کا بیرونی دنیا سے بالکل قطع تعلق ہو جاتا تھا سوائے
خدا کے اُس کا کوئی حامی و مددگار نہ ہوتا تھا وہ شخص دست بدعا ہو کر کہتا تھا کہ اے
پروردگار عالم۔ شعر۔ ندارم غیر از تو فریاد رس۔ توئی عاصیاں را خطا بخش و بس [illegible]
تک وہ شخص اپنے جرم کی اصلیت سے بھی واقف نہ ہوتا تھا۔ آخر کار رہائی اسکی بہانہ

اقرار نہ کیا تو بجائے اس کے کہ وہ بے گناہ سمجھا جاتا نہایت سخت کافر سمجھا جاتا
تھا اور بعض گواہوں کی شہادت پر اس کے واسطے سزائے موت تجویز کی جاتی
اس وحشیانہ ظلم کا برتاؤ کسی ملک کی عدالت میں جہاں عذاب دینے کا دستور تھا
نہ کیا جاتا تھا۔ ان مصنوعی تحقیقات کے بعد وہ مظلوم جیل خانے میں بھیج دیا جاتا
جہاں وہ مظلوم نہایت شدید سردی کی طویل رات بلا آگ کی گرمی یا بچھونا
نہایت ہولناک تاریکی اور سہمناک تنہائی اور خاموشی میں خوفناک موت کی
گھڑیاں شمار کرنے میں بسر کرتا تھا۔ آٹوڈافی (مجرموں کا جلانا) کے روز پادری
لوگ بڑا جلسہ کرتے تھے اور بڑا ہجوم ایک آٹوڈافی کے روز ایک اٹلیا کا
باشندہ میڈریڈ میں وارد ہوا مجمع کثیر دیکھ کر وہ متحیر تھا کہ یہ کوئی تہوار ہے
یا مذہبی میلہ ہے یا قربانی ہے یا قتل عام ہے۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ
تھا۔ مانٹی زوما[5] بادشاہ امریکہ کے اوپر انسانی قربانی کا سخت الزام لگایا جاتا
ہے اگر وہ آٹوڈافی کو دیکھتا تو بہت معقول جواب دیتا۔ پادری ٹارکوئی ماڈا کے
زیر حکومت صرف ٹولیڈو کی عدالت سے ایک سال میں تین ہزار تین سو تین
آدمی جلا کر ہلاک کیے گئے۔ دائم الحبس آدمیوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہو گئی کہ جیل خانوں
میں جگہ باقی نہ رہی تو مجبوراً مجرم لوگ اپنے مکانوں میں مقید رکھے گئے اور گارڈ
حفاظت کے واسطے تعینات کر دیا گیا۔ مورخ لورینٹی لکھتا ہے کہ ٹارکوئی ماڈا
کے اٹھارہ سالہ انکوئی زیشن کے افسری کے زمانہ میں دس ہزار دو سو بیس زندہ (۱۰۲۲۰)
آدمی جلا کر ہلاک کیے گئے اور چھ ہزار آٹھ سو ساٹھ آدمی عذاب سے ہلاک ہوئے
یا زندہ درگور کیے گئے یا سولی دی گئی کچھ دائم الحبس کیے گئے کچھ جلاوطن ہوئے

۵ Montezuma

انجیلی اطوار ہتھیاروں سے ہلاک کئے گئے۔ ایک دوسرا مورخ ان ہلاک شدہ لوگوں کی
تعداد ایک لاکھ سے کچھ زیادہ بیان کرتا ہے۔ شہنشاہ چارلس پنجم کے زمانہ میں
پارلیمنٹ نے انکوئی زیشن کے سخت قانون پر کچھ ملامت کی تھی شہنشاہ کی
درخواست کی تھی فلپ دوم کے وقت میں انکوئی زیشن کی آگ نہایت تیزی کے
ساتھ روشن ہوئی اور ہزارہا مرد و زن اور بچے ہلاک ہوئے شروع میں
اور ولاڈولڈ میں ۱۷۷۶ء میں بادشاہ چارلس سوم نے انکوئی زیشن کے اختیارات
بہت محدود کر دیئے اور ۱۸۰۸ء میں رحم دل جوزف بوناپارٹ نے انکوئی زیشن
قطعی موقوف کر دی ۱۸۱۴ء میں فرڈیننڈ ہفتم نے پھر انکوئی زیشن قائم کر دی۔
۱۸۲۰ء میں کل رعایا نے بغاوت کی اور انکوئی زیشن کا مکان میڈرڈ میں مسمار
کر دیا۔ اس پر پارلیمنٹ نے انکوئی زیشن موقوف کر دی لیکن ۱۸۲۵ء میں پادریوں
کی کوشش سے پھر جاری ہو گئی اور ۱۸۳۴ء تک قائم رہی۔ اسی سال ہمیشہ کے
واسطے یہ خونخوار عدالت موقوف کی گئی۔ پرتگال میں انکوئی زیشن ہمیشہ اسپین
کے موافق تھی۔ بادشاہ جان ششم کے وقت میں ۱۸۱۸ء لغایت ۱۸۲۶ء بالکل
موقوف ہو گئی۔ اٹلی میں پوپ پائیس پنجم نے ۱۵۶۶ء میں انکوئی زیشن جاری
کی تھی جو پراٹسٹنٹ لوگوں کو اپنے ملک سے نکالنے میں کامیاب ہوئی اسپین
میں نہایت شدت کے ساتھ جاری تھی ۱۷۸۰ء میں سرگرمی کم ہو گئی ۱۸۰۸ء
میں شہنشاہ نپولین نے بالکل موقوف کر دی۔ ملک نیدرلینڈ میں تیرھویں صدی
میں ایجاد ہوئی ۱۵۲۲ء میں کفار کی بیخ کنی کے واسطے نہایت سخت قوانین جاری
کئے گئے اور ہزارہا آدمی قتل و غارت ہوئے ۱۵۲۵ء میں لغایت

Valladlid

تگنی یا چوگنی ہوجائیگی ہیں جہاں تک ممکن ہے کم سے کم بیان کرتا ہوں۔
صرف سیویل میں آٹھ برس کے اندر چھ ہزار تین سو اکتالیس آدمی برباد
ہوئے یعنی ہلاک ہوئے بحساب اوسط سات سو نوے آدمی سالانہ ہلاک
کیے گئے اور جو لوگ خفیہ طور پر زندہ درگور کیے گئے یا جلائے گئے اُن کا حال
معلوم نہیں ہوا جنکی تعداد غالباً سیکڑوں بلکہ ہزاروں ہوگی لیکن چند مورخوں نے
اس کا ذکر کیا ہے سراگوسا کی تعداد بھی بجنسہ ایسی ہی رہی اگر اور عدالتوں کا حال
بھی ایسا ہی قیاس کیا جائے تو دگنی اور تگنی تعداد ہوجائے گی لیکن میں کسیکو
یہ اعتراض کرنے کا موقع نہیں دیتا کہ اس ہولناک واقعہ کا بیان میں نے مبالغہ
آمیز کیا ہے۔ ظالم تارکویمادا کے بعد انکوئی زیشن کا افسر اعلیٰ خونخوار وحشی ڈیگو
ڈیزا ہوا۔ یہ شخص شاہزادہ آسٹوریاس ڈون جان کا معلم تھا سنہ ۱۴۹۹ء لغایت
سنہ ۱۵۰۶ء تک رہا بحکم فرڈیننڈ پنجم مستعفی ہوا اس کے وقت میں بھی بارہ عدالتیں
انکوئی زیشن کی بدستور سابق رہیں۔ اُن میں مقتولوں کی تعداد حسب ذیل ہے
دو ہزار سو آدمی جلائے گئے۔ اکیسو چار قتل و جلاوطن کیے گئے اور چار ہزار ستاون
کو عذاب دیا گیا۔ سالانہ اوسط چار ہزار تین سو انیس ہوئے۔ یہ تعداد اگر آٹھ
ضرب دیجائے تو مقتول ایک ہزار چھ سو چونسٹھ درجہ اول اور آٹھ سو تیس درجہ دوم
اور بتیس ہزار چار سو چھپن درجہ سوم کل چونتیس ہزار نو سو باون ہوتے ہیں
تیسرا افسر اعلیٰ انکوئی زیشن کا مشہور خونخوار سنگدل کارڈینل آرک بشپ
فرانسسکو سیمنیز ڈی سنسروس تھا سنہ ۱۵۰۷ء کو مقرر ہوا اور ۸ نومبر سنہ ۱۵۱۷ء میں فوت
ہوا سنہ ۱۵۱۳ء میں اس نے ایک جدید عدالت انکوئی زیشن کی کوئنکا کے

Diego Deza

Cuenca

مقتولوں کی تعداد حسب ذیل درج تھی۔

سالانہ درجہ اول ۲۳۴ دو سو چونتیس - درجہ دوم ۱۱۲ ایک سو بارہ - درجہ سوم چار ہزار چھ سو
اکہتر لہذا چھ برس کی میزان درجہ اول ۱۳۴۴ ایک ہزار تین سو چوالیس - درجہ دوم چھ سو بہتر
درجہ سوم چھبیس ہزار دو سو چودہ میزان کل اٹھائیس ہزار دو سو تیس ۲۸۲۳۰ ۱۴۸۱ء سے
جب سے خونخوار انکوئی زیشن شروع ہوئی تا اختتام سلطنت بادشاہ فلپ دوم
۱۵۹۸ء اگر عدالت ہائی میکسیکو[1] - لیما[2] - اور کارتھجنا[3] اور سسلی[4] اور جنگی جہازوں
کے مقتول کا حساب کریں تو وہ لاتعداد و بیشمار ہیں مقتولوں کی تعداد جو
ہم نے بیان کی ہے وہ اس سے بہت زیادہ ٹولیڈو اور سد اگوسا کی عدالتوں
کے دفتروں میں درج ہے۔ ایک مورخ پادری ڈین کچن[5] لکھتا ہے کہ انکوئی زیشن کے
خونخوار پنجہ سے کوئی انسان محفوظ نہ تھا خواہ وہ کیسا ہی عالی مرتبہ ہو نیک
عالم عابد و زاہد ہو با کمال ہو یا عالم ہو یا باہنر ہو۔ انکوئی زیشن جس طرح انسان
کی جان و مال کی دشمن تھی اسی طرح علم و ہنر صنعت و حرفت تجارت و زراعت
کی بھی دشمن تھی۔ تمام علمی کتب خانے جلا کر خاک سیاہ کر دیئے۔ اہل ہنر دستکار اور
سوداگروں کو قتل کرا دیا جو بچے وہ بخوف جان جلا وطن ہو گئے۔ فرڈیننڈ اور ازابیلا
کے عہد میں اسپین کی ترقی و بہبودی انکوئی زیشن نے غارت و برباد کر دی۔
ازابیلا ملکہ کی تھی کہ حضرت عیسیٰ اور انکی والدہ کی محبت کی وجہ سے میں
ملک کی تباہی و بربادی کی باعث ہوئی۔ شہر و قصبہ اضلاع اور صوبے
حتی کہ تمام سلطنت کو سنگدل و خونخوار پادریوں کے مشورے سے میں نے
ویران و بے چراغ کر دیا۔

1 Mexico 2 Lima 3 Cartagena 4 Sicily
5 Dean Kitchen

پراسٹنٹ لوگوں نے جو رومن کیتھولک لوگوں پر از راہ تعصب بدلہ لینے
کی غرض سے نہایت شدید مظالم کئے ہیں اُن کی تفصیل تاریخہائے جرمن
و سوئٹزرلینڈ و انگلینڈ میں درج ہے بلکہ الزبتھ کے زمانہ سلطنت میں سخت سخت بلا
ظلم رومن کیتھولک لوگوں پر کئے گئے اور ہولناک عذاب دئیے گئے اُن کا مقابلہ
و معائنہ ملکہ میری خونخوار کے ظلموں سے کیا گیا ہے - اور کلیسائے انگلینڈ نے جو
ناگفتہ بہ ظلم و ستم ڈسینٹرس لوگوں پر اسکاٹ لینڈ و آئرلینڈ میں کئے ہیں اُن کا
مفصل حال اُن ملکوں کی تواریخ میں تحریر ہے - کل تعداد ان اشخاص کی جو آگ میں
جلائے گئے اکتیس ہزار نو سو بارہ ہے ۳۱۹۱۲ بت بنا کر جلائے گئے سترہ ہزار چھ سو انسٹھ ۱۷۶۵۹
جن لوگوں کو طرح طرح کے عذاب ہائے شدید دئیے گئے دو لاکھ اکیانوے ہزار ۲۹۱۴۵۰
چار سو پچاس - کل میزان تین لاکھ اکتالیس ہزار اکیس ہے ۳۴۱۰۲۱ ؎

اسلام اپنے تحفظ کے لئے شمشیر بکف ہوا اور بزور شمشیر اپنی حفاظت کی اور آئندہ
کرتا رہیگا لیکن اسلام نے کبھی کسی کے مذہب میں مداخلت نہیں کی نہ ظلم ہی کیا
نہ مثل عیسائیوں کے خونخوار انکوئی زیشن جاری کی نہ عذاب دینے کے خوفناک
اوزار ایجاد کئے نہ مذہبی عقاید کے اختلاف کو غارت کرنے اور انسان کے ایمان
کو تباہ کرنے یا کفر کو نیست و نابود کرنے کے لئے خونریزی کے طریقے اختیار کئے
کوئی شخص جو پورے طور پر علم تواریخ سے واقف ہے اس امر سے انکار نہیں
کرسکتا کہ مذہب عیسوی نے جسکو اپنی معصومیت کا دعوےٰ ہے اس قدر خونریز
ظلم و ستم کئے ہیں کہ آج تک دنیا میں کسی مذہب نے نہیں کئے - انگلینڈ میں جب سے وہ
پراٹسٹنٹ ہو گیا عرصہ دراز تک کئی سلطنتوں میں پریس بی ٹیرین لوگ طرح طرح کی

Presbyterians

؎ ہسٹری آف انکوئی زیشن لارنس صفحہ ۵۸۳

خوفناک آفتوں اور مصیبتوں میں مبتلا رہے۔ بے گناہ قید کئے جاتے تھے گرم لوہے کے ان کے بدن پر نشان لگائے جاتے تھے۔ پائمال کئے جاتے تھے کوڑے لگائے جاتے تھے اور ذلیل و خوار کئے جاتے تھے اسکاٹ لینڈ میں مثل وحشی جانوروں یا سخت مجرموں کے پہاڑوں اور جنگلوں میں شکار کئے جاتے تھے ان کے ناک کان جڑ سے کاٹے جاتے اور گرم لوہے سے ان کے جسم پر داغ لگائے جاتے اور کبھی انگلیاں جڑ سے اکھاڑی اور توڑی جاتی تھیں ان کی ٹانگوں کی ہڈیاں کچلکر توڑی جاتی تھیں۔ عورتوں کے سر بازار کوڑے لگائے جاتے تھے اور بے عزتی کیجاتی تھی کیتھولک لوگوں کو سخت عذاب دے کر ہلاک کیا جاتا انابیپٹسٹ اور آرین لوگ زندہ آگ میں جلائے جاتے تھے عورتیں اور بچے زندہ درگور کئے جاتے لیکن غیر عیسائی مذہب والوں کے کیتھولک اور پروٹسٹنٹ متعصب اور غیر متعصب خون کے پیاسے تھے مسلمان اور یہودی انسانیت سے خارج سمجھے جاتے تھے۔ اور کسی رحم کے مستحق نہ تھے انگلستان میں یہودیوں کو سخت عذاب دے کر پھانسی دی جاتی تھی۔ اسپین میں مسلمان زندہ آگ میں جلائے جاتے تھے۔ یہودیوں اور عیسائیوں و مسلمان اور عیسائیوں میں شادی ناجائز تھی۔ اس کے لئے قانون میں سخت اور خوفناک سزا مقرر تھی! ابتک بھی ملک امریکہ میں اگر کوئی عیسائی حبشی کسی عیسائی گورے رنگ کی عورت سے نکاح کرلے تو قانوناً زندہ آگ میں جلایا جائیگا عیسائیت کا یہ اثر دنیا میں پیدا ہوا ہے۔

تعصب اور خونریزی کی روح ابھی مذہب عیسوی ہی سے فنا نہیں ہوئی ہے۔

بلکہ خواب شیریں میں ہے۔ ذرا سے اشارے سے شعلہ بھڑک اٹھنے کیلئے تیار ہیں۔ مذہب کی اوٹ میں جو قتل عام شروع ہوئے ہیں وہ ابتداء سے شقل ہائے سکسنوں، فریزینس اور دیگر اقوام جرمنی بحکم شاہ شارلیمن میکسیکو اور پیرو کے لاکھوں باشندوں کا بے گناہ قتل عام اور ہزار ہا عورتوں اور معصوم بچوں کا آگ میں جلایا جانا مہیب اور ہولناک قتل عام۔ البی جینسیس لوگوں کا اور تیس سالہ جنگ یورپ کی خوفناک خونریزیاں۔ اور کالون کے پیرووں کا اسکاٹ لینڈ میں۔ اور لوتھر کے پیرووں کا قتل عام انگلینڈ میں ان سب مسلسل واقعات سے تعصب اور ظلم و ستم اور سنگدلی مذہب عیسوی کی ثابت ہوتی ہے۔

اسلام پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ اسلام کی زیادتیوں کی وجہ سے مذہب عیسوی میں جوش پیدا ہو گیا اور جنگجوئی کی روح پیدا ہو گئی لیکن انصاف شرط ہے جسٹینین کی خوفناک خونریزیاں اور قتل عام اور عیسائی کلووس کے قتل و غارتگری اسلام سے بہت پہلے واقع ہوئی ہیں کیا اس کا بھی الزام اسلام پر لگایا جا سکتا ہے؟ عیسائی فاتحان بیت المقدس اور مسلمان فاتحوں کا مقابلہ بنظر انصاف کرنا چاہئے جبکہ حضرت عمرؓ خلیفہ اسلام نے ۶۳۷ء میں بیت المقدس کو فتح کیا تھا۔ بزرگ پادری سوفرونیس جو بیت المقدس کا پیٹری آرک تھا اس کے ساتھ گھوڑے پر سوار شہر میں داخل ہوئے تھے اور شہر کے بزرگ اور متبرک مقامات کا ذکر ہوتا رہا۔ نماز مغرب کے وقت حضرت عمرؓ رسیورکشن کے گرجا کی سیر فرما رہے تھے کہ ناگاہ مغرب کی نماز کے لئے مؤذن نے اذان دی۔ بزرگ پادری نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ

1- Saxons 2- Frisians 3- Charlemagne 4 Mexico 5 Peru 6 Calvin 7 Luther 8 Justinian 9 Clovis

حضرت اس جگہ نماز ادا فرمائیں لیکن حضرت نے منظور نہ فرمایا اور گرجا کے باہر
آکر سیڑھیوں پر نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضرت عمر رضی نے بڑے
پادری سے فرمایا کہ اگر میں تمہارے کہنے کے بموجب گرجا میں نماز پڑھتا تو کچھ
عرصہ کے بعد مسلمان لوگ میری پیروی کرنے کے حیلہ سے اس جگہ اپنا
قبضہ کر لیتے اور اسلامی عبادت گاہ بنا لیتے۔ زاں بعد امن و امان کے
ساتھ شہر پر اسلامی قبضہ ہو گیا لیکن جب کہ عیسائیوں نے بیت المقدس
پر قبضہ کیا تھا صدہا بے گناہ معصوم بچے قتل کئے گئے ان کے سر پتھروں سے
پھوڑے گئے اور قلعہ کی دیواروں سے پھینک دیئے گئے مرد و زن زندہ
مکانوں میں جلائے گئے اور انتہائے تعصب مذہبی کی وجہ سے
بے درد عیسائیوں نے مسلمانوں کی کباب بنا کر بہت شوق سے کھائے
اور بہت سے آدمیوں کو بخیال شکم میں سونا نگل لینے کے چاک کئے گئے یہودیوں
کو ان کے عبادت خانوں میں بند کر کے آگ لگا دی اور سب کو ہلاک کیا
اس موقع پر ستر ہزار مرد و زن بے گناہ قتل کئے گئے۔ اور بزرگ پوپ روم کی
طرف سے جو بڑا پادری تعینات تھا وہ اس ہولناک منظر کو دیکھ کر بہت خوش
ہوا اور اظہار رضامندی کا کیا۔ اسلام تحفظ کی غرض سے شمشیر بکف ہوا تھا
لیکن مذہب عیسوی اس لئے شمشیر بکف ہوا کہ دیگر مذہبی عقائد نیست و نابود
کر دیئے جائیں اور مذہبی آزادی غارت کر دی جائے۔

شہنشاہ کانسٹنٹائن[*] کے عیسائی ہو جانے سے مذہب عیسوی کو بہت
بڑی قوت حاصل ہو گئی اور ممالک مغربی پر مذہب عیسوی کی حکمرانی ہو گئی

[*] Constantine

کسی دشمن کا اندیشہ باقی نہیں رہا۔
جب سے کہ مذہب عیسوی بالادست ہوگیا تو اس نے اپنا اصلی رنگ بدلا اور جبر و ظلم شروع کیا جس جگہ مذہب عیسوی رائج ہوا اس جگہ کسی دوسرے مذہب والے کی قدرت نہ تھی کہ آزادانہ عبادت کرے اور فرائض مذہبی آزادانہ ادا بلا اندیشہ ادا کر سکے۔ بخلاف اس کے اسلام نے اپنی مفتوحہ لوگوں سے صرف امن و امان سے رہنے کی شرط کی اور اس کی حفاظت کے معاوضہ میں بہت تھوڑی رقم ان پر مقرر کی اور برابر کے حقوق دئیے گئے اور ہر طرح کی آزادی فرائض مذہبی ادا کرنے کی دی گئی اور بحالت قبول کرنے مذہب اسلام کے پورے حقوق فاتحوں کی برابر دئیے جاتے تھے۔
عیسائیوں میں بزرگ پوپ پیر و مرشد مان لیا گیا اور معاذاللہ اس کو خدائی اختیارات حاصل ہوگئے ہر قسم کے گناہ صغیرہ و کبیرہ کو مجرم کے اس کے سامنے اقبال کرنے اور معقول نذرانہ ادا کرنے پر پوپ کو معاف کر دینے کا اختیار تھا۔ کوئی عیسائی اپنے متوفی بزرگ کو مقررہ رقم پوپ کو دے کر عذاب جہنم سے نجات کا سارٹیفکیٹ حاصل کرتا تھا۔ لہذا عیسائیوں کو خوف خدا اور اندیشہ عذاب جہنم کا بالکل باقی نہ رہا پورا بھروسہ بزرگ ہستیوں اور پوپ پر تھا کہ جو چاہیں کریں بہشت کا راستہ صاف ہے۔ ان عقیدوں نے عیسائیوں کو ہر قسم کے جبر و ظلم و قتل و غارت وغیرہ پر آمادہ کر دیا شہنشاہ شارلیمین کی خونریزی جو منظوری بزرگان دین عیسوی کی ہوئی اور قتل عام بے گناہ باشندگان ملک امریکہ کا اور ان کو غلام بنانے کا یہ سبب اتفاقات نہایت

ہولناک اور قابل نفرین ہیں۔ خود غرضی و تعصب انتہا کو پہونچ گئی حتی کہ
عیسائیوں میں بھی جو لوگ بزرگ پوپ روم کے مقرر کردہ قواعد اور
رومن کیتھولک مذہب کے خلاف عقیدہ رکھتے تھے وہ بھی کافر اور گمراہ سمجھے
جاتے تھے اور واجب القتل تھے۔ مذہب پراسٹنٹ کی ترقی سے بھی کچھ نتیجہ
نہ نکلا۔ تعصب جبر و ظلم میں کچھ کمی ہوئی جبکہ کالون نے بزرگ سروٹیس کو
جس کو تثلیث کے مسئلہ میں کالون سے اختلاف تھا نہایت عذاب سے زندہ آگ
میں جلا کر ہلاک کیا تو تمام پراسٹنٹ لوگوں نے خوش ہو کر کالون کو اس کار خیر
پر تحسین و آفرین کی۔ انگلینڈ کے قانون سزا جو بمقابلہ کیتھولک اور ڈسینٹرس
اور نان کان فارمسٹ کے جاری کیا گیا تھا دیکھنے سے انسان کے بدن پر
رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔

قانون اسلام نے غیر مذہب والوں کو جو اس کے زیر حکومت رہتی تھی پورے
طور پر فرائض مذہبی ادا کرنے کی آزادی عطا فرمائی ہے اور ان لوگوں کی حفاظت
کی ذمہ داری اپنے ذمہ لی ہے۔ ان کے مذہب میں کسی قسم کا دخل نہ دیئے جانے
اور جبر و ظلم سے محفوظ رہنے کا اطمینان دلایا ہے۔ اللہ تعالی نے قرآن شریف میں
فرمایا ہے "عقائد مذہبی میں کسی شخص پر جبر و ظلم نہ کرنا چاہیے" اس آیت سے
غیر تعصبی اور نیک نیتی ثابت ہوتی ہے۔ دوسری آیت میں اللہ تعالی فرماتا
ہے کہ "کیا تو لوگوں کو اپنے عقیدہ پر مجبور کرے گا جبکہ عقیدہ اللہ تعالی انسان
کو عطا فرماتا ہے جو لوگ ہم سے نفرت کریں تم ان سے مہربانی سے پیش آؤ
راست گفتاری کی عادت اختیار کرو" "جو تمہارے ساتھ بدسلوکی کرے تم اس کے
ساتھ سلوک کرو"

4 Nonconformists

1 Calvin 2 Servetus 3 Disenters

یہ اُس بزرگ معلم کے احکام ہیں جس پر ظلم اور تعصب کا الزام لگایا جاتا
ہے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ احکام ایسے شخص کے نہیں ہیں جس میں کسی طرح
کی طاقت نہ ہو یا کسی سے مغلوب ہو یا کسی کا ماتحت ہو یا لغو اور زیادہ
گو ہو بلکہ ایسے شخص کے احکام ہیں جو اپنی طاقت و قوت کے شباب میں ہو
ایک بہت بڑے ریاست اور زبردست قوم کا سردار ہو اور اپنے احکام
کی تعمیل کرانے کی پورے طور پر بزور شمشیر قدرت رکھتا ہو۔

شروع میں بزرگ سینٹ پال نے پادریوں سے کریٹ کے بشپ کو
کفار کے متعلق خاص طور پر یہ ہدایت کی تھی۔

"اگر کوئی شخص کفر پر اصرار کرے تو تمہارا فرض ہے کہ ایک دو دفعہ نہایت
ملائمت سے سمجھاؤ اگر وہ منظور نہ کرے تو اُسے قطع تعلق کر دو"

اس کے ہلاک کرنے کی نسبت بزرگ سینٹ پال نے ہرگز حکم نہیں دیا۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بزرگ سینٹ پیٹرس سے مخاطب ہو کر حکم
دیا تھا کہ

"گنہگار کو نہ صرف سات مرتبہ بلکہ ستر دفعہ سات مرتبہ معاف کیا جائے"

اس حکم کا یہ منشا تھا کہ کبھی کسی کافر کو سزائے موت نہ دی جائے اور تین
صدیوں تک اس حکم پر عمل ہوتا رہا شہنشاہ کانسٹنٹائن کے وقت میں
یہ حکم منسوخ کر دیا گیا اور یہ بدی جاری ہو گئی۔ فقط

— تمت بالخیر —

تقریظ از عالیجناب پنڈت ایشوری پال صاحب بی۔ اے ڈپٹی کلکٹر بہادر بلند شہر

۳۰ مارچ سنہ ۲۵ء

مصنف ضلع بلند شہر کے اُن چند اصحاب میں سے ہیں کہ جو علمی مذاق رکھتے ہیں آپ سے جو اصحاب واقف ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ علم کا کیا نایاب ذخیرہ آپکے کتبخانہ میں اور آپ کے ذہن میں ہے اس کا ایک نمایاں ثبوت یہ تواریخ ہے۔ اگر ذرا خیال سے کام لیا جاوے تو اس کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ کتنا بیش قیمت وقت سید صاحب نے دیگر ممالک کے حالات کے مطالعہ کرنے میں صرف کیا ہوگا۔ واقعات نہایت دلچسپ اور سادہ طریقہ سے تحریر کئے گئے ہیں جس نکتہ خیال سے مصنف نے یہ کتاب لکھی ہے تائید کی ملک میں نہایت ضرورت ہے آپ نے یہ تکلیف گوارا کر کے بلند شہر کے نام کو دور دور تک چمکا یا ہے سید صاحب کا ملک کو نہایت شکر گزار ہونا چاہئے کہ ملک کی بہبودی اور ترقی کیلئے آپ نے یہ کتاب تحریر فرمائی مجھکو قوی امید ہے کہ قدردان علم اور محبان وطن مورخ کی محنت سے فائدہ اٹھانے میں کوتاہی نہ کرینگے۔

تقریظ از عالیجناب پنڈت سوہن لال صاحب گنگوڑ وکیل بلند شہر ۲۹ اپریل

تواریخ ہند زمانہ شاہان اسلام مرتبہ سید عبدالعزیز صاحب کو میں نے بغور پڑھا یہ کتاب تو مصنف کی علمی لیاقت و جانفشانی اور محنت کا لاثانی ثمرہ ہے۔ اور اگر اس کو کتاب روزگار کہا جاوے تو بھی کم ہے۔ اس تصنیف کی خاص خوبی یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ غلط فہمیاں اور برے اثرات کہ جو با ہمی عنصر افرادِ نوع انسان میں دیگر تواریخوں کے مطالعہ سے پیدا ہوگئی ہیں کلیتاً رفع ہو جاوینگی۔ اور طلباء نیز شائقین علم تواریخ کو پورے طور پر واضح ہو جاویگا کہ دیگر مصنفان تواریخ نے کیا طرز عمل اپنی تصنیفات میں اختیار کیا ہی تھا دریغ کیوں۔ مزید برآں یہ طور تصنیف شاہان اسلام تیز دیگر ممالک کے ہمعصر بادشاہان کے طرز حکومت و سیاست کا مقابلہ کرتے ہوئے یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ ان ہمعصر سلاطین

عہد حکومت رعایا کے لئے کیسے مفید اور کیا مضر ہوئی و فارغ البالی کس نے دی اور مصیبت میں کس نے ڈالی
یا اُس عہد میں کیا خرابی تھی - میری رائے میں ایسی کتاب عام مدارس و درسگاہوں میں رائج ہونی
چاہئیے میں امید کرتا ہوں کہ علم دوست احباب ذی علم مصنف کی علمی لیاقت و جانفشانی اور
محنت کی داد دینگے بلکہ حسب المقدور جہاں تک ممکن ہو اس کتاب کی اشاعت اور مدارس میں رائج کرنے
کے لئے بے انتہا کوشش کرینگے تاکہ مصنف کی حوصلہ افزائی ہو اور امداد فرمائیں گے -

تقریظ عالیجناب منشی محمد خان صاحب رئیس اعظم و آنریری مجسٹریٹ ضلع بلند شہر

تاریخ جدید عزیزی میں نے تمام و کمال پڑھی - اس میں کچھ شک نہیں کہ مؤلف نے نہایت
محنت و جانفشانی سے یہ کتاب لکھی ہے شاہان اسلام ہندوستان اور اُن کے ہمعصر بادشاہان
یورپ کا موازنہ و مقابلہ نہایت خوبی سے تحریر کیا ہے اور پالیسی و سیاست کی گوناگوں مصلحتیں کیا کچھ
دکھا چکی ہیں اور یورپ اور ایشیا کے حکمرانوں کا طریق عمل و طرز سیاست ایک وقت میں کیا تھا
ہے اور حکمرانی کے فرق یا خرابی و خوبی نے ملک پر کیا اثر کیا ہے اور ملک کی سرسبزی و امن
و امان و صنعت و حرفت اور تجارت پر کیا اثر پہنچا ہے - اور کتنی تبدیلیاں ہوئی ہیں - ہندوستان
کے طالب علموں کیلئے یہ کتاب بے حد مفید ہے اگر نصاب تعلیم میں داخل کر دی جائیگی تو وہ غلط فہمیاں
جو اس وقت ملک میں واقع ہو گئی ہیں امید ہے کہ بالکل دور ہو جائیں گی - مجھے امید ہے کہ اہلیان
ملک مصنف کی لیاقت علمی و محنت جانفشانی کی قدردانی فرما کر اُس کی ہمت افزائی فرمائینگے